تہذیب الاخلاق

آریائے ہند یعنی ہنود

مولفہ

خان بہادر شمس العلماء مولوی محمد ذکاء اللہ فیلو الہ آباد یونی ورسٹی

تصحیح اور کچھ اضافہ مضامین کے ساتھ دوبارہ

سنہ ۱۹۱۰ع میں

مطبع چشمۂ فیض دہلی منشی محمد عطاء اللہ کے اہتمام سے مطبوع ہوئی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نامہ سیاہ محمد ذکاء اللہ ملقب بشمس العلماء خان بہادر ارباب علم کی خدمت میں عرض کرتا ہی کہ دنیا میں سچے نیک مفید خیالات کا مجموعہ ایسا ہے کہ جس نے بنی آدم کو تاریکی جہالت سے نکال کر روشن دماغ اور روشن ضمیر بنایا ہے۔ اور وہ کسی اور سچے خیالات کے اثر کا مخالف و مزاحم نہیں ہے بلکہ اس مجموعہ کے تمام خیالات کی اصل واحد ہے اور وہ باہم موافقت اور اتحاد رکھتے ہیں اور آپس میں کبھی بحث نہیں کرتے ہیں انکا حال مینہ کی بوندیوں کا سا ہے کہ گو وہ جدا جدا برستی ہیں مگر سب ایسیں ملکے دریا میں ایک ہو جاتی ہیں اور بڑی دہانکے پلانے میں مدد کرتی ہیں۔ اسی طرح یہ خیالات گو مختلف قوموں اور مذہبوں اور طریقوں کے ہیں مگر وہ انسان کی تہذیب نفس و تکمیل عقل کے لئے یکساں اثر رکھتے ہیں۔ کسی خاص مذہب اور گروہ کے ساتھ مخصوص نہیں تفصیل اس اجمال کی انکے پڑھنے سے معلوم ہوگی کہ ہر انسان خواہ وہ کوئی مذہب اور طریقہ رکھتا ہو اُن سے فائدہ اُٹھا سکتا ہے۔

ہر ملک میں ایسے ارباب عقل و ہوش و نامور و صاحب کمال گذرے ہیں کہ اُنھوں نے پہلے خیالات کے خزانہ میں اپنے نیک خیالات کا سرمایہ بڑھایا ہے اس طرح خیالات کا مخزن ہمیشہ بڑھتا رہا ہے اور بڑھتا رہیگا جیسے سمندر سے پانی کے بخارات اوپر جانے میں اپنی تلخی اور کھاری پن کو نیچے چھوڑ جاتے ہیں۔ اور صاف ستھرے میٹھے ہو کر صاف پانی کی جھڑی برسا کر عالم کو نہال کرتے ہیں ایسے ہی جب انسان کے نیک اور سچے خیالات بلند ہوتے ہیں تو وہ تمام خباثتوں کی کدورتوں سے الگ ہو کر نفیس لطیف لذیذ ہو جاتے ہیں۔ اور انسان کے دل و دماغ پر اپنی جھڑی برسا کے اُن میں بے ثمر دنیا کی نیکیوں کی پود شاداب کرتے ہیں۔ جیسے آتشی شیشہ کے نقطہ ماسکہ پر حرارت اور روشنی کے جمع ہونے کا اثر ہوتا ہے۔ ایسا ہی دلوں کے منور کرنے میں اُن نیک خیالات کا اثر ہوتا ہی جب تک کہ انسان کا دماغ دانائی کے خیالات کا مختصر مجموعہ نہیں بنتا وہ روشن دماغ اور روشن ضمیر

[illegible] کیا صورت ہی [illegible] معلوم نہیں کہ [illegible] ہو جایا۔ بالعموم
اہل مذاق اسکو انگلی لگاکے زبان پر رکھیں اگر اُن کو لذیذ معلوم ہو تو اُس سے لذت اُٹھائیں
نہیں تو تھوک دیں۔ ذہن نے مجھ سے یہ بھی فرمائش کی کہ اب مجھ کو مکڑی بن کے جانے کی اجازت
دیجیے کہ میں اپنے معدہ سے مادہ نکال کر جال پھیلاؤں میں نے اسے منع کیا کہ جو جالا تو
خود تنے گا وہ ہوا کے جھوکوں میں اُڑ جائیگا۔ خود اُسمیں پھنس کر مردہ کی طرح لٹکے گا کہ یہ بھی
معلوم نہیں اُسمیں پھنسا سکے گا یا نہیں، (کوئی خیال اپنا اصلی مبتنے نہیں لکھا) ہاں میں نے
ان خیالات کے باغ میں مضامین کی قلمیں تراشیں (یعنی پڑھا) پھر اُنکو ہضم کیا (دل بہلایا)
اُن کا ذخیرہ اپنے حافظہ میں ایک بلند مقام پر جمع کیا اور اُسکی شیرینی کے ایسے مزے اُڑائے کہ
جس سے میری زندگانی کی تلخیاں کم ہو گئیں بس یہ ثمرہ مجھ کو اپنی ریاضت کا مل گیا اسی پر قناعت
کرتا ہوں۔ کچھ اور زیادہ طمع نہیں کرتا

خلاصہ یہ ہی کہ میں نے ان خیالات کے بیج بتا دئے ہیں کہ جن سے اہل خیال نئی خیالات کی
کھیتی کے کھیت ہری ہری پھولے پھلے جتنے بڑے اور زرخیز چاہیں لگائیں۔

میں نے اس کتاب میں مشرقی و مغربی خیالات کی دو تصویریں ایسی بنائی ہیں کہ پیٹھ سے پیٹھ لگائے
بیٹھی ہیں ایک یا مشرق کی طرف دیکھ رہی ہے یعنے پیچھے کی طرف اور دوسری مغرب کی طرف
یعنی آگے یوں وہ دونو اپنی صورتوں سے اگلے پچھلے خیالات کو بیان کر رہی ہیں۔ گو خیالات
بہت سے اقسام کے ہو سکتے ہیں مگر میں اپنی کتاب کا آغاز ان خیالات سے شروع کرتا ہوں
جو اخلاق کی تہذیب و تحسین سے متعلق ہیں اور اُنکے وہ اصول بیان کرتا ہوں کہ جنمیں قانون قدرت
اور سنت الٰہی کی طرح تبدیل و تحویل نہیں نہ کبھی زمانہ اُن کو بدل سکا نہ بدل سکے گا۔ تہذیب اخلاق
کے خیالات بد اخلاقی پر لعنت کرتے ہیں اور خوش اخلاقی کی نخوت پر ملامت کرتے ہیں اسلیے
انسان کو بالطبع وہ ایسے ناگوار معلوم ہوتے ہیں جیسے کہ عیب بتلانیوالے آدمی۔ مگر جبتک انسان
[illegible] پنے کی [illegible] کی شہرت [illegible]

وہ پیرانہ سالی میں لڑکوں کا سا احمق اور جوانوں کا سا شہوت پرست رہتا ہے۔ اس لئے تہذیب نفس اور تزکیہ قلب کے لئے ان خیالات کی تقدیم ضرور ہے۔ تہذیب اخلاق میں مذہب کو بڑا دخل ہے۔ ہر قوم کا اخلاق اُسکے مذہب کا نتیجہ ہوتا ہے۔ میں نے مذہب کو چھوڑ دیا اور نتیجہ کو لے لیا آم کھالئے اور پیڑ نہیں گنے۔ ڈالی درختوں کو چھوڑ دیا پھلوں کو لے لیا یعنی احکام و عقائد مذہبی بیان کرکے دوزخ و بہشت کی راہ نہیں بتلائی نہ کسی کو جنت میں بھیجا نہ کسی کو دوزخ میں ڈالا بلکہ بدیوں کی برائیاں اور نیکیوں کی خوبیاں بیان کیں اور یہ بتلایا کہ مَن کی کثافت دور ہونے سے اس سنسار میں آدمی کو کیا ہاتھ لگتا ہے۔ اس کتاب کے پہلے حصہ کا نام تہذیب الاخلاق از علمائے ہند ہے اسمیں آریا ورت یعنی ہنود کی مقدس معتبر و مستند کتابوں سے ایک سو اٹھائیس مضمون انتخاب کرکے لکھے ہیں۔ دوسرے حصہ کا نام مکارم الاخلاق ہے۔ اسمیں مضامین مسلمانوں کی کتابوں سے انتخاب کرکے لکھے ہیں تیسرے حصہ کا نام محاسن الاخلاق ہے اسمیں مضامین اہل فرنگ کی کتابوں سے اخذ کرکے لکھے ہیں ہر حصہ کے آخر میں ضمیمہ لکھا ہے جسمیں متفرق مضامین ہیں۔ یہ حصے علٰحدہ علٰحدہ ہیں کچھ ایک دوسرے پر موقوف نہیں اور وہ ایک مجموعہ میں بھی شامل ہیں۔ مضامین کے بزرگ مصنفوں کا نام بھی ہیں نے اول لکھ دیا ہے جس سے مضامین کی عظمت ہو۔ جبتک لوگ مضمون کے مصنف کو نہیں جانتے اُسکی قدر و منزلت نہیں کرتے۔ ہمیں تو شبہ نہیں کہ خیالات ایسے مقدس بزرگوں کے ہیں کہ وہ لوگوں کے دلوں پر تاثیر ضرور کرینگے۔ مگر کلام اسمیں ہے کہ میں نے بھی انکا حق اپنی زبان میں ادا کیا یا نہیں۔ میں نے خواہ حق ادا کیا ہو یا نہ کیا ہو مگر طالب علموں کو ان مضامین کے پڑھنے سے یہ ایک نئی طرح کی بصیرت حاصل ہوگی کہ ہزاروں تشبیہات و استعارات و تمثیلات و محاورات مشرقی و مغربی زبانوں کے ایسے معلوم ہونگے جو پہلے کبھی ان کے کانوں نے نہ سنے ہونگے اور مشرقی و مغربی خیالات اور طرز ادا پر علم ہوگا۔ وہ اُن کے ازدواج سے عمدہ مضامین کی اولاد پیدا کرسکتے ہیں کیونکہ قاعدہ ہے کہ مختلف نسلوں کے اختلاط سے اچھی اولاد پیدا ہوتی ہے فقط ॥

انتباہ جو عبارت تہذیب الاخلاق میں خطوط وحدانی کے درمیان ہے وہ آریا کی کتابوں کی نہیں ہے۔

ہندوؤں کی معتبر و مستند کتابوں سے تہذیب اخلاق کے باب میں مضامین و خیالات کا انتخاب

(۱) خدا تعالیٰ (پرمیشور)

خدا تعالیٰ سب چیزوں کا پیدا کرنے والا اور فنا کرنے والا ہی - وہی جلاتا ہی - وہی مارتا ہی - وہی خلق کرتا ہی - وہ حکیم ہی سب کچھ جانتا ہی - مگر اُسے کوئی نہیں جانتا - وہ ذوالجلال لایزال ہے - کہ نہ جسکی برابر نہ جس سے برتر کوئی ہے - وہی سب سے برتر اعلیٰ ہے - وہ کامل اکمل ہے جس میں نقص کو راہ نہیں جو وہ نور ہے جس میں تاریکی کو دخل نہیں اُس کے ہاتھ نہیں مگر سب چیزوں کی گرفت پر قدرت ہے جس سے وہی سارے عالم کی کلوں کو چلاتا ہی - اُسکے پاؤں نہیں مگر سب جگہہ چلنے کی قوت ہی - کوئی جگہہ نہیں جہاں نہیں اُسکے کان نہیں مگر سب کچھ سنتا ہی - اُس کے آنکھیں نہیں مگر وہ سب کچھ دیکھتا ہی - انسان کسی شے کو اس کی نظر سے چھپا نہیں سکتا - وہ ماں باپوں عزیز اقربا احبا سے زیادہ انسان سے محبت کرتا ہی - پس جو اُسپر توکل کرتا ہی - اور تسلیم و رضا اختیار کرتا ہی نہ اُسکو موت کا ڈر ہی نہ دُنیا کی کسی مصیبت کا خوف ہے دُنیا میں رنج سے نجات ہی عقبیٰ میں گنج بہا تھ ہی - یہاں بھی بھلا وہاں بھی بھلا -

(۲) خدا تعالیٰ -

وہ خدا جسکی ابتدا ہی نہ انتہا ہی نہ اوسط - وہ کسی سے خود نہیں پیدا ہوا - مگر اُس نے سب کو پیدا کیا ہی کوئی اُسکا ثانی نہیں اُس کا نام سب ناموں سے زیادہ مشہور ہے مگر اُس کی صورت کسی نے نہیں دیکھی نہ وہ اِن آنکھوں اور نظروں سے دیکھا جا سکتا ہے وہ سب کے اندر ہے اور سب پر محیط ہے - اُس نے جہان کو بے کسی آلہ و اوزار اور یار و مددگار کے پیدا کیا ہے آکاش میں ستاروں کو حرکت دی ہی - جو کچھ اُس نے پیدا کیا ہے - اُس کی ضرورت اور حاجت خود اُس کی ذات کو نہ تھی - وہ سب سے بے نیاز ہی جو چیز اُس نے بنائی

ملا یا ہی۔ بعض حکیم جو یہ کہتی ہیں کہ اس جہان کا صانع دھر (یا نیچر) ہے انکی غلطی ہی جو چیز پیدا کرنے کی قدرت رکھتی ہی وہ اسی قادر مطلق کی دی ہوئی ہے۔ ہم نے خود نہیں پیدا کی اسی کی قدرت ہے کہ ایک نوعمر سادہ لوح کو چاہی عاقل بنادے اکیاعاقل حکیم کو احمق کر دے۔ خوشا وہ دل جسمیں اسکی آرزو ہو۔ یہ آرزو ہی فقط نجات کی راہ ہی جسکے دل میں خیال ہی وہ ہمیشہ خرم و شادمان ہے۔

(۲) تیرا بڑا علم یہی ہے کہ تو اس عالم کو سجدہ کر جو سب کچھ جانتا ہے +

(۳) خدا تعالیٰ کے جلوے

خدا کی شان کے بھی کیا کیا جلوے ہیں وہ ہم کو پیدا کرتا ہی۔ پالتا ہی۔ مارتا ہی۔ دیتا ہی لیتا ہی۔ دولتمند کرتا ہی۔ مفلس بناتا ہے کبھی پہاڑوں پر گھٹائیں اٹھا کر سمندر میں بساتا ہے کبھی سمندروں سے بادلوں کو پانی پلا کر پہاڑوں پر برساتا ہی۔ گرمیوں میں آندھیاں چلاتا ہی۔ برسات میں ان کا نام و نشان مٹاتا ہی۔ جنگلوں میں اونچے اونچے گھنے گھنے درخت اگاتا ہی۔ پھر ان پہ باد صرصر چلا کے زمین کی برابر کرتا ہی غرض ہر چیز کو بدلتا رہتا ہی مگر خود نہیں بدلتا آب باراں جب برستا ہے تو سب جگہ اسکا ایک مزہ ہوتا ہی مگر جب وہ اور چیزوں کے ساتھ مخلوط ہوتا ہی۔ مختلف مزے چکھاتا ہی ایسے ہی خدا اپنی ذات سے واحد ہے۔ مگر اپنے جلوے مختلف چیزوں میں جدا جدا دکھاتا ہی۔ جیسے شیشہ کو تغیر ان رنگوں سے ہوتا ہی جنپر وہ لگایا جاتا ہی ایسی ہی اسکی شان کی نیرنگی ہزاروں رنگ ہر ذرہ میں دکھاتی ہی۔ گو اسکی ذات پاک جیسی ہی ویسی رہتی ہی اسکی ذات بعید و پایان ہے وہ ہمارے فکر و غور سے نہیں نپ سکتی ہی۔ مگر وہ خود سبکو ناپ لیتی ہی۔ وہ خود کوئی حاجت نہیں رکھتا۔ مگر سب کا حاجت روا ہی اسکی طرف جانے کی مختلف راہیں انسان نے مقرر کی ہیں مگر وہ سب اسکی ذات میں جا ملتی ہیں جیسی گنگا کی دھاریں گو بہت ساری ہیں اور مختلف راہوں میں چلتی ہیں مگر سب ساگر میں جا ملتی ہیں شعر از شیخ کعبہ ہو کے پہنچا ہم کنشت دل میں ہو + درد منزل ایک تھی ٹک راہ ہی کا پھیر تھا

زمین و آسمان پر جو کام اسکے جلوہ نما یاں کر رہی ہیں انہیں تک ہمارا ادراک نہیں پہنچ سکتا تو اسکی ذات تک کب پہونچے گا۔ ہم خدا کو نہیں سمجھ سکتے اور جسکو خدا سمجھتے ہیں وہ خدا نہیں ہوتا۔

شعر (وہ مرتبہ ہی اور ہے فہمید کے پرے + ہم جس کو بوجھتے ہیں وہ اللہ ہی نہیں)

(۱) خدا ہی انسان کا باپ ماں رشتہ مند دوست ہے۔ ساری نیکیاں اُسی کی ذات میں ہیں۔

(۳) جیسے کاریگر لکڑی کو اپنے اوزاروں سے کاٹ کوٹ چھیل چھال کر سڈول بناتا ہے۔ اسی طرح تو دل کو گناہوں کی آلائش سے صاف کر کے پاک بنا +

(۴) نیک آدمی

نیک آدمی نیکی کو عزیز رکھتے ہیں بدی سے پرہیز کرتے ہیں اپنے بزرگان دین کی تعظیم کرتے ہیں پاک علم کی تحصیل کرتے ہیں اپنے ہمسایہ کو پیار کرتے ہیں اُنکی خوبیوں کی قدر کرتے ہیں اپنی خواہشہائے نفسانی کو مارتے ہیں خدا پر توکل کرتے ہیں ادبار میں صبر و استقلال کو ہاتھ سے نہیں دیتے۔ اقبال میں آپے سے باہر نہیں ہوتے۔ میدان جنگ کو شجاعت کی آنکھ سے دیکھتے ہیں مجلس شورہ میں تقریریں دلکش فصاحت سے کرتے ہیں نیک نامی کا شوق دل سے رکھتے ہیں پن دان کرتے ہیں وہ تکلیف کرتے ہیں جو دشمنی بھی نہیں کرتے بے گھروں کے لئے گھر بناتے ہیں رونے والوں کے ساتھ روتے ہیں اپنی نیکیاں چھپاتے ہیں اور غیروں کی بھلائیوں کو اعلان کرتے ہیں امیری میں مسکینی وغریبی اختیار کرتے ہیں اُنکے ہاتھ کا زیور سخاوت ہی اُنکے سر کا تاج ادب ہی۔ اُنکے کان کا بالا کتب مقدس کا سننا ہے۔ اُنکے بازوؤں کا جوشن شجاعت ہے منہ کا خزانہ نیکی ہی۔ غرض سرتاپا وہ اپنی مفلسی کی حالت میں بھی زیوروں سے آراستہ پیراستہ ہیں سچے بہادروں کا دل بزم میں کمل کے پھولوں سے زیادہ نرم۔ مگر میدان جنگ میں سنگ و آہن سے زیادہ سخت نیک آدمیوں کی صحبت کا حال پانی کا سا ہوتا ہی۔ کہ اگر اُسکی بوند جلتے توے پر پڑی تو بخار بن کر اڑ گئی۔ کنول کے پتوں پر پڑی تو ہیرے کے ٹکڑوں کی طرح چمکنے لگی۔ سمندر میں سیپ کے منہ میں گئی موتی بن گئی غرض وہ اپنی صحبت کے رنگ اہل صحبت کی استعداد اور قابلیت کے موافق دکھاتے ہیں دہقان گنواروں کے دلوں کو پاک صاف کرتے ہیں جو لوگ شرافت کے ساتھ بلند مرتبہ پہنچے ہیں اپنے بھلے اور جوانمردی کے کاموں کو اوروں کے ساتھ منسوب کر کے اُن کی تعریف کرتے ہیں اور اوروں کی لعنت ملامت کو صبر سے سنتے ہیں اور اسکے بدلہ میں برا نہیں کہتے۔ گالیاں کھا کے بے مزہ نہیں ہوتے۔ غیروں کے ساتھ بھلائی کرنے کو بھی

ساتھ بھلائی کرنے سے زیادہ اچھا جانتے ہیں جو ایسے نیک ہیں دُنیا اُنکی عزت کرتی ہی۔ جو بادل
زیادہ برستے ہیں وہ بہت نیچے آتے ہیں جو درخت بہت پھل ہوتے ہیں وہ نیچے جھکتے ہیں **مصرع**
نہد شاخ پر میوہ سر بر زمیں + ایسے ہی ثروت و تونگری کے ساتھ نیک آدمیوں کی تواضع بڑھتی
جاتی ہی جتنے وہ دولت و امارت میں بڑھتے ہیں۔ اُتنے ہی وہ جھکتے ہیں۔ جیسے پسے ہوئے صندل و
بال چھڑکی اور چھپے ہوئے پھولوں کی خوشبو پھیلتی ہے ایسی ہی اُن کی خوش اخلاقی کی شمیم دلوں کو معطر
کرتی ہی۔ وہ اپنے دوستوں کو خوش کرتے ہیں اُنکے دشمنوں کو پامال اُن کے بھیدوں کو چھپاتے ہیں
اُن کی تعریف کی باتوں کو ظاہر کرتے ہیں عین وقت پر اُن کے کام آتے ہیں اُنکی ضرورتیں دور کرتے ہیں
جیسے بن مانگے کنول کو سورج سوچیت کرتا ہی۔ چاند اپنے پیارے پھولوں کو رونق دیتا ہی بادل
مینہ برساتا ہی ایسے ہی بن مانگے نیک آدمی بخشش و انعام کرتے ہیں اوروں کے فائدوں کے لئے اپنے فائدہ کو
چھوڑ دیتے ہیں بہت سے آدمی ایسے ہوتے ہیں کہ اپنے فائدہ کے ساتھ اوروں کے فائدوں کو بھی مدنظر رکھتے ہیں
مگر بعض شریر النفس ایسے بھی ہوتے ہیں کہ اپنے نفع کے لئے اوروں کا نقصان کرتے ہیں مگر سب سے زیادہ کم بخت
وہ لوگ ہیں جو بغیر اپنے فائدہ کے اپنے ہمسایہ کے فائدوں کو روکتے ہیں جیسے دودھ پانی کے ساتھ ملکر اُسکی
صفات کو دور کرتا ہی۔ اور اُسکے ساتھ جلتی بھٹی پر چڑھتا ہی اور اپنے تئیں بخار کی صورت میں اُس کے ہمراہ
اُڑاتا ہی۔ بس ایسی ہی سچے نیک دوست کا حال ہوتا ہے کہ وہ کسی حال میں اپنے دوست سے جدا نہیں ہوتا
نہ وہ حسد کرتا ہی۔ دوست کے واسطے آتشیں داغ دل پر اُٹھاتا ہی۔ مگر اُس سے مُنہ نہیں پھیرتا۔ بس اے لوگو تم
نیک بنا چاہو تو اپنی خواہشہائے نفسانی کو مارو۔ گھمنڈ کو چھوڑو۔ اوروں کی لعنت ملامت کو سہو
بر خود غلط ہونے سے خوش نہ ہو۔ سچ بولو۔ سیدھے رستے پر چلو۔ اوروں کی لیاقت کی قدر و منزلت کرو۔
دشمنوں سے محبت کرو۔ اپنے نیک کاموں کو چھپاؤ۔ غریب ضعیفوں کو خوش کرو۔ نیک نامی کے لئے جیتک
جیو کوشش کرو۔ اگر یہ سب کام کرو تو تمھارے انسان کامل ہونے میں کون شک کر سکتا ہی
مگر افسوس ہے کہ بہت تھوڑے آدمی ہوتے ہیں جن کے جسم عیوب سے خالی ہوں اور وہ اپنے فائدوں سے
دُنیا کو فائدے پہنچاتے ہوں۔ اوروں کی نیکیوں کے بیان کرنے میں ایسے ممسک نہوں کہ پہاڑ یوں

ذرّوں کے بڑھانے میں دریغ نہ کرتے ہوں۔ اور جن کے نفس مطمئن چمن بن رہے ہوں اور ان کے اندر عاقبت
بخیر کے پھول کھل رہے ہوں نیک آدمی گو تھوڑے سے ہوتے ہیں مگر ان میں یہ کرامت ہوتی ہے کہ اپنی مہربانی
سے وہ برے دلوں کو بھلا۔ احمقوں کو عقلمند دشمنوں کو دوست۔ زہر کو امرت بنا دیتے ہیں
وہ دور دور کے طلسمات کو پاس لاکر توڑ دیتے ہیں وہ ایسے پیش بین ہوتے ہیں کہ کام سے پہلے نتیجہ کو سمجھ
جاتے ہیں وہ ناعاقبت اندیشی سے ایسے کام نہیں کرتے کہ ناکامی کے تیر ان کے دل کو چھید دیں
وہ زمرد کے برتنوں میں چربی کو نہیں تلتے وہ شمع کافوری کو لکڑی کی جگہ نہیں جلاتے وہ سونے کے ہل
چلا کے کودوں نہیں بوتے۔ ان کی عقل تو ایسی ہوتی ہے کہ زندگی آرمیدگی سے بسر کرتے ہیں وہ بہادر
ایسے ہوتے ہیں کہ اپنے سینہ پر دشمن کے غصہ کے تیروں کو نہیں لگنے دیتے۔ ان کو خواہشہائے نفسانی ممکن
نہیں کہ راہ مستقیم سے کسی دوسری طرف لیجائیں وہ مردانہ وار میدان میں تینوں لوک سے لڑنے کو موجود ہوتے
ہیں وہ اپنے حسن خلق پر ایک عالم کو فریفتہ کر لیتے ہیں وہ دنیا میں نرساں ہیروں کو بے دست و پا کر دیتے
ہیں شعلوں کو پہاڑوں کی طرح سرد بنا دیتے ہیں سمندروں کو گرمی کی جھیل شیر کو ہرن میرو
پہاڑ کو نیچی چوٹی۔ سانپ کو پھولوں کا ہار۔ زہر کے پیالے کو آب حیات بنا دیتے ہیں وہ اپنی عزت
کو مال سے بھی زیادہ عزیز رکھتے ہیں ادبار کے دنوں میں بھی اسکو نہیں چھوڑتے بعزت ہونے سے ذ
کو اچھا جانتے ہیں وہ ان عطا و بخشش کی خواہش نہیں کرتے جن میں بہت رنج و محنت اٹھانی پڑے
وہ کچھ لوگوں کی حقارت سے اپنے ارادوں کے استقلال میں خلل نہیں ڈالتے وہ اپنے انضباط نفس کو کسی حال میں
نہیں چھوڑتے ناحق ان سے جل کر ان کی حقارت کے درپے ہونا ایسا ہی ہے جیسے جلتی آگ کو روندنا
جسمیں شعلے اٹھ رہے ہوں وہ احمق یہ نہیں سمجھتے ہیں کہ کہیں بہادر مصیبت سے خوف کھاتے ہیں کیا ان کے
زلزلوں سے پہاڑ اور سمندر اپنی جگہہ سے ٹل جاتے ہیں وہ پہاڑ کی چوٹی سے گر کر پاش پاش
ہو جاینگے جلتے گڑھے میں گر پڑینگے۔ سانپ سے کٹوا لینگے۔ مگر وہ نیکی کی راہ مستقیم کو نہیں چھوڑیں گے
جس سے بھٹک کر پھر اسکو وہ نہیں پا سکتے۔ نیک آدمی سخت گیند کی طرح زمین پر گر کر پھر اچھلتے ہیں
اور بلندی پر چڑھتے ہیں۔ مگر بد آدمی مٹی کی گیند کیطرح گر کر چپٹی ہی رہ جاتے ہیں پھر اٹھ

بلندی کی طرف رخ کرنا نصیب نہیں ہوتا -

(۴) یہ چھوٹے آدمیوں کی عادت ہوتی ہے کہ وہ دوسرے آدمی کو پوچھتے ہیں کہ اسکی ذات کیا ہے وہ کس خاندان کا ہے - جو اعلیٰ درجہ کے آدمی ہیں وہ سب انسانوں کو اپنا بھائی جانتے ہیں اور کچھ نہیں پوچھتے کہ کون ہے +

(۵) شریر آدمی

جن لوگوں کا دل شرارت میں بسا ہوا اور خباثت میں پھنسا ہوا ہے - ان کو نیکی سے ایسی نفرت ہوتی ہے کہ وہ ہر اچھے کام کا نام برا رکھتے ہیں اور ہر نکو کار کو بدکار پکار پکار کر کہتے ہیں متحمل کو سست - کاہل مسکین کو غلام بزدل صاحب ریاض کو - نابکار - عابد کو مکار - زاہد کو - ریاکار - اہل باطن کو عیار - شجاع کو - وحشی درندہ - صاحب جاہ کو متکبر فصیح کو باتونی - ہمسایہ کی دولت پر حسد کرتے ہیں انکے اہل وعیال پر نظر بد رکھتے ہیں ہمیشہ جھگڑے فساد کے درپے رہتے ہیں حرص وطمع سے بھرے ہوتے ہیں جن میں دنیا کی ساری برائیاں داخل ہیں گھر میں شیطنت سے فساد مچاتے ہیں وہ ان باتوں کے سمجھنے کے پاس نہیں جاتے کہ راستی تو بہ سے اور صفائی باطن عبادت سے بہتر ہے سخاوت سب سے زیادہ بڑی نیکی ہے علم کو اپنی فتحیابی میں کسی کی امداد کی ضرورت نہیں فراخ حوصلگی انسان کا زیور ہے ذلیل ہونے سے مرنا بہتر ہے عالم کی صحبت سے شریر ایسا بچتا ہے جیسا کہ سانپ سے - گو اسکے سر میں من ہو - جو راجہ سریع الغضب ہے اس سے رشتہ مندی نہیں پیدا کرنی چاہیئے - جیسے کہ آتش پرست گو آگ کو پوجتا ہے مگر آگ سے [illegible] نیک آدمی خواہ کیسے ہی عجیب کام کریں مگر وہ شریر امرا کو خوش نہیں کر سکتے - اس لئے کہ [illegible] ان کے ہر ہنر کو عیب جانتے ہیں ان کی خاموشی کو کشیدگی خاطر - ان کی فصاحت [illegible] ان کے صبر کو نامردی اور انکی حبیتی کو بیہودگی - ان کی تحمل کو غفلت - جن کے دلوں میں [illegible] آگ کر برگ بار وگل لے آیا ہے ان کے سایہ میں کوئی نیک شخص خوش نہیں رہ سکتا - ہاں اوباش - بدمعاش ان کے گرد خوش رہ سکتے ہیں ان کو اپنی خود پسندی اور خود اختیاری کا نشہ چڑھا ہوتا ہے کہ نہ مذہب کا وہ پاس کرتے ہیں نہ اپنے بزرگوں کا لحاظ

اُنکی الفت اوّل بہت بڑی ہوتی ہے مگر جلد گھٹ جاتی ہی جیسے کہ صبح کی پرچھائیں برخلاف اسکے نیک آدمیوں کی محبت اوّل میں کم ہوتی ہے مگر بڑھتی جاتی ہی جیسے دوپہر کے بعد کا سایہ جیسے شکاری بیچاری ہرنوں کو شکار کرتا ہے اور مچھیرا بیکس بےبس مچھلیوں کو پکڑتا ہی۔ ایسے ہی شریر آدمی نیک آدمیوں کا [illegible] ہی۔

(۶) شجاعت۔

شیر کو بھوک نے خواہ کیسا ہی ضعیف و ناتواں کر دیا ہو [illegible] اُسکی [illegible] شوکت کو جا [illegible] مگر وہ اپنی آخر دم تک شاہانہ شان شجاعت کو نہیں چھوڑتا۔ [illegible] کی [illegible] بیل کی طرح گھاس نہیں چرنے لگتا اس بیکسی و ناتوانی کی حالت [illegible] جاتا [illegible] اُسکے سامنے اپنے تیز دندان کے ہتھیار لئے کھڑا ہو اور اُسے [illegible] گوشت [illegible] اپنا پیٹ بھری۔ اُس کا بچہ خواہ کیسا ہی چھوٹا ہو اُس [illegible] کے [illegible] مقابلہ کرتا ہی جس سے دنیا لرزتی ہو سچ ہی کہ شجاعت کچھ عمر پر منحصر نہیں ہی جنکی اصل میں وہ ہوتی ہی وہ بچپنے ہی سے اُسے دکھاتے ہیں کتّے کے پلے کے سامنے ایک گائے کی ہڈی پھینک دو تو وہ اُسے [illegible] اُسکو چیر پھیڑ کھائیگا۔ گو اُس سے پیٹ اُسکا نہ بھری مگر خوش ہو ہوکر دم ہلائیگا۔ [illegible] کو [illegible] دیتا ہی وہ خوشامد کر اُس کے پاؤں پر مُنہ رکھتا ہی مگر ہاتھی کو جبتک خوشامد نہ کرو منہ میں نوالہ نہ رکھیگا۔ اپنے حفظ مرتبت میں ذرا فرق نہیں لاتا۔ اور کسی کے آگے [illegible] نہیں [illegible]

(۷) استقلال۔

دُنیا میں جو آدمی آتا ہے وہ ضرور تھوڑا یا بہت دُکھ [illegible] اُٹھاتا ہی اور مصیبت آفت بلا میں مبتلا ہوتا ہی۔ بس ای میری فرزند جب انسان کے لئے کسی نہ کسی بلا میں کم یا زیادہ گرفتار ہونا ناگزیر ہی۔ تو تو بھی کسی نہ کسی مصیبت آفت میں پھنسیگا۔ پس تو ایسے وقت میں اپنے دل کو ایسا استوار بنا جیسا کہ پہاڑ پر قلعہ ہوتا ہی۔ کہ اُس پر سینکڑوں تیر آگ لگ کر [illegible] گر پڑتے ہیں اور کچھ بھی اثر نہیں کرتے ہیں ایسی ہی یہ بلائیں تیرے دل پر خواہ کتنے ہی تیر برسائیں مگر تجھے خبر

نہ ہو۔ یا دل کو ایسا کوہ بنا جیسا کہ سمندر کے کنارہ پر ہوتا ہی کہ موجیں لہریں ہزاروں حملے اُس پر کرتی ہیں مگر وہ کسی سے موثر نہیں ہوتا بس ویسی ہی آفتیں تجھے کتنی ہی اپنے خوف خطر دکھائیں مگر تو اُن سب کی برداشت کر اور اُن کو کچھ نہ سمجھ اونٹ کو دیکھ کہ وہ ریگستانی جنگلوں میں کیا کیا محنتیں کرتا ہی بھوک پیاس گرمی کی سختیاں اُٹھاتا ہے۔ مگر ہمت نہیں ہارتا ہے منزل مقصود پر پہنچ جاتا ہی ایسا ہی ہر انسان جو بلاؤں کا مقابلہ دلیری سے کرتا ہی وہ میاب ہوتا ہی۔ جو خوف و خطر کے موقعوں میں ثابت قدم رہتا ہے اور مضطر و بیقرار نہیں ہوتا اسکا حال ایسا ہوتا ہی جیسا اُس آدمی کا کہ میدان جنگ میں جائے اور وہاں سے فتحیاب واپس آئے۔ اگر تو بلند ہمت و اشراف ہی تو نصیبے کے سو جانے سے اپنی بیداری کو نہیں چھوڑیگا۔ اور اپنی ہوش حواس کو نہیں سلاویگا۔ عالی ہمت اپنی بہبود کو کچھ نصیبے کے جاگنے پر نہیں حصر کرتے اُس کے وہ سو جانے کی کچھ پروا نہیں کرتے جب اُن کے سر پر آفتوں کا بار آن کر پڑتا ہی تو اُن کا ثبات و استقلال یہ بوجھ ہلکا کر دیتا ہی۔ اُسکی وہ برداشت آسانی سے کرتے ہیں یہ نامردوں اور کم ہمتوں کا کام ہی کہ خوف و خطر کی صورت دیکھتے ہی رنگ اُنکے دو چہرہ فق ہو جائے۔ ہاتھ پانوں اُسکے کانپنے لگیں جیسے سرکنڈے ہوا کے لگنے سے لرزتے ہیں ایسے آدمی مصیبت و آفت کے سایہ سے بھاگتے ہیں مگر ذلت اُٹھاتے ہیں لعن و طعن کے نشانہ گاہ بنتے ہیں وہ افلاس کی حالت میں کمینگی اور رزالت کی باتیں کرنے لگتے ہیں جو نہایت شرم کے قابل ہوتی ہیں کوئی اُن کی عزت باقی نہیں رہتی +

(۷) شاعر۔ راست کردار۔ عالم و علم۔ عاقل عقل۔

(۱) **شاعر**۔ جن باجاؤں کے راج میں نامور شاعر خوش بیان بھوکے ننگے رہتے ہیں وہ عاقلوں کے نزدیک احمق اور گاؤدی ہیں شاعر خود بادشاہ ہوتا ہی۔ گو اُسکے پاس دولت اور زمین نہو۔ وہ ایسا خزانہ اپنے پاس رکھتا ہی کہ جسکو چور چرا نہیں سکتا خرچ ہونے سے گھٹتا نہیں جتنا سائلوں کو دیا جاتا ہی۔ اُتنا ہی بڑھتا ہی۔ وہ مسرت روحانی

دیتا ہی کہ جسم کے فنا ہونے کے بعد بھی باقی رہتی ہی۔ ہیرے کو جو کوئی ٹھکرائیگا تو وہ بیوقوف سمجھا جائیگا کچھ ہیرے کی جوت کم نہیں ہو جائیگی ایسے ہی جو شخص شاعر کی حقارت کریگا وہ اپنے تئیں ذلیل کریگا بادشاہوں کو علم کی قدرو منزلت کرنی چاہیے۔ شاعر ہی ہوتے ہیں کہ انسان کے دلی اسرار ظاہر کرتے ہیں۔ شاعر کی نیکنامی میں کبھی کہنگی نہیں آتی۔ موت کبھی اسکے پاس پھٹکتی نہیں۔

(۲) **راست کردار**۔ جو خدا رسیدہ اور مقدس متبرک بزرگ ہستی کی بلندی پر پہنچ گئے ہیں اُنکی حقارت کا خیال کبھی دل میں لاؤ۔ اُن کی قوت طاقت کو تنکوں سے باندھنے کا قصد کرو بھلا کہیں مست جوان ہاتھی جنگل کے بھی۔ کمل کی ریشوں سے بندھے ہیں۔

(۳) **عالم و علم**۔ پاک زبانی خوش بیانی کا جوہر انسان کو ایسا خوبصورت بناتا ہی کہ کوئی انگشتری جواہرنگار۔ نہ کوئی زنجیر و گہنا زرنگار و مرصع کار۔ نہ کوئی عطر خوشگوار۔ نہ کوئی گل نوبہار۔ نہ کوئی اور سنگار بنا سکتا ہی۔ انسان کا سب سے بڑا حسن علم ہی علم ہی اُس کا گنج پنہاں ہی علم ہی دنیا کی ساری نعمتوں میں بڑی نعمت ہے۔ یہ علم ہی کی قدرت ہی کہ دل کو پریشانی میں تسلی دیتا ہی نفس کو مطمئن بناتا ہے نیک نامی کا دروازہ کھولتا ہے۔ خوشیوں کو چاروں طرف سے گھیر لاتا ہے اجنبی ملکوں میں بیگانوں کو یگانہ بناتا ہی۔ بڑے بڑے بادشاہوں کے دلوں میں محبت پیدا کرتا ہی۔ سچ پوچھو تو انسان بغیر علم کے حیوان ہے

(۴) **عاقل و عقل**۔ وہ عاقل جن کی ذات بابرکات کے ہونے سے انتظام گیتی قائم رہتا ہی اور جن کے نہ ہونے سے بگڑ جاتا ہی وہ ایسے ہوتے ہیں کہ خاموشی کو گہنے سے اچھا جانتے ہیں حسد کی برائیوں کو اپنا دشمن نہیں سمجھتے۔ دوستانہ صلاح و مشورہ کو اپنی فرخی و مبارکی جانتے ہیں بدکاروں کو کالے سانپ کے زہر سے زیادہ زہریلا۔ اور ان کے بھیجے کو کنجوسوں کی تھیلیوں سے زیادہ گراں بہا جانتے ہیں حیا کو جواہر سے زیادہ بیش بہا۔ بین کی آواز کو بادشاہوں کی تلوار سے زیادہ اچھا۔ رشتہ داروں کو اکثر آگ سے زیادہ سمجھتے ہیں بیگانوں کی ساتھ مہربانی۔ یگانوں کے ساتھ نیک سلوک کی بدکاروں کے ساتھ درشتی۔ نکوکاروں کے ساتھ نرمی عاقلوں کے ساتھ آزادی برتتے ہیں۔ کسی چیز کو نیکی سے زیادہ عزیز نہیں رکھتے ہیں اپنے بادشاہوں کی خیرخواہی کو اپنا فرض سمجھتے ہیں دشمنوں کے مقابلہ میں بہادر اہل علم و ہنر کے قدرشناس ہوتے ہیں عورتوں کی

طرح کسی پر اعتماد نہیں رکھتے +

(۵) **جو نامرد** - احمق ہیں وہ محنت اور جوکھوں کے کاموں سے جی چراتے ہیں گنوار احمق ان کاموں میں کوشش کرتے ہیں - جن میں ناکام رہتے ہیں مگر اہل ہمت کبھی ہمت نہیں ہارتے - اور جب تک مقصد کو نہیں حاصل کر لیتے استقلال کے ساتھ کام کئے جاتے ہیں وہ کبھی راستی اور رحم کی راہ مستقیم میں کجروی نہیں اختیار کرتے - اپنی جان کی خاطر بے عزتی کے آگے سر نہیں جھکاتے نہ غریبوں سے نہ بدکاروں سے اور نہ بدناموں سے وہ کوئی تحفہ لیتے ہیں غرض انکی ایمانداری اور اطاعت خدا کی بڑے رتبے کی ہوتی ہے جو دولت عیش و عشرت کی پہاڑی پر چڑھ بیٹھتے ہیں بھلا وہ ان راہوں پر جو تلوار کی دہار سے زیادہ پتلی ہیں کس طرح چل سکتے ہیں +

(۶) **خدا کا** فضل اُس بیٹے پر ہوتا ہی جو اپنے والدین کے حقوق ادا کرتا ہی + اُس عورت پر ہوتا ہی جو اپنے خاوند کی اطاعت و خدمت کرتی ہے - اُس شخص پر ہوتا ہے جو دوستوں کو پیار کرتا ہی اور رشتہ داروں کے ساتھ نیک سلوک کرتا ہی - اُس شخص پر جو زندہ دل و خوش باش خوبصورت ہوتا ہے اُس شخص پر جس کی ہتھیلیوں میں روپے بھرے ہوں غریبوں کی بیویوں کے ذکر سے پرہیز کرتا ہو قتل کرنے سی بچتا ہو - خوشدلی و کشادہ پیشانی سے بخشش و انعام دیتا ہو - حرص و آز سے آزاد ہو - بزرگ مقدس آدمیوں سے محبت کرتا ہو - ایسا شخص ایسی راہ مستقیم میں چلتا ہی کہ جسمیں کوئی بھولا بھالا سیدھا سادہ آدمی راہ نہیں بھولتا +

(۱۸) دولت

خدا نے دولت کو بھی کیا عجیب و غریب چیز بنایا ہی کہ شاہ سی لیکر گدا تک سب اسکی تمنا رکھتے ہیں اگر کوئی گڑھے میں پڑا ہی تو اسکے واسطے دعا میں ہاتھ اٹھائی ہوئی ہی - اگر تخت سلطنت پر بیٹھا ہی تو اسکے لئے دامن پھیلائے ہوئی ہے یہ دولت ہی ہی کہ آدمی اسکی خاطر سے نیکی کا مدعا و مدعا کرکے قربان پر لٹکا دیتا ہی - اصل حسب نسب سب کو آگ لگا دیتا ہی شجاعت کے منہ پر خاک ڈال دیتا ہی - دولت بغیر ہر فضیلت پھپوند لگی ہوئی گھاس سی بھی بدتر ہے - اسکے حواس و قلب کبھی شکستہ نہیں ہوتے -

قول وفعل میں وہ ہمیشہ ایک ہی رہتی ہی۔ دولت کی حرارت عزیزی نے اپنے جسم کو چھوڑ کر ہمارے اندر روح کی طرح گردش اختیار کی ہی! دولت سب فضیلتیں اپنے ساتھ لاتی ہی۔ اور جب وہ جاتی ہی تو اپنے ساتھ انکو لے جاتی ہے۔ دولت فصیح بہادر حسین شریف دانشمند بناتی ہے۔ بادشاہ بدشوروں سے تباہ ہوتا ہے۔ ولی دنیا کی خواہشوں سے برباد ہوتا ہی۔ برہمن بغیر مذہبی علم کے بعزت ہوتا ہی۔ چال چلن بُری یاروں کی صحبت سے بگڑتا ہی بیٹا لاڈ دپیار سے خراب ہوکر خاندان کی عزت میں بٹا لگاتا ہی۔ عشق کو متواتر ہجر کے رہنے سے ہار ملتا ہی۔ دوستی کی گرمی غفلت سے ٹھنڈی ہوتی ہے۔ زراعت کو بے خبری خراب کرتی ہی قوم کی صحت کو بدپرہیز سے غلط کاری اکھیڑتی ہے اسی طرح فضول خرچی اور عطا بیجا دولت کو رائگاں کرتی ہے +

دولت کے تین رستے کھلے ہوئے ہیں۔ ایک دنیا۔ دوسرا اس سے متمتع ہونا تیسرا اس کو کھونا۔ اگر آدمی اوّل دو کو نہیں اختیار کریگا تو ضرور ہے کہ تیسرا طریقہ اسکے گلے کا ہار ہوگا۔ شح بابا کی جے ہم پکارتے ہیں گو اسکی خون سے زمین سرخ کیوں نہ ہو رہی ہو۔ اسی طرح فیاض سخیوں کی دولت کی بربادی کو گو بظاہر نقصان معلوم ہوتا ہی نفع ہم کہتے ہیں فاقہ زدہ ایک وقت کے کھانے کو دولت کا خزانہ ملتا سمجھتا ہے مگر جب وہ سیر ہو جاتا ہی تو وہ ساری دنیا کی دولت کو ایک تنکے کی برابر جانتا ہی۔ بس اس سے ہم کو سبق لینا چاہئے کہ اس جہان گذران میں کوئی شے فی نفسہ برتر وکمتر نہیں ہے۔ یہ دل کا فقط خیال ہی جو اشیاء کو برتری اور کمتری کا رنگ دیدیتا ہے۔ ابھی خیال میں ایک چیز سونا تھی کہ کوڑی ہو گئی! ای بادشاہ اگر تو چاہتا ہے کہ دنیا تجھ کو دولت کا دودھ پلاوے تو اس کی اولاد کی پرورش کر۔ اپنی رعایا کی صحت کی خبر رکھ۔ اگر تو بیدار رہ کر رعایا کی خبر گیری کریگا تو تیری سلطنت ثمر ہائے زریں سے بہشت کے درختوں کی طرح چمکے گی۔ دنیا میں تنگدستی وفراخ دستی۔ ظلم ورحم۔ موم دلی وسنگدلی بیداری وغفلت۔ راست کرداری وبدافعالی کے روپ یہ سب انتظام الہی کو بہرہ دیتے

طرح بدلتے رہتے ہیں۔ ناموری۔ طاقت وری۔ دینے اور خرچ کرنے کا مقدور۔ ہمجنسوں کی پرورش دوستوں کی مدد۔ اگر ارکان سلطنت کو نہ حاصل ہوں تو وہ اپنی محنت و مشقت کا معاوضہ کیا پاتے ہیں جس روز تو پیدا ہوتا ہے تیری پیشانی میں لکھ دیا جاتا ہے کہ دنیا میں تجھ کو ملیگا اب تو خواہ جنگل میں جائے یا پہاڑ پر چڑھے اس میں فرق آتا نہیں اس لئے تو دولتمند آدمیوں کے پیچھے نہ پڑ لالہ لوگوں کا سا اپنا چہرہ بنا۔ یہ سمجھ کہ تیری جو قسمت کا ہے وہ تجھ کو مل ہی رہیگا۔ انجوری میں جتنا پانی آتا ہے اُتنا ہی آئیگا خواہ اُسکو دریا سے بھرو خواہ سمندر سے۔ اسی طرح جو تیری تقدیر کا ہے وہ مل ہی رہے گا۔ خواہ کہیں سے مانگ ضرور ہے کہ آدمی دولت کو چھوڑے بس جو ایسی چیز متزلزل ہی اُسکے واسطے دانا و دیانہیں کرتے +

(۱۹) قسمت اور کام۔

اس امر کا فیصلہ کرنا۔ بڑی ٹیڑھی کھیر ہے کہ ہمارے کاموں کا نتیجہ قسمت مقرر کرتی ہے۔ یا ہماری کاموں کا نتیجہ قسمت مقرر کرتا ہی۔ جو مسالہ واگون کے قائل ہیں یعنے مسلہ تناسخ پر راسخ ہیں وہ دوسری بات کو مانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بعض آدمیوں کو جو ہم دنیا میں ایسا خوش قسمت دیکھتے ہیں کہ اُن کے سارے اوندھے کام سیدھے ہوتے ہیں اور بعض آدمیوں کو ایسا بدنصیب دیکھتے ہیں کہ وہ سیدھے کام کرتے ہیں اور اوندھے ہوتے ہیں تو اسکا سبب یہ ہے کہ وہ اپنے پہلے جنم کے کاموں کا پھل پاتے ہیں یہ کام ہی ہماری قسمت پیشانی میں لکھاتے ہیں۔ جو کسی کے مٹانے سے نہیں مٹتے ہیں قسمت کا چاہا کوئی ٹال نہیں سکتا۔ اسکا نہ چاہا کوئی کر نہیں سکتا۔ یہ قسمت ہی کی بات ہی کہ ایک شخص میدان جنگ میں بے سر و سامان جاتا ہے اور دشمن با سر و سامان پر فتح پاتا ہی۔ دشمنوں میں تنہا گھس جاتا ہے اور اسکا بال بیکا نہیں ہوتا جنگلوں میں باد و باراں کے طوفانوں میں آگ میں۔ سمندر کے تلاطم میں پہاڑ کی برفوں میں بے دھڑک جاتا ہے اور سلامت نکل آتا ہی صلح و امن و جنگ میں ایمن رہتا ہے وہ اپنا وقت ضائع کرتا ہی۔ مگر اسکا کچھ ضائع نہیں ہوتا۔ صحبت نیک سے گریز کرتا ہی۔ مگر صحبت بد اُس کو کوئی

گزند نہیں پہنچاتی ہے وہ ان لوگوں کو کہ اپنے نفس امارہ کو مارتے ہیں بہادر نہیں سمجھتا اور علم کو زیور انسانی نہیں جانتا حکومت شاہی کو اپنا بار سر گردانتا ہے مگر کچھ اس کا برا نہیں ہوتا اب بعض بدنصیبوں کو یہ دیکھتے ہیں کہ وہ نیک نیتی سے بڑے معاملات کرتے ہیں مگر منفعت کم اٹھاتے ہیں بلاؤں سے بچنے کی تدبیر کرتے ہیں تو اور ان میں زیادہ پھنستے ہیں ایک گنجہ دھوپ میں بیٹھا تھا جب اس کے سر میں دھوپ کی تاثیر سے خارش زیادہ ہوئی تو وہ درخت کے سایہ میں جا بیٹھا۔ وہاں درخت کے اوپر سے ایک بہت بڑا پھل پیرا پتھر لگا جیسے جا پیلا ہو گیا۔ اس نے سر کے بچانے کی تدبیر کی تھی کہ اس پر ازغیبی گولہ آن کر پڑا جھاڑی اور کانٹے موسم بہار میں نہ سر سبز ہوں تو بہار کا کیا جرم ہے اگر سورج کے اجالے سے الو فائدہ نہ اٹھائے تو آفتاب کا کیا گناہ ہے اسی طرح جو پور و جنم کے پاپ ہیں تو اس میں بھاگ کا کیا دوش ہے۔ قسمت ہی ہم کو بلند پہاڑوں کی چوٹیوں تک چڑھاتی اور پرندوں کی طرح آسمان پر اڑاتی ہے تجارت میں دولتمند کرتی ہے زراعت میں پھل دیتی ہے۔ سب علم ہنر و فن صنعت میں برکت دیتی ہے

(۲۰) امیر دولت مند غریب مفلس

کیا خدا کا فضل و کرم اس شخص کے حال پر ہے کہ جو دولت مال سے مالا مال ہے اور اس کے ساتھ دل ایسا نیک رکھتا ہے کہ وہ ساری بھلے کاموں میں دولت خرچ کرنی اچھے طور سے جانتا ہے۔ وہ دولت کو دیکھ کر اس لئے خرم و شادان ہوتا ہے کہ اس کے طفیل سے سارے کار خیر کر سکتا ہوں مفلسوں کو افلاس کی تکلیف سے چھٹا سکتا ہوں زیر دستوں کو زبردستوں کے جبر سے رہائی دلا سکتا ہوں۔ وہ اسی فکر میں رہتا ہے کہ کوئی موقع رحم کا ملے۔ وہ ڈھونڈتا پھرتا ہے کہ کوئی محتاج ملے کہ اس کی حاجت روا کروں وہ مصیبت زدوں اور آفت کے ماروں کی تسلی میں اپنی دولت عقل مندی کے ساتھ خرچ کرتا ہے اس سے کوئی اپنی نمود اور شیخی نہیں چاہتا اہل علم و ہنر کی قدر افزائی انعام اکرام سے کرتا ہے وہ دل سے خواہاں ہوتا ہے کہ میری دولت و مال سے علم و ہنر کی ترقی ہو۔ وہ ہزاروں آدمیوں کو کام پر لگاتا ہے تاکہ ملک دولت مند ہو۔ وہ امور خیر کے بڑے منصوبے بندی کر کے ان کی کارخانے جاری کرتا ہے اور جو ایسے کار خیر کرتے ہیں ان کا مددگار ہوتا ہے اپنے ہمسایوں کے لئے دستر خوان فراخ کرتا ہے وہ ان کو کبھی دھوکہ فریب نہیں دیتا دولت اس کے دل کے

ارمان سخاوت و فیاضی کے نکالتی ہی۔ اس لئے خوشی کے مارے پھولا نہیں سماتا۔ ایسا خوش ہونا اس کا بیجا نہیں بجا ہی۔ سب سے زیادہ افسوس کے قابل اُس شخص کا حال ہی جو دولت فقط اس لئے جوڑتا ہی کہ اسکی مالک ہونے سے خوش ہو۔ دولت کی محبت اُس کا دل وہ سخت کردیتی ہی کہ اپنے بھائی کے برباد ہونے سے خوش ہوتا ہی یتیموں کے آنسوؤں کو دودھ سمجھتا ہی۔ بیواؤں کی آہ و فغاں کو نغمہ سرائی جانتا ہی غریبوں کو تنگ کرتا ہی۔ ان کی محنت و مشقت پر رحم نہیں کرتا۔ غرض ایسا وہ سنگدل ہوتا ہی کہ کسی کی رنج و مصیبت کا اثر اُس کے دل پر نہیں ہوتا۔ مگر ایسی دولتمندی خود اُسی پر لعنت کرتی ہی۔ اُس کے لئے خود بلائیں خریدتی ہی وہ اپنے پاؤں میں آپ کلہاڑی مارتا ہی کہ ہمیشہ اُس کو خوف میں رہنا پڑتا ہی افلاس کی مصیبتیں کیسی سوہان روح معلوم ہوتی ہیں مگر مفلس کو اپنی تسلی یوں دینی چاہیئے کہ کون سی چیز آرام و راحت اور خوشی کی ہی جو مجھے نہیں حاصل ہی۔ کیا میں جو پانی پیتا ہوں اُس میں لذت نہیں یا سوکھی روکھی روٹی جو میں کھاتا ہوں کیا اُس میں مزہ نہیں اُسکو شکر سمجھنا چاہیئے کہ اُس کو اپنے اس کھانے پینے میں وہ مزہ آتا ہی جو امیروں کو اپنے خوان پر الوان میں نہیں آتا۔ اُس کے دسترخوان پر مفت خور خوشامدیوں کی بھیڑ بھاڑ نہیں نوکروں کی کثرت کی کلفت نہیں۔ سائلوں کا غل شور نہیں اگر امیروں کو بہت سی نعمتیں میسر ہیں تو مجھے بھی ایک تندرستی کی نعمت ایسی حاصل ہی کہ یک تندرستی ہزار نعمت مشہور ہی محنت مشقت اگر میں کرتا ہوں تو اُس کے معاوضہ میں کیسی اچھی عمدہ نعمت صحت کی پاتا ہوں اس محنت کے بعد اُس کو خواب کی وہ لذت آتی ہی کہ امیروں کو محبوبوں کی بزم میں خواب میں بھی نہیں دکھائی دیتی۔ امیروں کی احتیاجیں زیادہ ہوتی ہیں غریبوں کی احتیاجیں تھوڑی اور محدود ہوتی ہیں۔ اس لئے غریبوں سے زیادہ غنی محتاج ہوتے ہیں (آنانکہ غنی ترند محتاج ترند) بس غریب آدمیوں میں ساری دولت کا عوض قناعت سے ہو جاتا ہے دولت سے زیادہ قناعت لطف دیتی ہی۔ بس دولتمند کو اپنی دولت پر گھمنڈ کرنا نہیں چاہیئے اور مفلس کو اپنی مفلسی پہ دلگیر ہونا نہیں چاہیئے۔ خدا وہ عادل ہی کہ اُس نے امیر و فقیر سب کو انصاف سے خوشی و راحت دی ہی

(۲۱) عاقل و جاہل

خدا تعالیٰ کے خزانوں کے بڑی قیمتی بخششیں دانش و حکمت ہیں خدا خود اُن میں سے اپنی مرضی کے

موافق جتنا حصہ چاہتا ہی ہر انسان کو دیتا ہی + اگر تجھ کو اللہ تعالیٰ دانش عطا کری اور تیری دل کو نور حکمت سی منور کری تو نادانوں کی تعلیم میں اور داناؤں کی ترقی میں اُس کو صرف کر داناؤں کو اپنی بیحد دانائی پر وہ فخر و ناز نہیں ہوتا جو نادانوں کو اپنی نادانی پر داناؤں کو اکثر باتوں میں شبہ ہوتا ہی اور وہ اپنے خیالات بدلتے رہتے ہیں مگر نادان ایسا ہٹیلا ہوتا ہی کہ وہ اپنی کسی بات میں شبہ نہیں کرتا۔ وہ سب چیزوں کو جانتا ہی۔ مگر اپنی جہالت و نادانی کو نہیں جانتا۔ جو تہی مغز غرور کرتے ہیں اُن سے نفرت ہوتی ہی۔ انکی باتوں پر تو حماقت کو بھی ہنسی آتی ہی۔ مگر نادانوں کی گستاخیوں کا دانا تحمل کرتا ہی اور وہ اُن کی بیہودگیوں پر دل سے افسوس کرتا ہی۔ تم اپنی خود پسندی پر بھولو نہیں اپنی خوش فہمی کی شیخیاں نہ بگھارو کب یہ باتیں انسان پر پھبتی ہیں اسکا جو سب سے زیادہ گراں بہا علم ہے وہ نادانی اور بے بصیرتی ہی۔ دانا اپنی نقصانوں اور عیبوں کو دیکھ دیکھ کر فروتنی اختیار کرتا ہی۔ مگر نادان اپنے دل کی اوتہلی دہارکی تہ میں کنکر اور ٹھیکریاں پڑی دیکھ کر جی میں خوش ہوتا ہی اور ان کو نکال کر باہر لاتا ہی اور موتیوں کی طرح دکھاتا ہی بھائی بند انکی تعریف کر دیتے ہیں تو پھر خوشی کے مارے پھولا نہیں سماتا وہ ایسا کم ظرف ہوتا ہی کہ ذرا ذرا سی باتوں پر فخر کرتا ہی اور شیخیاں مارتا ہی کہ جن چیزوں میں جہالت کا ہونا بڑی شرم کی بات ہی انکو وہ سمجھتا بھی نہیں۔ اگر وہ دانائی کے رستہ میں چلتا بھی ہی تو وہاں بھی نادانی کے لئے محنت کرتا ہی اور اس محنت کی اجرت میں مایوسی محرومی شرمندگی ملتی ہے دانا اپنے دل میں خرمن دانائی جمع کرتا ہی۔ علم و ہنر کی ترقی اسکی خوشی ہوتی ہے رفاہ عام اور بہبود انام کی کتاب کا مطالعہ کرنا اُس کا مقصد حیات ہوتا ہی اسکو وہ اپنی عزت سمجھتا ہے۔ نکوکاری کو اپنا بڑا علم جانتا ہے +

(۲۲) شادی و غم۔

تم ایسی خوشی میں نہ آؤ کہ آپے سے باہر ہو جاؤ اور خرمستیاں کرنے لگو۔ نہ تم ایسے غمزدہ ہو کہ تمہارا دل غم کے بوجھ سے دب جائے۔ اس دنیا میں نہ کوئی ایسی راحت ہی کہ جسکی خوشی میں تم پھولے نہ سماؤ نہ کوئی ایسی مصیبت ہی کہ جسکی سختی تلے تم پس جاؤ۔ اپنے اعتدال کے ترازو کے پلڑی کو نہ اوپر چڑھاؤ

نہ پہنچ جاؤ۔ سامنے دیکھو کہ کیا ایک حویلی خوشنما بنی ہوئی ہی کیسے کیسے نقش و نگار بنے ہیں۔ اُس کی باہر کی طرف چمک رہی ہیں عیش و نشاط کی آوازوں سے ہمیشہ گونجتی رہتی ہی۔ اُسکے دروازہ پر ایک پاتُر کھڑی ہی سب رستے کے چلنے والوں کو بلاتی ہی اُن کے آگے گاتی ہی تالیاں مارتی ہی قہقہے لگاتی ہی کبھی چپ نہیں رہتی ہی کہتی ہی کہ میرے گھر کی چھت کے نیچے جو مسرت و انبساط زندگانی ہی وہ دنیا کے پردہ پر کہیں اور نہیں۔ تم اندر جاؤ اور زندگی کے لطف و مزے اڑاؤ۔ مگر خبردار کہیں تم اُس کے کہنے میں آجانا اور اُسکے دروازہ میں قدم نہ رکھنا۔ بلکہ جو لوگ اُس کے گھر میں آتے جاتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ ہم عیش و نشاط کے فرزند ہیں اُن کے سایہ سے بھاگنا گو وہ زندہ دل اور خوش طبع معلوم ہوتے ہیں اور چہرہ پر اُن کے ہنسی ہوتی ہی۔ مگر اُن کے سارے کاموں میں نادانی اور دیوانگی موجود ہوتی ہی شرارت نے اُن کے ایک ہاتھ کو دوسرے ہاتھ سے باندھ رکھا ہی۔ اُن کے پاؤں بُری راہ میں چل رہے ہیں وہ سب طرف سے خوف میں گھِرے ہوئے ہیں ان کے پاؤں تلے ہلاکت کا گڑھا جما ہوا لئے ہی اب ذرا دوسری طرف دیکھو ایک کھنڈ ہے وہاں درختوں کے اندر بالکل آنکھوں سے چھپا ہوا ایک گھر سا ہی۔ اسکی کدبانو غم ہے جو ہمیشہ منہ سے نالہ و فغان کرتی ہی اور چھاتی سے لمبی لمبی سرد آہیں نکالتی ہی۔ اسکو انسان کے دکھ درد کے بیان سے خوشی ہوتی ہی وہ آدمیوں پر جو روزمرہ حادثات گذرتے ہیں اُنکو دیکھتی ہی اداس ہوتی ہی۔ ہر وقت اُسکے ہونٹوں پر انسان کی بے کسی و بے بسی اور شرارت کا وظیفہ جاری رہتا ہی وہ سمجھتی ہی کہ ساری مخلوق غم و رنج سے معمور ہے۔ جو چیز اُس کو نظر پڑتی ہی وہ اُس کو اپنی ہی طرح غمزدہ معلوم ہوتی ہی رات دن رونے پیٹنے کی آوازوں سے اس کا گھر بھرا رہتا ہے کوئی اسکے گھر کے پاس نہیں پھٹکتا۔ وہاں غم مرض متعدی بن رہا ہی۔ اگر تو وہاں گیا تو تیرے باغ زندگی کی ساری پھل جھڑ جائینگے اور کھلی ہوئے پھول مرجھا جائیں گے۔ کہیں ایسا نہ کرنا کہ شادی کے عشرت کدہ سے دامن بچا کر دوسرے چلے جاؤ کہ رنج کے غمکدہ کے نزدیک جا پہنچو کنوئیں سے بچو کھائی میں گرو۔ تمکو چاہئے کہ ان دونوں گھروں کے درمیان جو رستہ ہو اُس پر اعتدال کے ساتھ بڑی احتیاط سے چلو وہ تمکو گوشہ عافیت میں پہنچا دیگا۔ جہاں طمانیت سلامتی قناعت رہتی ہی وہ مسرت ناک ہے مگر نمائشی نہیں وہ سنجیدہ ہے مگر

بھلا کیسا نہیں دُنیا کی شادی وغم کو خوب غور کر کے ایک نظر سے دیکھتا ہے ذرا بلندی پر چڑھ کر دیکھ یا یہیں سے نظر کر تجھ کو حمایتیں و آفتیں دو طرح کے آدمیوں کی نظر آئینگی ایک وہ جو اپنے دل کی خوشی اور مسرت کے لئے ان صحبتوں میں بیٹھے ہیں جو رندانہ نشاط اور اوباشانہ انبساط سے بھری ہوئی ہیں دوسری جو رنج و مصیبت کی بلاؤں میں ایسے مبتلا ہیں کہ مالیخولیا ہو گیا ہے اور رات دن وہ دُنیا کی مصائب اور تکالیف کی شکایت میں سر پیٹتے ہیں تجھے دونوں پر رحم آئیگا۔ کہ وہ غلط راہوں میں گمراہ پھر رہے ہیں اور بیراہ چلنے کی تکان سے اُن کے پاؤں لڑکھڑائے جاتے ہیں *

(۲۴) امید و خوف

گلاب کی کلیوں سے زیادہ مہک اُمید کی آسوں میں ہے مگر خوف کی دھمکیاں بھی وہ غضب کی ہیں کہ دل کو دہلا دیتی ہیں۔ لیکن تم نہ اُمید کے بھُلاوے میں آؤ۔ نہ خوف کے ڈراوے میں اپنے ساری کاموں میں ان دونوں کو دل کی آنکھ سے ایک نظر سے دیکھو۔ موت کا ڈر سب سے بڑا ہے۔ مگر جو نیک کردار ہے اور گناہ نہیں کرتا اُس کو موت کا کیا ڈر ہے ؎ آنرا کہ حساب پاک ست از محاسبہ چہ باک ہ جب کاموں کو کرو اُن میں عقل سے مشورہ لے لو کہ وہ تمہارے دل کو کیا یقین دلاتی ہے۔ اگر تم اپنے کام میں کامیابی سے مایوس ہو گئے تو ضرور ناکام رہو گے۔ بیہودہ خوفوں سے دل کو نہ ڈراؤ۔ اور خیالی خوفوں کا آسیب سر پر نہ چڑھاؤ۔ جو خوف کھاتا ہے وہ اپنے تئیں تکلیف پہنچاتا ہے جو امید رکھتا ہے وہ اپنے تئیں مدد پہنچاتا ہے۔ جب شتر مرغ کے پیچھے کوئی پڑتا ہے تو وہ دہشت کے مارے اپنے مُنہ کو ریت میں چھپاتا ہے اور جسم کی خبر نہیں رکھتا۔ ایسا ہی ڈرپوکوں کا حال ہے کہ وہ دہشت کے مارے اپنے تئیں جوکھوں میں ڈال دیتے ہیں مایوسی کے سبب سے تم ایک بات کو ناممکن جاننے لگتے ہو لیکن اگر سعی و کوشش استقلال سے کرو تو ساری مشکلیں سہل ہو جائینگی اور کام بن جائیگا۔ احمق تو امید کی خوشامد کے دم میں آجاتے ہیں مگر عاقل اسکی نہیں سُنتی کہ کیا بکتی ہے تم اپنی تمام آرزوؤں میں عقل کو ساتھ رکھو اور کوئی آرزو ایسی نہ کرو کہ جسکے بر آنے کی اُمید قوی نہ ہو اور وہ امکان کے احاطہ سے بری ہو۔ تم سب اپنے کاموں میں کامیاب ہوگے اور مایوسی کے رنج نہ اُٹھاؤ گے۔

(۲۳) پرہیز

قبر میں جانے سے پہلے مسرت سے قربت ہم کو اس سے زیادہ کسی طور سے نہیں حاصل ہوسکتی کہ ہم اپنے عقل خداداد اور صحت سے لطف و مزے اٹھائیں اگر یہ دو نعمتیں ہم کو نصیب ہوں تو انکو بڑھاپے تک قائم رکھو اور لذات بہیمی کے بہکاوے میں نہ پھسلو۔ شہوت پرستی سے کوسوں بھاگو شہوت نفسانی ایک بڑا دستر خوان پر تکلف بچھاتی ہے۔ اور طرح بطرح کے نفیس و لطیف کھانے اسپر چنتی ہے۔ بلوریں پیالوں میں شراب کے رنگ چمکاتی ہے۔ جسکے دیکھنے سے ہماری رال ٹپک پڑتی ہے اور پھر ایک ادا و انداز سے بلاتی ہے اور مسکرا کر قسمیں دلاتی ہے کہ ان نعمتوں کو نوشجان کرو اور عیش زندگانی سے محظوظ ہو۔ یہ وقت تمہارے لئے بڑا نازک خطرناک ہوتا ہے اپنی عقل کو صحیح سلامت تمکو رکھنا چاہئے اگر تم اس اپنی عقل کے دشمن کے دھوکے اور فریب میں آگئے تو تم ایسے نامعلوم دغا باز کے بس میں ہو گئے جو تم کو دشمن کے ہاتھ میں ہلاک ہونے کے واسطے حوالہ کر دیگا خوب سمجھ لو کہ جن خوشیوں کا وہ وعدہ کرتی ہے وہی تمہاری دیوانگی کی صورت میں بدل جائینگی وہی اسکے مزے تم کو بیمار ڈالینگے۔ موت کے قریب پہنچا وینگے جو لوگ اس پر فریفتہ ہوکر اور اسکے اغوا میں آن کر دستر خوان کے مہمان بن کر بیٹھ گئے ہیں ان سب کے چہروں کو دیکھو کہ ان میں بیماری اپنی جھلک دکھا رہی ہے اور ان کو بودا اور کم ہمت بنا رہی ہے وہ ان کے اشتہاؤں کو خراب کرتی ہے وہ اسی کی نعمتوں کے مزوں سے محروم ہو جاتے ہیں۔ جو لوگ اسکے پجاری ہیں وہ خود بھینٹ میں بلدان ہو جاتے ہیں۔ جو شخص خدا کی نعمتوں کو جس طور سے ان کو کام میں لانا واجب ہے۔ نہیں لاتا ہے وہ خود ان کے بے طور کام میں لانے کے ساتھ ہی سزا پاتا ہے۔ یہہ کیا اچھا خدا کا قانون عدالت ہے سامنے دیکھو کہ تمہارے میدان میں ایک عورت نازک رفتار سے ہنستی اور گاتی چلی آتی ہے جس کے رخساروں میں گلاب کی رنگت چمک رہی ہے اسکی چشم حیا پرور عصمت آگین میں مسرت بھری ہوئی ہے اس کے ہونٹوں میں صبح کی کیفیت دم بھر رہی ہے سمجھے تم یہ کون ہے۔ اس کا نام تندرستی ہے۔ اسکے باپ کا نام ورزش ہے

اور اس کی ماں کا نام پرہیز ہے۔ اسکی اولاد سین چین ہو۔ یہ پہاڑ ملک چین میں ہی جہاں بہادر
آدمی رہتے ہیں) بڑی قوی بہادر دلیر چست چالاک بستی ہے۔ اور اس شجاعت کے
ساتھ اپنی بہنوں کی جسامت اور خوبیاں بھی رکھتے ہیں اُن کے پٹھوں میں قوت ہے۔ اُن کی ہڈیوں
میں طاقت کا گھر ہے۔ دن بھر محنت کرنا اُن کی مسرت ہے۔ باپ کے کاموں کا کرنا اُن کی بھوک کو
بڑھاتا ہی پھر ماں اُن کو ناشتہ کھلاتی ہے تنومند بناتی ہے۔ لذا بدیہی سے لڑنا اُن کی خوشی ہے۔
بُری عادتوں پر فتح پانا اُن کی شان وشوکت ہے۔ اِن کی خوشیاں معتدل ہیں اُنکی مستقل ہیں
اِن کا آرام تھوڑا ہے لیکن بےخلل ہے اِن کا خون صاف ہے۔ اِن کا دل مطمئن ہے اس لئے طبیب انکے
دروازہ کے اندر گھسنے نہیں پاتا +

لیکن نہ سلامتی بنی آدم کے ساتھ رہتی ہے۔ نہ اطمینان اُن کے دروازہ کے اندر رہتا ہے ادھر
سے اُس پر خوف وخطر حملہ آور ہوتا ہے۔ اودھر اُس کے اندر ایک دغاباز بیٹھا اُس سے دغا کر کے
دشمن کے حوالہ کرتا ہے۔ اُس کی صحت اسکی قوت جسامت اسکی شوخی وچالاکی یہ سب مل کر اُس کے دل میں
ہوسناک محبت پیدا کرتے ہیں۔ یہ محبت معشوق ہی اپنے مکان میں بیٹھی ہے۔ خوش اخلاقی سے
لوگوں کو بلاتی ہے ترغیبوں کا جال بچھاتی ہے وہ بڑی نازک اندام ہے۔ لباس اس کا دلکش و
دل آویز ہے۔ پر اس کی آنکھوں میں شوخیاں باتیں کر رہی ہیں اسکی چھاتی پر اشتعال دنیا بیٹھا
ہوا اپنا کام کر رہا ہے۔ وہ اپنی اُنگلیوں سے اشارے کرتی ہے۔ اپنے چہرہ سے دلوں کے پیچھے غم
لگاتی ہی۔ اپنی نرم کلامی سے لوگوں کو غلامی کے جال میں پھنساتی ہی۔ خبردار خبردار تم اس کے بہکانے
میں نہ آجانا۔ اس سے بھاگنا۔ اس کی غلامی سے اپنے کانوں کو بچانا۔ اگر کہیں اس کی چشم بیمار نے تم کو
اپنا بیمار بنالیا اس کی نرم آواز تمھاری دل پر کارگر ہو گئی اور اس کے بازو تمھاری گلے کے ہار بن گئے
تو اُس نے اپنی زنجیر میں تم کو بالکل اسیر کر لیا۔ پھر اسیری کے ساتھ شرمندگی۔ بیماری مفلسی فکر و تردد
ندامت وافسوس موجود ہیں۔ رنگ رلیوں نے ضعیف کر دیا۔ عیش وعشرت نے سیر کر دیا۔ سستی نے
نازک کر دیا۔ طاقت تمہارے اعضا سے طاق ہو گی صحت تمہاری بدن سے بھاگے گی۔ زندگی کے

دن تھوڑے ہو جائینگے - اور اُن میں رنج اور تکلیف ایسی پیش آئینگے کہ ان تھوڑے دنوں کا کاٹنا بھی دشوار ہوگا - ایسے بے عزت ہو جاؤگے کہ کسی کو تمہارے حال پر رحم بھی نہیں آئیگا +

(۲۵) قناعت

ای بندۂ خدا تو اس بات کو کبھی دل سے نہ بھلا کہ اس حکیم دانا نے کہ جسکی ابتدا ہی نہ انتہا ہے اپنی دانائی سے تیرے رہنے کے واسطے زمین مقرر کی ہے وہ تیرے دل کے سارے حال سے واقف ہے وہ تمام تیری بیہودہ آرزوؤں کو جانتا ہی اپنے رحم کے سبب تیری آرزوؤں کو پورا نہیں کرتا لیکن اُس نے اپنی فیاضی سے چیزوں کی خلقت و فطرت الٰہی بتائی ہے کہ اُن میں معقول آرزوؤں کو اور سچی کوششوں کو غالباً کامیابی ہوتی ہے - تیرے دل میں جو اضطراب پیدا ہوتا ہے اور تو جو اپنے نصیب کو روتا ہے اگر تو اسکی اصل دیکھی جس سے وہ اضطراب پیدا ہوا ہے تو تیری خود حماقت - غرور پریشان خیالی ہے تو تقدیر الٰہی پر نہ بڑبڑا اور اُس کو برا بھلا نہ کہہ بلکہ اپنے دل کو درست کر - یہ اپنے دل میں نہ سوچ کہ اگر میری پاس دولت - حکومت - فراغت ہوتی تو میری خوشی و بہبود ہوتی - جنکو یہ باتیں حاصل ہیں انکے ساتھ بھی خاص تکلیف و رنج لگے ہوئے ہیں مفلس آدمی دولت مندوں کے فکروں اور ترددوں کو نہیں دیکھتے - وہ اہل حکومت کی دشواریوں اور وقتوں کو نہیں جانتے اہل فراغت کی تکان طبیعت کو نہیں سمجھتے - اس لئے وہ اپنے نصیب کو روتے ہیں کہ ہمکو یہ نعمتیں نہیں حاصل کسی شخص کو ظاہرا خوش حال دیکھہ کر اُس پر حسد نہ کرو اس لئے کہ اُس کے باطنی رنجوں کو نہیں جانتے بڑی دانائی یہی ہے - کہ آدمی راضی رہے تھوڑا کھائے سکھہ سے رہے جو شخص اپنی دولت زیادہ کرتا ہی وہ اپنے فکر و کو بڑھاتا ہے قانع کا دل ایک گنج مخفی ہوتا ہے جس کو رنج کبھی نہیں پاسکتا - اگر دولت تجھ کو پھسلا کر تیری عدالت - سخاوت - حیا - اعتدال کو چرا کر تجھ سے نہ لے جائے - تو تجھ کو دولت ناخوش نہیں کر سکتی - بس تو خوب جان لے کہ انسان کی قسمت میں چین آرام کا جام صافی پینا نہیں لکھا کہ جسمیں دُردی و تلخی نہ ہو - خدا تعالیٰ نے نیکی کو ایک دوڑ کا چکر بنا دیا ہے اور اُس میں خوشی و بہبود کو شرط جیتنے کی حد مقرر کی ہے - بس جبتک اس چکر کو

دور کر نہیں کاٹے گا۔ اُس حد معینہ پر نہیں پہنچیگا۔ دولت سرائے ازلی میں تاج سر پر نہیں رکھا جائیگا

(۲۶) عاقبت اندیشی۔

عاقبت اندیشی کی باتیں کان لگا کر سنو۔ اُس کے صلاح و مشوروں کو مانو۔ دل میں اُنکو جمع کر رکھو۔ اُسکے مسائل تمام کاملیہ ہوتے ہیں ساری نیکیوں کا وہی مرجع و مرکز ہے وہی انسان زندگی بسر کرنے کے واسطے رہ نما اور فرماں روا ہے تم اپنی زبان کو لگام دو۔ ہونٹوں کے آگے محافظ بٹھاؤ۔ ایسا نہ ہو کہ منہ سے کوئی بات بیڈھنگی نکل جائے کہ جس سے دل کے چین و آرام میں خلل آئے بہت بک بک نہ کرو اس سے ندامت ہوتی ہے۔ خاموشی میں سلامتی ہے بکواسی مجلس کو تکلیف پہنچاتا ہے۔ کانوں کے رستے سے بھیجا نکالتا ہے وہ الفاظ کا ڈھیر لگا رہا ہے کوئی بات نہیں کر سکتا لنگڑے کی کبھی ہنسی نہ اڑاؤ۔ تم خود ہی کھڑے نہ ہو سکوگے۔ اوروں کی برائیاں اور عیوب خوشی خوشی نہ بیان کرو۔ تم کو اس سبب سے اپنے عیب بہت تلخی کے ساتھ سننے پڑینگے تلخ ہنسی دوستی کے حق میں زہر ہے جو شخص اپنی زبان کو روک نہیں سکتا وہ تکلیف پاتا ہے۔

اپنے مناسب حال تمام اسباب آسایش و آرام اپنے لئے جمع کرکے جتنا خرچ کا مقدور ہو اُس سے کم خرچ کر۔ یہ نوجوانی کی عاقبت اندیشی بڑھاپے میں کام آئیگی۔ تو اپنے کام میں دل و جان سے مصروف ہو۔ انتظام و سلطنت کے کام حاکموں پر چھوڑ (تجھے پرائی کیا پڑی تو اپنی نبیڑ) تو اپنے دل بھلانے کی چیزوں کو بیش قیمت نہ مول لے کیونکہ ان کے مول لینے کا رنج اُس خوشی سے بڑھ جائیگا جو اُن چیزوں کے برتنے سے ہوگا۔ تونگری و ثروت کو اجازت نہ دے کہ وہ تیری دُوربینی کی آنکھوں کو نکال کر پھینک دیں اور تیری کفایت شعاری کے ہاتھوں کو اسراف سے کاٹ دیں جو اپنی زندگی میں فضول خرچی کرتا ہے آخر کو اپنی ضروری احتیاجوں کے رفع کرنے کے لئے اس کو رونا پڑتا ہے۔ اوروں کے تجربہ سے دانائی سیکھ اور اُنکی ناکامی کو دیکھ کر اپنی خطاؤں کو صحیح کر۔ جب تک تو کسی شخص کا امتحان نہ کر لے اس پر بھروسہ نہ رکھ اور کسی کو بے اعتبار نہ جان جب تک تیرے پاس کوئی وجہ اس کی نہ ہو بلے وجہ کسی کو غیر معتبر یقین کرنا خوش اخلاقی سے بعید ہے جو شخص بیجا

نزدیک دیانت دار ثابت ہو جائے تو تو اسکو ایک خزانہ سمجھ اور گو بیش بہا سے زیادہ اسکی قدر کر۔ سپاہی کا احسان سر پر نہ اٹھا و۔ اپنے احسان کے دام میں گرفتار کرکے تجھے عمر بھر ... دور اندیشی کا مقتضا یہ ہے کہ جس چیز کی کل ضرورت پڑے اسے آج نہ خرچ کر۔ جو عاقبت اندیشی سرمایہ جمع کرے اور حزم و احتیاط سے محفوظ رکھے اسکو جو کھوں میں ڈال۔ عاقبت اندیشی سے امید نہ رکھنی چاہئے کہ وہ ہمیشہ کو ایسا کامیاب رہیگی کہ جس میں خطا نہ ہو۔ کیونکہ دن کو نہیں معلوم رات کیا پیدا کریگی نہ عاقل دور اندیشی سے کامیاب ہو۔ نہ احمق نا عاقبت اندیشی سے سدا بد نصیب ناکام رہے۔ مگر ہاں احمق کو کوئی پوری خوشی حاصل ہو نہ عاقل کو کوئی پورا رنج ہو

(۲۷) رشک

اگر تمہارا دل عزت کا پیاسا ہو اور تمہارے کان تمہاری تعریف سننے کے مشتاق ہوں تو تم اپنے تئیں خاک سے جس سے تم بنے ہو۔ اٹھاؤ اور کسی ستایش کی قابل شے پر پہنچنے کا قصد کرو۔ تم تاڑ کے درخت کو دیکھو جسکی شاخیں آسمان کی طرف پھیل رہی ہیں وہ ایک ذرا سا دانہ خاک کے نیچے دبا ہوا تھا جس کام اور پیشہ کو اختیار کرو تو اُسمیں یہ قصد کرو کہ اول رہیں۔ نیک کام کرنے میں کوئی ہم سے سبقت نہ لے جائے۔ تم اپنی لیاقت کو بڑھاؤ مگر دوسرے کی لیاقت پر حسد نہ کرو اِس ارادہ سے دلی نفرت رکھو کہ بے دیانت اور نالایق تدبیروں سے ہم اپنے ہم سر رقیبوں کو نیچا دکھا دیں بلکہ اپنے تئیں اچھا بنا کر اونچا کرنے کا قصد کرو۔ یوں مخالفت کرنے سے تمہارے سر پر تاج رکھا جائیگا گو کامیابی نہ بھی ہو جو شخص نکو کاری میں رشک کرتا ہے اسکی روح اندر ہی اندر اپنی سرافرازی سے خوش ہوتی ہے وہ جی سے اپنی شہرت چاہتا ہے اور آپ ایسا خوش ہوتا ہے جیسا کہ دوڑ کے میدان میں دوڑنے والا۔ اُسکو جتنا دباؤ وہ تاڑ کے درخت کی طرح اونچا ہوتا ہے عقاب کی طرح آسمان میں بلند پروازی کرتا ہے۔ اور آفتاب پر اپنی نگاہ رکھتا ہے۔ رات کو بھی وہ خواب میں کاملین روزگار کو دیکھتا ہے اور دن کو انکی تقلید کرنے سے خوش ہوتا ہے۔ وہ بڑی بڑی ارادے اور عزم کرتا ہے اور اُن ... انجام دینے سے مسرور ہوتا ہے اسکی شہرت دنیا میں اس سرے سے اُس تک

ہوجاتی ہے لیکن حاسد کا دل تو کڑوا زہر ہلاہل ہوتا ہی اُسکا مُنہ زہر اگلتا ہی۔ ہمسایہ کی کامیابی
اُسکی جان پر صدمہ پہونچاتی ہے وہ اپنے گوشہ میں بیٹھا ہوا جلا کرتا ہی۔ جو شے اوروں کی بھلائی
کے لئی ہی وہ اُسکی بُرائی کے واسطے ہی جو اوروں کی خوشی ہے اُسکا رنج ہی۔ عداوت۔ کینہ وری اُسکی
دل کو کھائے جاتی ہی وہ کسی طرح چین سے بیٹھتا ہی نہیں اُس کا دل نیکی ہی دُور رہتا ہی وہ اپنے
ہمسایہ کو بھی رہزن ہی سا سمجھتا ہی جو کوئی اُس سے برتر ہے وہ اُسسے دل میں جلتا ہی وہ اوروں کے
بھلے کاموں کو بُرا بنا کر کہتا ہے وہ اوروں کی تاک میں بیٹھا رہتا ہی اوروں کے لئے بُرائی
سوچتا رہتا ہی آدمیوں کی نفرت بھی اس کے پیچھے پیچھے ساتھ چلتی ہے وہ اسی طرح مسلا
جاتا ہے جیسے مکڑی اپنے جالے میں

(۲۸) انکسار

انسان کی کیا حقیقت ہے کہ وہ اپنی دانائی پر گھمنڈ کرکے اپنی لیاقت و استعداد پر فخر کری
عاقل ہونے کی پہلی منزل یہ ہی کہ آدمی اپنے تئیں جاہل جانے گو اور آدمی اپنے نزدیک اُسکو احمق
نہ جانیں مگر اُسکو اپنے خیال سی اس حماقت کو دُور رکھنا چاہیئے کہ میں عاقل ہوں دانائی کو شائستہ
کام ایسے آرایش دیتے ہیں جیسے حسین عورت کو خوش لباسی۔ سچے منکسر کی تقریر جو عمدگی
دیتی ہی۔ اسکا شک آلود بیان غلطیوں کی اصلاح کرتا ہی۔ سچا عاقل ایسا منکسر ہوتا ہی کہ اُسکو
اپنی دانائی پر اعتماد کلی نہیں ہوتا اس لئی وہ دوستوں سے صلاح و مشورہ لیتا ہی اُنکو جانچتا
اور آزماتا ہی اور اُن سی فائدہ اُٹھاتا ہی۔ وہ اپنے کمالات کے یقین کرنے میں سب سے پچھلا
آدمی ہوتا ہے اُسکی دانائی پر خاکساری و کسر نفسی اپنا سایہ ڈال کر ایسی زیبائی
بڑھاتی ہی جیسے نقاب حسینوں کے چہرہ پر پڑکر اُنکی رعنائی کو آرایش دیتا ہی اس کے برخلاف
مغرور آدمی۔ یا وہ گوئی کرتا ہی۔ زرق و برق لباس پہن کر بازاروں میں اتراتا پھرتا ہی
اودھر اودھر غرور کی آنکھوں سے دیکھتا ہی اوروں کی تعظیم و آداب پر خیال نہ کرتا ہی نہ بیچارے
غریبوں کا وہ سیدھی طرح سلام لیتا ہے سلام کے جواب میں کبھی ابرو کا اشارہ ہوتا ہی کبھی

سر ملتا ہی وہ اپنے سے ادنےٰ آدمیوں سے بُری طرح پیش آتا ہی۔ اُن کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ اس کا عوض یہ ملتا ہی کہ جو اس سے برتر ہوتے ہیں وہ اُسکی عزت نہیں کرتے اسکی حماقت پر ہنستے ہیں وہ فقط اپنی رای پر بھروسہ رکھتا ہے اور ونکی رائے کو ذلیل و حقیر جانتا ہے اس سے وہ سرگرداں و پریشاں ہوتا ہے وہ اپنی بلند خیالی میں پھولا نہیں سماتا۔ اُسی بات سے خوش ہوتا ہی کہ سارے دن اُسکی تعریف ہوا کرے و اُسکا ذکر ہردم رہے یہ خوشامدیونکی تعریفونکی تھپکیاں مارتا ہی خوشامد اُسکی ہنسی لگاتی ہیں ❊

(۲۹) سوچ بچار

اپنے سے آپ باتیں کرکے خوب اس بات کو سوچ بچار کہ کیوں تو پیدا کیا گیا ہی؟ تو اپنی قوتوں کو سوچ۔ تو اپنی احتیاجوں کو بچار۔ تو اپنے تعلقات کو دھیان کر۔ اس سے تجھ کو اپنی زندگی کے تمام فرائض معلوم ہو جائیں گے اور وہ تجھ کو تمام زندگی کے طریقوں میں رہنمائی کرینگے۔ تو جبتک اپنے الفاظ کو خوب سوچ نہ لے اور اُن کو جانچ نہ لے منہ سے نہ نکال جبتک تو اپنے ہر قدم کو جو چلے یہ نہ دیکھ لے کہ وہ کس طرف تجھے لیجانے کا میلان رکھتا ہی تو کسی کام میں پیش قدمی نہ کر۔ اس سے ذلت و خواری تجھ سے دُور بھاگیگی۔ شرمندگی تیری گھر سے بیگانہ رہے گی۔ ندامت و توبہ کبھی تجھ سے ملنے نہ آئینگے۔ چہرہ پر غم و اندوہ کا سایہ نہیں پڑیگا غافل آدمی اپنی زبان کو لگام نہیں دیتے۔ اناپ سناپ جو بات منہ پر آئی بک دیتی ہیں وہ اپنی قوتوں کے خیال میں پھنس جاتے ہیں۔ جو لوگ بے سوچے سمجھے کام کر بیٹھتے ہیں اور مآل کار کو نہیں سوچتے ہیں اُنکا حال ایسا ہی جیسے کہ کوئی بھاگتا چلا جاتا ہو اور رستہ میں خندق آجائے وہ وہ اُسے پھلانگ جائے اور دوسری طرف ایک گڑھے میں جا پڑے جس کو اُسنے دیکھا نہیں تھا بس تو سوچ بچار کی آواز پر خوب کان لگا کر سُن اُسکی باتیں دانائی کی ہیں اُسکی راہیں تجھے حق اور سلامتی تک پہنچاوینگے۔

(۳۰) محنت

جو دن گذر گئے وہ ہمیشہ کو گئے پھر نہیں آتے (گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں) پس یہ جو زمانۂ حال ہی اُس میں اپنا کام کرنا چاہئے۔ زمانہ ماضی کا افسوس چھوڑو۔ اور زمانہ استقبال پر زیادہ بھروسہ نہ رکھو۔ جو لحظہ بالفعل ہے وہی تمہارا ہے دوسرا لحظہ آیندہ زمانہ کے پیٹ میں بیٹھا ہی۔ کیا معلوم ہے کہ وہ تمہارے آگے کیا لائے پس جس کام کا ارادہ کرو اُسکو جلدی انجام دو۔ جو کام صبح کو تمام ہو سکتا ہو اُسکو شام پر نہ چھوڑو۔ رنج کی ماں کاہلی و محتاجی ہے۔ خوشی کی ماں محنت ہے۔ محنت کا ہاتھ محتاجی کو شکست دیتا ہے۔ بہبودی اور کامیابی محنت کے ملازم ہیں اُسکے ساتھ لگے رہتے ہیں وہ کون ہے جس نے دولت کمائی؟ وہ کون ہے جس نے حکومت و قدرت حاصل کی؟ وہ کون ہی جسکو خلعت و عزت پہنایا گیا ہو وہ کون ہے جسکی تعریف ہو رہی ہے وہ کون ہے جو بادشاہوں کے مشوروں اور صلاحوں کی مجلسوں میں بیٹھا ہے؟ وہ وہ شخص ہے کہ جس نے اپنے دل کے دروازہ کے اندر کاہلی کو قدم رکھنے نہیں دیا۔ اور اُس کو اپنا سخت دشمن جانا جو شخص سویرے اٹھتا ہے اور دیر سے سوتا ہے۔ دل میں سوچتا ہے ہاتھ پاؤں سے کام کرتا ہی وہ دونو جسم و جان کو تندرست رکھتا ہے۔ کاہل آدمی تو اپنے تئیں آپ وبال ہو جاتا ہے اُس کو اپنا وقت کاٹنا پہاڑ ہو جاتا ہے۔ وہ بیزار رہتا ہے اور یہ نہیں جانتا کہ مجھے کیا کرنا چاہئے۔ اُس کا دن ایسا بے نشان گذر جاتا ہے جیسے کہ بدلی کی چھانو۔ ورزش جسمانی نہ کرنے کے سبب سے اُسکا جسم بیمار رہتا ہے۔ وہ کام کرنا چاہتا ہے مگر ہلنے کی طاقت نہیں۔ دل اُس کا تاریکی میں پڑا ہوا پراگندہ خیالات کر رہا ہے۔ وہ علم حاصل کرنا چاہتا ہے مگر اُس میں مصروف نہیں ہو سکتا وہ بادام کھانے چاہتا ہے مگر چھلکے توڑنے کی تکلیف اٹھانے سے نفرت رکھتا ہے۔ گھر میں اُسکے بدنظمی ہے۔ نوکر اُسکے سرکش۔ اُسکے مال کے ضائع کرنے والے۔ وہ تباہی اور بربادی کی طرف دوڑا چلا جاتا ہے اور اُس کو آنکھوں سے دیکھتا ہے۔ اپنے کانوں سے اُسے سنتا ہے۔ سر دھنتا ہے اور بہت کچھ جانتا ہے مگر کوئی کام مستقل اُس کے کرنے کا نہیں کر سکتا۔ یہاں تک

کہ طوفان کی طرح بربادی اس کو گھیر لیتی ہے وہ شرمندگی اور ندامت کو ساتھ لیکر قبر میں
دفن ہو جاتا ہے۔

(۱۱) غصّہ

جیسے شور کی آندھیاں درختوں کو جڑ پیڑ سے اکھیڑ کر برباد کرتی ہیں اور جیسے کہ بڑے زلزلے
زمین کی رگیں ہلاکر شہر کے شہر تہ و بالا کرتے ہیں ایسے ہی غصّہ بھی انسان کے سر پر تباہی کو
لاتا ہی اور بلاؤں اور آفات میں پھنساتا ہے۔

تو غصّے کے جوش و خروش سے بچ۔ وہ ایک باڑدار تلوار ہے کہ تیری چھاتی کو زخمی کرتی ہے یا تیرے
دوست کو قتل۔ اگر کوئی تجھے برا کہے چھیڑے تو اسکی برداشت صبر سے کر۔ اس سے تیری
دانائی ظاہر ہوگی۔ اور اگر تو اس کی یاد کو دل سے بھلا دیگا تو تیرا دل تجھ کو ملامت نہیں کریگا
تو کیا نہیں دیکھتا ہی کہ جب کوئی شخص غصّہ ہوتا ہے تو اس کی عقل جاتی رہتی ہے؟ جب تو ہوش
میں ہو تو دوسرے کا غصّہ تجھے عمدہ سبق پڑھاتا ہے۔ غصّہ کی حالت میں تو کوئی کام نہ کر جب سمندر
میں طوفان آرہا ہو تو کشتی چلانا اس میں عقل کے خلاف ہے اگر تجھے اپنے غصّہ کا مغلوب کرنا مشکل
ہو تو اسکو روک لینا ہی دانائی ہے تجھے اول چاہئے کہ تو ایسے موقعوں سے بچ جو تجھکو غصّہ دلائیں اور
اگر مجبوری تو ان میں پھنس جائے تو غصّے سے اپنے تئیں بچا جب کوئی بیوقوف سے بری طرح
مخاطب ہوتا ہی تو وہ غصّہ میں بھر آتا ہی۔ مگر دانشمند اس پر کچھ توجہ نہیں کرتا اور اس پر
ہنستا ہے اور اسے حقیر جانتا ہے۔ تو ہرگز سینہ میں کینہ نہ جمع کر۔ وہ تیرے دل کو دق کریگا
اور جن باتوں کی طرف تیرے دل کی توجہ ہے اس میں خلل ڈالیگا تو عفو کو اختیار کر انتقام
کو چھوڑ۔ تو اپنے عجز و انکسار کو نہ بھول اوروں کا قصور معاف کر۔ جو شخص انتقام کی تاک میں
بیٹھا رہتا ہی وہ اپنے ساتھ دشمنی کرتا ہی اور مصیبت کو سر پر لاتا ہی خشمناک آدمی کو نرمی کے ساتھ
جواب دینا آگ پر پانی ڈالنا ہی۔ وہ اسکے غصّہ کی حرارت کو فرو کردیگا اور دشمن ہونے کی
جگہہ دوست ہو جائیگا۔ اگر تو غور کریگا تو تجھے معلوم ہوگا کہ بہت تھوڑی چیزیں ایسی ہیں کہ

جن پر غصہ آئے مجھے تعجب کرنا چاہئے۔ جب کوئی احمق غضبناک ہو غصہ ہونا حماقت اور ضعف کی دلیل ہے۔ تو یقین جان کہ غصہ کے پیچھے پچتانا لگا ہوا ہی جیسے حماقت کے قدموں سے ندامت لگی ہوئی ہے۔ غصہ کی پیٹھ پر پشیمانی بیٹھی ہوئی ہے +

(۳۲) رحم

جیسے کہ زمین پر موسم بہار اپنے ہاتھ سے جا بجا گل بوٹے لگاتا ہے اور موسم گرما فصل کی پیداوار کو اپنی مہربانی سے کمال کو پہنچاتا ہی ایسے ہی رحم کا تبسم آفت رسیدوں اور شامت زدوں کو نعمتیں عنایت کرتا ہی۔ جو شخص دوسرے آدمی پر رحم کرتا ہی وہ اپنے تئیں عزیز و مقبول بناتا ہی جو شخص خود رحم نہیں کرتا وہ کسی رحم کا مستحق نہیں ہوتا۔ قصائی بھیڑوں کو ذبح کرتا ہی اور اسکا افسوس نہیں کرتا ہے۔ ایسے ہی ظالم جفا کار ظلم و ستم کرنے پر افسوس نہیں کرتا۔ رحم دلوں کی اشک ریزی گلوں کی شبنم ریزی سے زیادہ لطف رکھتی ہے۔ غریب تنگدست مصیبت زدوں کی گریہ و زاری کی آواز سننے کے لئے کانوں کو مت بند کر۔ بیگناہ آفت کے مارے ہوؤں کے رنج و تکلیف کے لئے دل کو تیقن نہ بنا جب کوئی یتیم تجھے پکارے۔ جب کوئی بیوہ دکھیاری قسمت کی ماری تیری مدد کے واسطے گڑگڑائے تو اسکے رنج و الم کو دور کر اور تشفی اور تسلی دے جن بیکسوں بیچاروں کی کوئی نہیں مدد کرتا تو اُن کی دستگیری کر۔ جب بازار میں تو کسی ننگے پھرنے والے کو ٹھنڈ سے ٹھٹھرتا دیکھے اور کوئی اُس کو امن کی جگہ نہ ملتی ہو تو اسکی یہ تکلیف اپنی فیاضی سے دور کر۔ جب کسی بیمار کو بستر پر روتا ہوا اور کسی آفت زدہ کو قید خانہ کے خوفوں سے لرزتا ہوا دیکھے اور کوئی سفید بالوں والا بوڑھا اپنی ضعیف آنکھوں کو تیری مدد کے لئے اٹھائے تو تجھ کو کب سزاوار ہے کہ ان رنجوں اور تکلیفوں کو دیکھ کر متاثر نہ ہو اور اُن کی حاجت روائی کے درپے نہ ہو اور اپنی فضول عیاشی و اوباشی میں چین اڑائے +

(۳۳) محبت

ہوشیار ہو ای نوجوان ہوشیار ہو کہ کہیں تو کسی شوخ۔ بیباک۔ شریر کے بہکانے سے پھسل نہ

میں آکر اپنے باپ کے احکام کو بھول جائے - بیوقوفی کا دیوانہ پن اپنے ہی سب کاموں کو تباہ کر دیتا ہے اور شوق کا اندھا پن عمارت اور برباد کر دیتا ہے - اس لئے تجھے نہیں چاہیئے کہ شریر کی تحریک ترغیب کو تو دل اپنا حوالہ کر دے - اور سحر آمیز فریب کا غلام اپنی جان کو بنا دے ابھی سے تیری نوجوانی کو گھن لگ جائیگا - گویا تیرے آفتاب کا زوال صبح سے ہی شروع ہو جائیگا مگر ہاں جب نیکی وحیا اپنے دل ستانی کو چمکاتی ہیں تو خوبصورت عورت کے حسن کا نور آسمان کے ستاروں سے زیادہ چمکنے لگتا ہے - اسکی قوت وہ جان پر اثر کرتی ہے جو آفتاب کی روشنی دل پر - اس کے سینہ کی سفیدی گل چاندنی پر غالب ہوتی ہی - اس کے لبوں کا تبسم گلستاں سے زیادہ بہار رکھتا ہے - اسکی آنکھوں میں عصمت فاختہ کی سی نظر آتی ہے راستی - سادگی - اس کے دل میں بسی جاتی ہے - اس کے بوسے شہد سے زیادہ میٹھے لگتے ہیں عرب کی خوشبوئوں سے زیادہ اس کے نفس معطر کرتے ہیں - بس تو اپنے دل کا دروازہ اس نازنین کے محبت کے لئے نہ بند کر اس کے ساتھ شغل رکھنا تیرے دل کو مقدس بنا دیگا - اور تیرے گھر کی پاکیزگی و بزرگی کو بڑھا دیگا ◆

(۴۳) عورت -

اے پیاری صورت کی محبت بھری لڑکی تو عاقبت اندیشی کی ہدایتوں کو گوش دل سے سن اور راست کرداری کے حکموں کو دل میں جگہ دے تاکہ تیری حسن سیرت کا دلوں کا تسخیر کرنا حسن صورت پر اور اضافہ ہو جائے - اور تیرا جوبن جو مثل گل ہے جب اسکی شگفتگی پژمردہ ہو جائے تو بھی مہک اس کی باقی رہی - اپنی نوجوانی کی بہاروں اور اپنے دنوں کی صبح میں تو شریر آدمیوں کی باتوں کی بڑی ہوشیاری سے سن اور انکی چکنی چپڑی نرم نرم پھسلاؤ کی باتوں پر کان نہ لگا تو اس بات کو خوب یاد رکھ کہ تو مرد کی مصاحب بنائی جائیگی اور تیری ذمی بہت سی باتونکی جوابدہی ہوگی تو اسی لئے پیدا ہوئی ہی کہ مرد کی محنت و مشقت میں مددگار رہے - تو اپنی ملائمت سے اس کی سخت تکلیفوں کو دور کرے - اس کے ترددات و افکار کا معاوضہ تو اپنی محبت

دپیار سی کری۔ وہ کون ہے جو مرد کے دل کو بس میں کر لیتی ہی؟ اور اپنی محبت کا تابع بناتی
ہی؟ اور اُس کے پریم پر راج کرتی ہی؟ وہ یہ تئی جو سامنے چل رہی ہے جس کی صورت پر شباب
اپنا رنگ دکھا رہا ہی عصمت اُس کے دل میں بیٹھی ہوئی ہی۔ حیا و شرم چہرہ پر عیاں ہے۔ اُسکے
ہاتھ کاموں کو تلاش کرتے ہیں اسکے پاؤں باہر ہرزہ گردی سے خوش نہیں ہوتے صفائی
اُسکی پوشاک ہے اعتدال و پرہیز اُسکی خوراک ہے۔ تواضع و فروتنی اُسکی عزت کا سرتاج ہی
شہد کی شیرینی اُسکے ہونٹوں سے ٹپکتی ہے نغمہ سرائی اُس کی زبان پر رہتی ہے اُسکی تمام گفتگو میں
شائستگی بھری ہوئی ہی اُسکے جوابوں میں سرتاسر راستی اور بلاغت ہی رات دن اطاعت اور
فرمانبرداری کا سبق پڑھتی رہتی ہے۔ اور اطمینان اور بہبودی اُس کا وصل رکھتی ہیں اس کے
قدموں کے تلے دُور اندیشی چلتی ہے۔ خیر و سخاوت اُسکے داہنے بازو کی طرف ملازمت کے لئے
حاضر رہتے ہیں۔ اسکی آنکھیں محبت کی پیاری باتیں کرتی ہیں مگر اُسکے ساتھ ہی فرزانگی عصا پکڑی
ہوئی ابرو پر بیٹھی ہے۔ اُس کی نکوکاری کا وہ رعب داب ہی کہ اُس کے آگے شرارت کے منہ سے
بات نہیں نکل سکتی۔ اُسکے آگے شریر گونگے ہیں جب ہمسایہ کی بدنامی ایک زبان سے دوسری زبان میں
شہرت پاتی ہی۔ تو اُسکی پاک طینتی زبان کو بولنے کی اجازت نہیں دیتی۔ ہونٹوں پر خاموشی کی انگلی
رکھ لیتی ہے۔ اسکا دل خیر و سعادت کی دولت سرای ہے۔ اس لئے اُسکو دوسری کی شرارت و بدی
کا خیال ہی نہیں ہوتا جس گھر میں وہ رہتی ہے اُس میں امن امان چین آرام و اطمینان رہتا
ہی جو وہ حکم کرتی ہی فراست و عقل سی اسکی تعمیل ہوتی ہی۔ وہ صبح کو سویرے اُٹھ کر اپنے تمام
کاموں و معاملات کو سوچتی ہے اور جو شخص جس کام کے لائق ہوتا ہے وہی اُسکے سپرد
کرتی ہے ساری خوشی اُسکی خانہ داری کے انتظام و بندوبست میں ہوتی ہی۔ اسی میں وہ
غور و پرداخت کرتی ہی۔ نفاست و لطافت کے ساتھ اُسکے مکانوں میں کفایت نظر آتی ہی
اُسکے گھر کی خوش انتظامی سلیقے کے ساتھ خاوند کی عزت کا سبب ہوتی ہی جس سے اُس کی تعریف
ہوتی ہے اُسکو وہ چپکے چپکے بڑی خوشی کے ساتھ سُنتی ہی وہ اپنے بچوں کو دانائی کی باتیں

سکھاتی ہے اور اپنی نیکیوں اور خوبیوں کو دکھا دکھا کر انکے اوضاع و اطوار بناتی ہی۔ جو بات وہ منہ سے کہتی ہے وہ بچوں کے لئے قانون کا حکم رکھتی ہی۔ وہ اسکے اشاروں میں چلتی ہیں ادہر اسنے کسی کام کو نوکروں کو کہا ادہر وہ اسکی تعمیل کے لئے دوڑی گئے سارے کام اسکے اشاروں میں پورے ہو جاتے ہیں نوکروں کی ایسی اطاعت کا سبب یہ ہے کہ قانون محبت ان کے دل میں عمل کر رہا ہے اسکی مہربانی و نوازش انکے پاؤں میں پر لگا دیتی ہے۔ وہ تونگری و ثروت کی حالت میں پھولی نہیں افلاس و مصیبت میں وہ قسمت کے زخموں کی تکالیف کو صبر سے سہتی ہے اپنے خاوند کے رنج و محن کو اپنے صلاح و مشوروں سے کم کر دیتی ہے۔ اپنی پیاری پیاری باتوں سے غم کی تلخیوں کو شیریں کر دیتی ہی۔ بڑا خوش اقبال مرد ہے جسکی بیوی وہ ہو۔ بڑی نیک بخت وہ اولاد ہے جسکی ماں وہ ہو

(۳۵) خاوند۔

خدا کا حکم ہی کہ تو بیوی کر۔ اسکو بجا لا اور گروہ انسانی کا ایک ایماندار رکن بن جا۔ بیوی کے پسند کرنے میں شتابی نہ کر۔ خوب سوچ بچار اور چھان بین کر لے اسلئے کہ اسی پسند پر تیری آئندہ زندگانی کے ساری خوشیوں کا مدار ہے۔ اگر تو عورت کو دیکھے کہ وہ بناؤ سنگار میں اپنا سارا وقت کھوتی ہی۔ لباس کے تکلف کا بڑا خیال کرتی ہی۔ اپنی خوبصورتی پر ناز کرتی ہی۔ اپنے تعریف پر عاشق ہے۔ شوخ چشمی سے مردوں پر نظر ڈالتی ہی۔ باپ کے گھر میں نہ اسکا دیدہ لگتا ہی نہ پانوں ہنستی بہت ہی۔ کلہ دراز بڑی ہی۔ تو ایسی عورت اگر حسن میں ایسی ہو جیسے کہ آسمان پر آفتاب تو بھی اسکی طرف سے منہ پھیر لے۔ اسکی جانب ایک قدم نہ اٹھا۔ اس کے خیال سے اپنے دل کو جنجال میں نہ پھنسا۔ مگر جب تو کسی عورت کو دیکھے کہ وہ عقلمند ذی شعور ہے۔ اور اوضاع و اطوار اسکے پسندیدہ و برگزیدہ ہیں غرض صورت ظاہری کے ساتھ باطنی خوبیاں بھی ایسی ہیں کہ تیری خیال میں نہیں معلوم ہوتی ہیں تو اس سے بیاہ کر کے گھر لے جا۔ وہ تیری محبوب بننے کے لائق ہے۔ وہ عمر بھر تیری مصاحبت میں

ہم اصل ہوگی۔ اُسکو ایک نعمت سمجھہ جو خدا نے تیرے لئے آسمان سے اُتاری ہی۔ اسپر وہ مہربانی اور الفت کر کہ وہ تجھے عزیز رکھنے لگے۔ وہی تیری گھر کی مالک ہی۔ تو اُس کا ایسا لحاظ وادب کر کہ تیرے نوکر اُسکی فرمانبرداری کریں جن باتوں کی طرف اُسکا میلان خاطر ہو۔ اُن سی بیوجہ نہ روک۔ وہ تیری شادی وغم میں سب طرح شریک ہی۔ اُسکی خطاؤں پر ملامت کے ساتھ خفا ہو۔ اُس سی اطاعت اپنے زور یا ظلم سے نہ کرا۔ اُسکو اپنا رازدار بنا۔ اُس سی صلاح و مشورہ لے۔ وہ کبھی تجھ کو دھوکہ و فریب نہیں دیگی۔ وہ بڑے بچوں کی ماں ہی۔ اسلئے تو اُس کا ادب کر۔ جب بیماری اور رنج اُسپر حملہ کریں تو تو اپنی ترم دلی سے اُسکا غم غلط کر۔ تیری ایک نظر التفات و محبت کی بات دس طبیبوں کے علاج سی زیادہ اُس کے دل کو شفا و آرام پہونچائیگی اور دکھہ درد سی چھڑائیگی۔ جان لے کہ بیچاری عورت کی ذات بڑی غریب ہوتی ہی۔ اُس کا جسم کمزور ہوتا ہی اُس پر سختی نہ کر اپنے نقصان اور عیبوں پر نظر رکھہ۔

(۲) مرد کو جب تک بیوی نہ ملے تو وہ آدھا آدمی ہے۔ گھر جبتک بچوں سی نہ بھرا ہو وہ قبر کی برابر ہے۔

(۳۶) باپ۔

تو جب باپ بنا تو یہ خوب سونچ لے کہ تجھے بڑی امانت اس مولود کی سپرد کی گئی ہے جس کے موجود ہونے کا تو سبب ہوا ہی۔ اُسکا پالنا پوسنا تیرا فرض ہی۔ یہ تجھی پر موقوف رکھا گیا ہی کہ تو اپنے چھاتی کے بچہ کو اپنے لئے فضل الٰہی بنا یا قہر الٰہی بنا۔ اور گروہ انسانی کے واسطے کارکن یا نکما رکن تیار کر تو اُسکی تعلیم و تربیت ابتدا ہی سے شروع کر۔ راستبازی و راست کرداری کی عادت ڈلوا۔ اُس کے میلان طبع کی نگہبانی کر۔ جب اُس میں کجی دیکھے تو نو عمری ہی میں سیدھا کردے کہیں ایسا نہ ہو کہ بری عادتیں عمر کی برسوں کے ساتھہ پختہ ہوتی جائیں پھر وہ ایسا ہو جائیگا جیسا کہ پہاڑ کے اوپر دیودار کا درخت ہوتا ہی کہ اُس کا سر جنگل کے ساری درختوں سی اونچا ہوتا ہی۔ شریر بیٹا باپ کا نام ڈبوتا ہی۔ نیک بخت سعادتمند بیٹا باپ کے سفید بالوں کی عزت بڑھاتا ہی۔ زمین تیری ہی کہیں اُسکو زراعت سی خالی نہ چھوڑیو۔ یاد رکھہ کہ جیسا بیج بوئیگا ویسا ہی پھل پائیگا

تو بیٹے کو اطاعت سکھا تو وہ تجھے برکتیں پہنچائیگا۔ اُس کو کسرِ نفسی و تواضع سکھا تو اُس کو کبھی
شرمندگی و ندامت نہیں ہوگی۔ تو اُس کو اچھا اُستاد ہونا سکھا تو وہ فائدے اُٹھائیگا۔ تو اُس کو
لوگوں کی خیر خواہی سکھا تو وہ ہر دل عزیز ہو جائیگا اُسکو اعتدال و پرہیز سکھا تو وہ تندرست
رہیگا۔ اُس کو دور اندیشی سکھا تو دولت اُس کو ہاتھ آئیگی اُس کو عدالت سکھا تو دنیا اُس کی
عزت و تعظیم کریگی اُس کو بے ریائی سکھا تو دل اُس کا اُسے کبھی لعنت ملامت نہیں کریگا۔ اُس کو محنت
سکھا تو اُس کی دولت زیادہ ہوگی۔ اُس کو فیاضی سکھا تو اُس کا دل بڑھے گا تو اُس کو علوم
فنون سکھا تو۔ اُس سے اوروں کو فائدہ پہنچے گا۔ اُس کو مذہب سکھا تو اُس کا خاتمہ بالخیر ہوگا +

(۳۷) راستی۔

سچ کی خوبصورتی پر تو جو دل و جان سے فدا ہے۔ اور اُس کی زیبائی و دلربائی کی سادگی
کو دل دے رہا ہے۔ بس تو اُس کے ساتھ وفا میں ثابت قدم رہ اور اُس کو کبھی نہ چھوڑ۔ یہ تیری نیکی کا
استقلال تیرے سر پر عزت کا تاج بٹھائے گا۔ راست باز کی زبان کی جڑ دل میں ہوتی ہے۔ اُس کی
باتوں میں ریا اور فریب کو جگہ نہیں ملتی۔ جھوٹ بولنے سے اُس کو شرمندگی ہوتی ہے اور دل میں بےچینی
پیدا ہوتی ہے۔ مگر سچ بولنے میں اُس کی آنکھ نہیں پھرتی وہ اپنی خصلت کے مرتبے کو مردانہ وار
قائم رکھتا ہے۔ ریاکاری اور مکاری کے فند فریب کے آگے جھکنے پر لعنت بھیجتا ہے۔ وہ اپنی بات میں پکا
ثابت قدم ہوتا ہے۔ وہ ڈھل مل کر پریشان خاطر نہیں ہوتا۔ سچ کہنے میں وہ کبھی نہیں جھجکتا۔ مگر
ہاں جھوٹ بولنے سے ڈرتا ہے۔ وہ کبھی زمانہ سازی اور ظاہرداری کی کمینگی نہیں اختیار کرتا۔ اُس کی
زبان کے الفاظ اُس کے دل کے خیالات ہوتے ہیں وہ بڑی فراست اور دور اندیشی کے ساتھ
کوئی بات ہونٹوں سے نکالتا ہے پہلے وہ یہ خوب سوچ لیتا ہے کہ امر حق کیا ہے۔ پھر وہ احتیاط و ہوش
سے اُس کو کہتا ہے۔ وہ دوستوں کو نیک صلاح دیتا ہے۔ آزادانہ ملامت کرتا ہے جس بات کا وعدہ
کرتا ہے اُس کا ایفا یقینی کرتا ہے۔ ریاکار کا دل اُسکی چھاتی کے اندر چھپا ہوتا ہے۔ وہ اپنی
زبان کے الفاظ کو سچ کی شباہت کے نقاب میں دکھاتا ہے۔ مگر اصل مطلب اُس کا فریب دینا ہوتا ہے

وہ غم میں ہنستا ہے۔ خوشی میں روتا ہے۔ کوئی چیز اُس کے زبان کی الفاظ کی ترجمان نہیں
ہوسکتی وہ چھچھوندر کی طرح اندھیرے میں اپنا کام کرتا ہے۔ تاریکی کو اپنا مامن جانتا ہے۔
مگر جب روشنی ہوتی ہے تو وہ سٹ پٹا کر گھبراتا ہے پھر اُس کا اصل حال کھل جاتا ہے۔ اُس کا
خاک بسر ہونا سب کو نظر آتا ہے۔ ساری عمر اُس کی بناوٹ میں اور اپنی روک تھام میں
گذرتی ہے کبھی اُس کے دل و زبان آپس میں ملتے ہیں۔ وہ بہت محنت کرتا ہے کہ اپنی خصلت کو
نیک آدمیوں کی خصلت کے مشابہ بنا کے دکھا دے مگر اُس کے ساتھ ہی وہ اپنے مکر و ریا کے
خیالات کو گود میں بٹھلا کے پیار کرتا رہتا ہے۔ وہ بڑا احمق ہے اگر وہ اپنا اصل حال مکر و
فریب کا دکھاتا تو اُس کو وہ رنج و تکلیف اٹھانے پڑتے جو اب اُس کو چھپانے میں اٹھانے
پڑتے ہیں فرزندان دانائی اُس کا مسخرہ اڑاتے ہیں۔ جب امن و عافیت میں اُس کے
کاموں کی تمامی کھلتی ہے تو [illegible] ذلت و خفت بتانے کے لئے اکھٹی ہیں۔

(۹۳) بیٹا

انسان کو چاہئے کہ مخلوق الٰہی سے دانائی سیکھے اور پھر اُس کو اپنے استعمال میں لائے
بیٹا ذرا تو جنگل میں جا اور دیکھ کہ ماں لگ کس محنت سے اپنے [illegible] بچوں کو ماں باپ
کو لیے جاتا ہے اور [illegible] دیتا ہے کہ [illegible] اور اُن کو کھلاتا ہے
ان باتوں کو دل میں سوچ کہ [illegible] کے
کے خوشبو دار میدان ایسے مفرح ہوتے ہیں جیسی کہ بچپنے کی غذا [illegible] ماں باپ کا احسان
ماننا چاہئے۔ جو اس تیری ہستی کا سبب ہے اور تو اپنی ماں کا ممنون ہو کہ جس کے سبب سے
تو نے پرورش پائی ہے تو باپ کی باتوں کو دل سے سن کیونکہ وہ تیری فائدے کے لئے کہتا ہے اُس کی
پند و نصیحت کو مان کیونکہ وہ محبت سے نصیحت کہتا ہے وہ ہمیشہ تیری بھلائی کے فکر میں رہتا ہے
تیرے راحت کے لئے اپنے اوپر محنت گوارا کرتا ہے۔ تو اُس کی عمر کی عزت کر اُس کے
سفید بالوں سے گستاخی نہ کر۔ تو بچپنے کی بیکسی اور نوعمری کی تیزی کو نہ بھول ماں باپوں کی

ضعیفی میں و پیری میں ایسی مدد کر کہ اُن کا بڑھاپا اچھی طرح بے رنج و تکلیف کٹ ۔ یا وہ اور وہ
آرام سے اپنے سفید بال قبر میں لے جائیں اور تیرا ایسا سلوک ماباپوں کے ساتھ تیری اولاد
دیکھ لے تاکہ تیری پیروی کریں ماباپوں کے ساتھ محبت کرنا خدا پرستی میں و اعل ہے ایسے
خدا پرستی کا ثواب اس محبت سے ملے گا۔

(۳۹) بھائی۔

تم سب بھائی ایک باپ کے بچے ہو۔ ایک ہی ماں کے دودھ سے پلے ہو۔ تجھے چاہئے کہ اپنے
تئیں بھائیوں کے ساتھ رشتہ محبت سے وابستہ کر تاکہ تیرے باپ کے گھر میں صلح و امن ہو
اگر تم آپس سے علیحدہ علیحدہ ہو جاؤ تو بھی چاہئے کہ وہ رشتہ برادری شکستہ نہ ہو۔ ہمیشہ وہ یاد رہے
جن آدمیوں کے خون سے تیرا خون ملا ہوا ہے اُن کو بیگانوں سے نہ بدل۔ اگر بھائی کو تکلیف
ہو تو فوراً اُس کی مدد کر۔ اگر بہن مصیبت میں ہو تو اُس کو نہ چھوڑ۔ باپ نے اپنی دولت
تمہاری پرورش میں صرف کی ہے اور بڑا فکر اس کا رکھا ہے کہ تم سب میں انس و محبت باہم ہو
بس تم اسکو قائم رکھو۔

(۴۰) راجہ رام چندر کا راج تلک اور بن باس۔

تمہید

رامائن جو آریا قوم کی کتب مقدس ہیں سے ایک ہے اور دُنیا کی مشہور کتابوں میں سے شمار
ہوتی ہے اور وہ آریا قوم کے دلوں پر اپنا اثر ویسا ہی رکھتی ہے جو عیسائیوں کے دلوں پر
انجیل اور مسلمانوں کے دلوں پر قرآن شریف۔ اس میں سے میں نے راجہ رام چندر کا تلک اور
بن باس اس نظر سے انتخاب کیا ہے کہ طالب العلم اس سے اعلیٰ درجہ کی اخلاق کی باتیں سیکھ سکیں
(۱) ایفاء وعدہ میں راست بازی۔ خواہ کیسی مصیبت اور آفت سر پر آئے اور جان جائے
مگر وعدہ کے پورا کرنے میں فرق نہ آئے۔
(۲) اولاد کی سعادت ماباپوں کی اطاعت میں کہ باپ کے بچن کے پورا کرنے میں بیٹے نے

راج پاٹ پر لات مار کر جنگل اور بن کی ساری بلائیں اپنے سر پر لیں۔

(۳) بھائیوں کا آپس میں اخلاص و پیار۔ ایک دوسرے پر نثار۔ ہر ایک بھائی اپنے سے زیادہ دوسرے بھائی کی بھلائی چاہنے والا۔

(۴) میاں بیوی کا سہاگ نبھونے اپنے میکے اور سسرال کے تمام عیش کو چھوڑ کر خاوند کے ساتھ جنگل میں رہنے کی ساری مصیبتیں اٹھائیں۔

(۵) تریا چرتر کی برائیاں۔

دفعہ ۱ اجودھیا و سورج بنسی راجہ دسرتھ۔

پہلے زمانہ میں یہاں ہندوستان میں سورج بنسی راج کرتے تھے جس دیس میں سورج بنسیوں کا راج تھا اُس کو کوسل کہتے تھے اس کی راجدھانی اجودھیا تھی جس کے کھنڈر اب تک فیض آباد کے آس پاس دریا گھاگرا کے پاس موجود ہیں سورج بنسیوں کا پہلا راجہ اکشواکو تھا اس کی چھپنویں پیڑی میں راجہ دسرتھ کو راج پہنچا۔ اس راجہ کے ہاں تین رانیوں سے چار بیٹے پیدا ہوئے رانی کوشلیا سے رام چندر جی۔ رانی کیکئی سے بھرت جی۔ رانی سمترا سے لچھمن جی اور سترگھن جی۔

دفعہ ۲ راجہ دسرتھ کا ارادہ رامچندر جی کے راج تلک کا۔

یوں تو یہ چاروں بھائی خوبصورت۔ نیک سیرت۔ ذہین عاقل تھے مگر رامچندر جی سب میں جیسے عمر میں بڑے تھے ویسے ہی علم و ہنر میں لیاقت و قابلیت میں سب بھائیوں پر فوقیت رکھتے تھے۔ جب سے وہ رانی سیتا جی کو بیاہ کے لائے تھے نت نئے نئے آنند ہوتے رہتے تھے یہ معلوم ہوتا تھا کہ چودہ لوک نے یہاں اٹکا روپ بھر لیا ہے اور اس میں تینوں کے اپدل اٹھتی ہیں اور چین و آرام کا پانی برساتے ہیں کہ جنسے دولت عشرت کے دریا بہتے ہیں۔ جو اجودھیا کے سمندر میں سب آن ملتی ہیں جن کے چمکتے ہوئے موتی سارے سندر رسیلے نرناری اجودھیا کے تھے۔ وہ سب بہین سے رہتے تھے۔ راجہ رامچندر کے چاند کے سے مکھڑے کو دیکھکر خوش ہوتے تھے۔ اور سب مہادیو سے یہ دعائیں مانگتے تھے کہ راجہ دسرتھ اپنے جیتے جی اُن کو راج پد (ولیعہدی) دیدیں راجہ دسرتھ ساری خوبیوں کی

موہوت تھا۔ وہ ایک دن دربار عام میں بیٹھا تھا اور اپنے سعادتمند فرزند رام چندر کے گن سن سن کر بہت خوش ہو رہا تھا کہ راجہ کا تاج کچھ ٹیڑھا ہو گیا۔ اُس کے سیدھا رکھنے کے لئے آئینہ ہاتھ میں اٹھایا تو دیکھا کہ ایک سفید بال کان میں کہہ رہا ہے کہ بڑھاپا جو موت کا پیغام ہے آن پہنچا۔ اب رام چندر جی کو راج پد (ولیعہدی) دیجئے اور اپنے جنم کا پھل لیجئے۔ یہ دیکھ کر راجہ نے مصمم ارادہ دل میں کر لیا کہ رامچندر جی کو یوراج بنائے جب ایک سُندر دن آیا۔ تو اُس نے اپنے گرو منی بششٹ کو بلایا اور بہت خوش ہو ہو کر اپنے دل کا یہ مقصد سنایا کہ اب رامچندر سب گنوں میں کامل ہو گئے ہیں سب لوگ چاکر امیر وزیر سارے پرجا میری دوست دشمن اُن کو ویسا ہی پیار کرتے ہیں جیسا کہ میں اور اُن کو آپ ہی کی اشیرباد کا اوتار جانتے ہیں برہمن اور اُن کے کنبے کے لوگ اُن سے ایسی ہی الفت رکھتے ہیں جیسی کہ آپ سچ ہے کہ جو گرو کے چرنوں کی دھول سر پر رکھتا ہے وہی ساری مملکت کا مالک ہوتا ہے۔ میری برابر جو کوئی نہیں ہے یہ صرف آپ ہی کی جوتیوں کا صدقہ ہے آپ میری یہ تمنا دلی پوری کیجئے کہ رامچندر جی کے تلک راج کی اجازت دیجئے منی بششٹ جی یہ محبت آمیز باتیں سُنکر بولے کہ تمہارا نام جیسے سب لوگوں کی آرزوئیں پورا کرنے والا ہے ایسے ہی تمہاری دلی آرزو کے پورا کرنے والی خود آرزو ہے۔ جب راجہ نے گرو کو ایسا مہربان دیکھا تو کہا کہ رامچندر کے تلک راج کی آگیا دیجئے تو اُس کا سارا ساز و سامان کیا جائے۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ یہ کام میرے جیتے جی ہو جائے کہ میری پرجا اپنی آنکھوں کا پھل دیکھ لے اس کام کے بعد مجھے اپنے جینے کی پروا نہیں آپ کی کرپا ہو شوبدن نے خوب میری زندگی کٹوا دی۔ گرو جی نے راجہ کی یہ باتیں سُنکر کہا کہ اے راجہ تم جلدی اس کام کو کرو ذرا بھی دیر نہ لگاؤ وہی دن بڑا مبارک ہے جو رامچندر جی راجہ ہوں۔ راجہ یہ گرو کا حکم پا کر اپنے محل میں گیا۔ اپنی سلطنت کے سارے بڑے بڑے افسروں کو بلایا۔ وہ آئے۔ انھوں نے سر نہوایا۔ جے پکاری پھر راجہ نے اُن کو یہ خوشخبری سنائی کہ آج گرو نے یہ آگیا دی ہے کہ میں راج تلک راجہ رامچندر جی کا کروں اب تم لوگوں کی کیا صلاح ہے۔ اس بات کے سنتے ہی سب کے سب خوشی کے مارے پھولے نہ سمائے انکی تو امیدوں کی پود پر مینہ برس گیا۔ ہاتھ جوڑ کر کہنے لگے کہ آپ کروڑ برس جئیں یہ کام تو آپ نے دکھایا

جو کام آپ کو سکھ دیگا۔ اب اس میں پل بھر کی دیر نہ کیجیے۔ وزیروں اور امیروں کی
اچھی باتوں کے سننے سے راجا کا دل ایسا بڑھا جیسے کہ زمین پر کسی بڑھتی ہوئی بیل کو کوئی
اچھا درخت بڑھنے کے لیئے مل جاتا ہی۔ راجہ نے منتریوں کو حکم دیا کہ گرو منی بشست جی
جس جس سامان کے لئے کہیں وہ تیار کرو۔ منی نے حکم دیا کہ سارے تیرتھوں سے پانی لاؤ۔ اور ہر
قسم کی جھاڑی بوٹی۔ پھول پھل پتے بتلائے کہ لاؤ۔ چھوٹے بڑے چنور۔ مرچھل اور بہت
طرح کے سوتی اونی ریشمی کپڑے۔ جواہرات اور سب منگل چیزیں جو تلک راج کے لائق ہوں منگائی گئی
غرض وید کے موافق حکم دیکر کہا کہ شہر میں جابجا چندوے (شامیانے) تانے جائیں کیلے آم
کے پیڑ مع پھلوں کے۔ سپاری کے درخت لگائے جائیں۔ اور چوک موتیوں سے آراستہ
ہوں اور بازاروں کی آئین بندی ہو گنیش۔ گرو۔ اپنے اپنے گھر کے دیوتاؤں کی
پوجا کی جائے اور سب طرح سے برہمنوں کی سیوا کی جائے جھنڈی۔ پھریری۔ کلس دروازے پر رکھے
جائیں ہاتھی۔ گھوڑے۔ سجائے جائیں۔ بشست جی کا حکم سنکر اہل کار اپنے اپنے کاموں میں
مصروف ہوئے اور ان کاموں کو ایسا جلدی کر دکھایا کہ گویا کہنے سے پہلے ہی کر رکھا تھا
اس خوشخبری کو سن کر ساری اجودھیا میں چہل پہل ہو گئی۔ گھر گھر خوشی کے گیت
گائے جاتے تھے۔ ایسے شگون ہونے لگے جس سے معلوم ہوتا تھا بھرت جی جو نانا کے گھر بہت دنوں سے
گئے ہوئے تھے وہ آنے والے ہیں رامچندر جی کو بھرت جی جان سے زیادہ پیارے تھے وہ اپنے اس
بھائی کے خیال میں ایسے لگے رہتے تھے جیسے کہ کچھوا اپنے انڈوں کے فکر میں رہتا ہی جو وہ ریت
میں دبا رہتا ہی۔ اس مژدہ کو سنکر تو اس میں استریاں ایسی خوشی کے جوش میں بھری تھیں جیسے کہ
سمندر کا پانی چندرما کو دیکھ کر لہروں میں اٹھتا ہی۔ رانیوں کے پاس جو لوگ اس خوشخبری کو
لے کر گئے تو انھوں نے خوب زیور اور لباس انعام پایا۔ رانیوں کے بدن خوشی کے مارے اور
دل محبت کے مارے لرزنے لگے پھر وہ اپنے سب گھروں میں منگل کے سازوسامان کرنے
لگیں رانی سمترا نے تو بہت خوبصورت چوک جواہر کے بنائے۔ رام چندر کی ماتا کوسلیا نے

انند میں مگن ہو کر برہمنوں کو بلا کر بہت دان دیا چندر مکھی مرگ نینا استریوں نے کوئل کی طرح خوش آوازی سے گانا شروع کیا غرض نگر میں سب ناری بہت ہی خوش ہوئیں اور اپنے اپنے گھروں میں اندر اور باہر سو منگل ساج سجنے لگیں۔

اب راجہ نے بششٹ منی کو رامچندر جی کے پاس بھیجا کہ وہ جا کر اُن کو راج تلک کی اُنکو خبر کریں جب رامچندر جی کو گرو کے آنے کی خبر ہوئی تو وہ دروازہ تک استقبال کو گئے اور اُنکے چرنوں پر سر رکھا اور پانی چھڑک کر مندر میں لے گئے اور کہا کہ آپ نے کیوں تکلیف کی مجھی کو بلا لیا ہوتا۔ آپ فرمائیے کہ مجھے کیا حکم ہے۔ نوکر کو سزاوار یہی ہے کہ آقا کا حکم بجا لائے منی بششٹ نے رامچندر جی کی بہت تعریف کر کے یہ کہا کہ راجہ نے تمہارے راج تلک کا سامان کیا ہے۔ وہ تم کو راجہ بنانا چاہتے ہیں اب آپ خدا کا شکر کیجیے تاکہ یہ کام سب طرح بخوبی انجام پا جائے۔ گرو تو نصیحت کر کے راجہ کے پاس گئے۔ رام چندر جی اس سوچ بچار میں ڈوب گئے کہ ہم چاروں بھائی ایک ساتھ پیدا ہوئے۔ ساتھ کھاتے پیتے سوتے کھیلتے کودتے رہے ساتھ ساتھ کھیدن جنیو بیاہ ہوا۔ اسی لئے یہ سب کام ہمارے بڑی خوشی کے ساتھ ہوئے۔ مگر ہمارے بے عیب بنس میں نامناسب رسم ہے کہ چھوٹے بھائی کو چھوڑ کر بڑے بھائی کو راج تلک ملتا ہے۔ رامچندر جی کی ایسی افسوسناک باتوں سے جو لوگوں کے دلوں میں بیجا شبہہ جو راجہ بھرت کے نہ ہونے سے رام چندر جی کو فائدہ ہونے کے تھے سب جاتے رہے اب بھانت بھانت کے باجے بج رہے تھے بھرت کے آنے کے لئے دعائیں مانگ رہی تھے ہر گلی کوچہ میں گھر گھر یہ انتظار تھا کہ کب کل ہو کہ ہم خدا کی عنایت سے اپنے دل کی تمنا پوری کریں کہ سری رام چندر جی اور سیتا جی کو سونے کے تخت پر جلاس کرتے ہوئے دیکھیں مگر حاسد دیوتا اس خوشی سے ایسے ہی ناخوش تھے جیسے کہ چور چاندنی رات سے ناخوش ہوتے ہیں سرستی کی منت سماجت کر کے اجودھیا میں بھیجا جس نے منتھرا کی جو کیکئی کی باندی تھی مت پلٹ دی

دفعہ ۳ منتھرا اور رانی کیکئی کی باتیں

رانی کیکئی کی ایک چیری بڑی شریر منتھرا تھی۔ اُس نے جو یہ سامان شادمانی کا دیکھا تو کہا کہ

کہ اس شادی کی وجہ کیا ہے مجھے بھی کوئی سنائے۔ لوگوں نے کہا کہ یہ مسرت افزا نشاط رامچندر کے
تلک آج کی ہی۔ یہ سنتے ہی اسکے سارے تن من میں آگ لگ گئی جیسے کسی بھاری عورت کو جو جنت
میں کھیتوں کا چھتا نظر پڑے تو وہ بیقرار ہو کر داؤں گھات لگاتی ہو کہ جس طرح بنے
اُسے جلدی توڑئیے اسی طرح منتھری کے دل کو چین نہ تھا وہ اس سوچ بچار میں تھی کہ آج ہی کا
دن درمیان میں ہے کوئی تدبیر ایسی سوچے کہ اسی رات کے اندر یہ سارا کام بنا بنایا بگڑ جائے
یہ سوچ کر وہ بھرت جی کی ماتا کیکئی کے پاس دوڑی گئی کیکئی جی نے پوچھا کہ خیر تو ہے
آج تیرا چہرہ کیوں بگڑا ہوا ہے یہ سنکر منہ سے تو کچھ نہ بولی آٹھ آٹھ آنسو رونے لگی ٹھنڈے
ٹھنڈے سانس بھرنے لگی۔ یہ بھی ایک تریا چرتر تھا۔ تو رانی نے کہا کہ اری تو بڑی کا دراز
ہی کسی کو کچھ کہہ بیٹھی ہو گی لچھمن جی نے تجھے ٹھسک بتا دیا ہو گا یہ سنکر کچھ نہ بولی۔ زہریلی ناگن
کی طرح سانس لینے لگی یہ دیکھ کر رانی ڈر گئی کہ معلوم نہیں کیا آفت آئی۔ وہ پوچھنے لگی کہ راجہ
اور رامچندر جی اور اُن کے بھائی۔ بھرت جی لچھمن جی۔ سترگن جی تو خیریت سے ہیں کہ نہیں
یہ پوچھنا تھا کہ اسکے پتنگے لگ گئے رام چندر جی کا حال سب سے پہلے پوچھنا اس کی محبت ثابت
ہے جل کر بولی کہ اے میری ماتا میں کس کے بل پر کسی کو گالی دونگی۔ کون مجھے [illegible]
تم جو رامچندر جی کی خیر و عافیت پوچھتی ہو وہ کیوں نہ خوش ہونگے آج انکے راج تلک کا دن ہے
کوشلیا کے اوپر آج پرمیشور کی کرپا ہے اسکو دیکھ کر پھر کس کا مقدور ہے کہ غرور کرے تم بھی جاؤ
اسکی سوبھا دیکھو میرے دل میں تو اسے دیکھ کر کانٹے چبھتے ہیں تمہارا پتر تو پردیس میں ہے اور تم
ذرا بھی اس کی فکر نہیں تم تو تکیوں اور سیجوں پر پڑی سوتی ہو اور اس بات پر بڑی پھولی [illegible]
کہ راجہ میرے بس میں ہے تم راجہ کی چترائی اور کپٹ کو کیا جانو۔ رانی نے جب یہ [illegible]
بولی کہ اگر تو نے پھر ایسی باتیں کہیں تو میں تیری منہ سے جیبھ کھینچ کر نکال لونگی [illegible]
لنگڑا۔ کانڑا۔ کبڑا ہمیشہ بدکار ہوتے ہیں تو تو کبڑی ہے اس پر استری اور استری بھی [illegible]
میں تو سننے میں بھی تجھ پر خفا نہیں ہوتی۔ یہ جو کچھ کہتی ہوں وہ نصیحت کرتی ہوں۔ اگر یہ کہنا

سچ ہو جائے تو یہ دن بہت خوشی کے ہوں۔ یہ اس سمے سچ ہنس کی ریت کیا نہیں ہے کہ بڑا بھائی سلطنت
کرتے چھوٹا بھائی اُن کی خدمت کرتے اگر سچ سچ کل رام چندر جی کا راج ملے جسکی خوشخبری تو نے مجھے
دی تو جو تیرے من کو بھاتا ہو وہ مانگ میں تجھ کو دونگی رام چندر جی کو سب ماتائیں برابر ہیں وہ سب سے یکساں
رکھتے ہیں خاص کر وہ مجھ سے تو اور بھی زیادہ محبت کرتے ہیں میں نے اُن کی محبت کا بہت دفعہ امتحان کیا ہے
اگر ایشور مجھ کو دوسرا جنم آدمی کا دے تو میں یہ چاہونگی کہ رامچندر جی جیسا بیٹا اور سیتا جی جیسی بہو پھر
مجھ کو دے مجھے تو رامچندر جان سے زیادہ پیارے ہیں تو کیوں اُن کے راجہ ہونے سے دکھی ہوتی ہے۔ تجھ کو
بھرت جی ہی کی سوگند ہے تو کچھ پردہ نہ رکھ سچ سچ بتا دے کہ اسکی کیا وجہ ہے کہ جو تیرا دل ایسی خوشی
کی بات سے دکھتا ہے۔ جب اس داسی نے رانی کی یہ باتیں سنیں تو بہت زہر کی بجھی باتیں کرنے لگی کہ رانی
میں نے اپنی ساری آسا تم سے پھیر لی اب میں دوسری زبان کہاں سے لاؤں جو کچھ کہوں مجھ بدنصیب کا بھاگ تو
یہی ہے کہ میرا سر پھوڑا جائے میں نے آپ کی بھلائی کی بات کہی آپ اُس کو برائی سمجھیں آپ کو تو وہ آدمی بھلے لگتے ہیں
جو جھوٹ کو سچ بنا کے کہیں میں تو آپ کو کڑوی معلوم ہوتی ہوں۔ اب میں بھی رانی پسند باتیں کیا کرونگی
نہیں رات دن چپکی رہونگی خدا نے مجھے بدصورت بنایا۔ پرائے بس میں باندی بنایا۔ جیسا میں نے بویا۔
ویسا کاٹا جیسا دیا تھا ویسا لیا۔ کوئی راجہ ہو میرا کیا گھٹ جائیگا؟ میں لونڈی سے رانی نہیں ہو جاؤنگی
مجھ میں یہ بڑی برائی ہے کہ میں تمہارے لئے برائی نہیں دیکھ سکتی اس لئے میں نے جو کچھ آپ سے دو چار بول کہے
بس اُس کو معاف کیجیے۔ پھر ایسا قصور نہیں ہوگا۔ رانی آخر عورت تھی دل اُس کا ان پر فریب باتوں میں آ گیا
اور منتھرا جیسی سخت دشمن کو دلی دوست جاننے لگی جیسے بھیلنی کے بروا راگ پر ہرنی فریفتہ ہوتی ہے
اور جال میں پھنستی ہے۔ اس طرح رانی اپنی چیری کی باتوں پر عاشق ہو گئی۔ بار بار پیار اخلاص سے یہ
باتیں پوچھتی تھی۔ جو بات قسمت سے ہوتی ہوتی ہے ویسی مت ہو جاتی ہے چیری بڑی خوش تھی کہ میری
گھات کی بات چل گئی۔ وہ کہنے لگی کہ تم مجھ سے پوچھتی ہو مجھے بتاتے ہوئے ڈر لگتا ہے۔ تم نے تو میرا نام ہی
گھر پھوڑی رکھ چھوڑا ہے جیسے کہ اجودھیا کے دن سنیچر کے سارستی کے آئی ہوئی تھے ایسی ہی باتیں منتھرا
نے بنا بنا کے کہیں کہ جس سے رانی کو یقین اور زیادہ آیا۔ رانی نے رامچندر اور سیتا [illegible] کیا کہ وہ میرے

دوشت ہیں۔ ہاں وہ ضرور ایسی ہی تھے مگر سدا ایکساں زمانہ نہیں رہتا۔ وہ ہمیشہ پلٹے کھاتا رہتا
ہے۔ دوستوں کو دشمن بناتا ہے۔ وہی سورج جو جاڑے میں کنول کو پالتا ہے وہی بن پانی گرمی میں جلا
دیتا ہے۔ تمہاری سوکن کوسلیا تمہاری جڑ کاٹ رہی ہے۔ اگر آپ بیر سے اُس کو دھیاؤگی تو دکھ ہی
بغیر نہیں رہوگی۔ تم تو ایسی بھولی بھالی ہو کہ اُس پر بھولی بیٹھی ہو کہ راجہ میرے بس میں ہے۔ نہیں جانتیں کہ
راجہ زبان کا میٹھا اور دل کا میلا ہے۔ تم سادہ دل اُس کی چھل کی باتیں کیا سمجھو۔ کوسلیا بڑی گمبھیر اور
چتر ہے۔ اُس نے بھرت جی کو تو راجہ سے کہہ کر ناناکے ہاں بھجوا دیا کیونکہ وہ جانتی ہے کہ اور سوتیں تو
سب میری سیوا کرتی ہیں اور تم اپنی پت کی محبت کے گھمنڈ میں غرور کرتی ہو تم ہی اُس کے پہلو میں کانٹے
کی طرح کھٹکتی ہو۔ وہ راجہ کے پیار کو جو سب سے زیادہ تمہارے ساتھ ہے سوت کی جلن کے سبب سے دیکھ نہیں
سکتی۔ وہ بڑی چتر پربین ہے۔ اس لئے راجہ کو اپنا کر لیا ہے اور بہت جلدی رامچندر جی کے تلک راج
کی لگن ٹھہرائی۔ رامچندر کا تلک راج ہونا کل کی ریت کے انوسار (موافق) اُچت (مناسب) ہے
اسی میں اور سب خوش ہیں مگر اُس کا پھل ایسا بُرا ہے کہ جس کو خدا کوسلیا کو ہی آلتا چکھا دے۔ منتھرا نے بھی
اور باتیں نمک مرچ لگا کر اور سوتوں کی کہانیاں سنا کر ایسی اُس کو پٹی پڑھائی کہ رانی اُس کے دم میں
بالکل آ گئی اور اُسی کا دم بھرنے لگی۔ بہو نہار بن مٹتی نہیں۔ اب رانی پوچھتی ہے کہ تجھے میری سوگند
یہ بتا کہ تو نے یہ کیسے جانا۔ منتھرا بولی تم کیا پوچھتی ہو۔ لیکن بستی بھی اپنے شتر متر کو پہچانتے ہیں تم اتنا بھی
نہیں جانتیں۔ تم ایسے بے خبر ہو کہ چودہ روز سے یہ شادی کا سامان ہو رہا ہے۔ مگر تم کو ذرا بھی اس کی
خبر نہیں۔ اب میں نے آنکھ کر کہا ہے تجھے خبر ہوئی ہے۔ میں تمہارا کھاتی پیتی ہوں مجھے تم سے سوائے سچ کے کچھ نہ کہنا
چاہئے۔ اگر ذرا بھی تم سے جھوٹ بولوں تو ایشور میرا ستیاناس کرے۔ اگر کل رامچندر جی کے سر پر تاج
رکھا گیا تو تمہاری بربادی کا بیج بویا گیا۔ میں لکیر کھینچ کر سچ کہتی ہوں کہ تم دودھ کی مکھی کی
طرح نکال کر پھینک دی جاؤگی۔ کوسلیا تم کو بڑی دکھ دیگی۔ تمہارے بیٹے کو سوائے اس کے کوئی چارہ نہ ہوگا
کہ اگر نوکروں کی طرح رہے تو گھر میں رہے نہیں جنم بھر بندی خانہ میں۔
کیکئی منتھرا کی یہ کڑوی باتیں سن کر سن ہو گئی۔ سوکھ کر سہم ہو گئی۔ کچھ نہ بول سکی۔ خوف کا ایسا

جڑھا کہ سارا بدن پسینے پسینے ہو گیا کیلے کی طرح تھر تھر کانپنے لگی منتھرا زبان کو دانتوں تلے دبا
دبا کے مکر و فریب کی باتیں بنانے لگی کہ ابھی بگڑا کیا ہے۔ دھیرج دھرو۔ رانی کو ایسی پٹیاں پڑھا کر
شوکھا تختہ بنا دیا کہ پھر سیدھا نہ ہو سکی۔ کرم پھر گیا کہ بد ذات منتھرا رانی کو پیاری ہو گئی۔ وہ اسکی
ایسی تعریف کرنے لگی جیسے ہنسنی بگلے کی مدح کرے۔ وہ بولی کہ منتھرا جو تو کہتی ہے سب سچ ہے میری
داہنی آنکھ سدا پھڑکا کرتی تھی۔ رات کو بڑے بڑے سپنے دیکھتی تھی۔ میں اپنی بیوقوفی کی سبب سے
تجھ سے نہیں کہتی تھی۔ اب بتا میں کیا کروں۔ میں تو ایسی مورکھ ہوں کہ داہان یا بان نہیں پہچانتی۔
میں نے جان کر کسی سے برائی نہیں کی۔ مگر معلوم نہیں کہ میں نے کیا گناہ کیا۔ کہ خدا نے مجھے اس سخت عذاب
میں پھنسایا ہے سوت کی غلامی سے بہتر ہو گا کہ میں اپنے باپ کے گھر چلی جاؤں۔ وہاں اپنا جنم بسر
کروں۔ خدا جس کو دشمن کا تابع کراوے اس کا مرنا جینے سے بھلا ہے غرض ایسی رنج آمیز اور
مایوسی کی باتیں رانی نے کیں تو منتھرا نے بھی عورتوں کی سی باتیں مکر آمیز بنانی شروع کیں کہ ہے
رانی تم من میں کیوں ایسی ملین ہوئی جاتی ہو۔ تمہارا تو سکھ سہاگ دن دونا رات چوگنا ہو گا جس نے
تمہارا برا چاہا ہے اسی کا برا ہو گا سنو رانی جس وقت سے میں نے یہ بری خبر سنی ہے۔ نہ مجھے دن کو
بھوک لگتی ہے۔ نہ رات کو نیند آتی ہے میں نے بڑے بڑے گنی پنڈتوں سے جا کر پوچھا تو انھوں نے کہا کہ
یقینی بھرت جی ہی راجہ ہونگے۔ اگر میرا کہا مانو تو میں کہوں راجہ تو تمہارے بس میں تمہاری ایک
خدمت کے سبب سے ہے۔ رانی یہہ سنکر بولی کہ تو منتھرا کیسی باتیں کرتی ہے۔ میں ور تیرا کہنا نہ مانوں
اگر تو کہے کہ کنوئیں میں گر پڑ تو گر پڑوں اگر تو کہے کہ پتا اور پتر کو چھوڑ دے تو چھوڑ دوں۔ جلد کچھ کہہ میرے
دکھ کو دیکھ کتنا بڑا ہے۔ بھلا کوئی ایسا بھی ہو گا جو اپنے بھلے کا کام نہ کریگا۔ یوں منتھرا ہی نے کیکئی کو
بلدان کا پشو بنایا اور اپنا دل پتھر بنا کے کپٹ کی چھری کو تیز کیا کیکئی کو اپنے آیندہ دکھ کی ایسی خبر نہ تھی
جیسے کہ بلدان کے جانور کو ہری گھاس کے چرنے میں تلوار کی خبر نہیں ہوتی۔ منتھرا کی باتیں سننے میں تو بھلی
معلوم ہوتی تھیں مگر انجام ان کا بہت برا تھا۔ شہد میں زہر گھلا ہوا تھا۔ وہ بولی کہ ہے میری رانی
معلوم نہیں کہ تجھے یاد ہو کہ نہ یاد ہو تو نے مجھ سے کہا تھا کہ راجہ کے دو بر وان میرے جمع ہیں ڈنڈک

جنگل میں دیے بنا گڑ کے فتح کرنے کے لئے کبھی راجہ گیا تھا۔ وہاں لڑائی رات تک ہوتی رہی۔ راجہ زخمی ہوکر بیہوش ہوگیا۔ اگر وہاں پڑا رہتا تو مر گیا ہوتا۔ رانی کیکئی نے اُس کو اپنے رتھ میں بٹھالیا رتھ کی دھری ٹوٹی ہوئی تھی اُسکی جگہ اپنا ہاتھ لگالیا اور رتھ کو جلدی بھگاکر دشمن کی حد سے پرے نکال لیا۔ راجہ نے یہ جان بچانے کا احسان اُسکا بڑا مانا اور وعدہ کیا تھا کہ جو دو باتیں تو چاہے گی میں انکو پورا کرونگا۔ رانی نے ہوشیاری کی کہ اُس وقت ان کو مانگا نہیں۔ وقت اور موقع مناسب کے لئے امانت رکھ چھوڑا۔ اب ان کو مانگ۔ اور اپنی پھاتی مُنڈھی کر۔ راجہ سے کہو کہ بھرت جی کو راج دیں۔ اور رامچندر جی کو بن باس یوں سوت کا انبار سب لے لے۔ تم پہلے راجہ سے رامچندر کی سوگند لے لینا۔ ایسا نہو کہ راجہ اپنے وعدہ سے پھر جائے۔ اگر آج ہی رات کو یہ کام نہ کرو گی تو سارا کام بگڑ جائیگا۔ میرے کہنے کو تن من سے لگاکر کرو۔ اور جلدی کوپ بھون (غمکدہ) میں جاؤ اور سارا سامان بڑی ہوشیاری سے کرو۔ اور کسی کے سمجھانے بجھانے میں نہ آنا رانی نے جانا کہ کوئی میرا دوست اس میری کبڑی چیری کی برابر نہیں ہے۔ بار بار اُس کے ہوشیار ہونے کی تعریف کرتی تھی اور کہتی تھی کہ اگر تیرا سہارا نہ ہوتا تو میں ڈوب ہی جاتی۔ اگر کل خدا کے فضل سے میرا مقصد پورا ہوا تو میں تجھے اپنی آنکھ کی پتلی بنا کر رکھوں گی۔ یوں منتھرا کی تعریف کرتی ہوئی کوپ بھون میں چلی گئی۔ اسکی مثال یوں سمجھو کہ کیکئی کی طبیعت زمین تو زمین تھی جسمیں بدبختی کا تخم ڈالا گیا۔ اسکے لئے منتھرا مینہ بنی جس نے مکر و فریب کا پانی برسایا جس سے اُسنے جڑ پکڑ کر دو بردان کے پتے نکالے جن میں دکھ کا پھل لگا۔

دفعہ ۔ راجہ دسرتھ کا کیکئی پاس جانا اور اُسکا بردان مانگنا اور رام چندر جی کا گھر سے بن باس کے لئے جانا۔

ان شرارت کی باتوں کی تو کسی کو خبر تھی۔ مگر اودہ پوری میں نشاط و انبساط کا سامان ہو رہا ہے پرباسی نرناری سب کے سب آنند منگلاچار سج کے راج مندر میں آتے جاتے ہیں۔ دربار میں ایک بھیڑ لگ رہی ہے۔ رامچندر جی پاس انکے ہم عمر دوست آتے ہیں اور مبارکباد دیتے ہیں اور کہتے ہیں

کہ ہماری دلی آرزو یہی ہی کہ آپ راجہ اور ہم سیوک ہوں رامچندر بھی ان سی بڑے تپاک اور اخلاق
سے پیش آتے ہیں سب خوش تھے۔ مگر کیکئی کے تن بدن میں آگ لگ رہی تھی۔ بدکاروں کی صلاح و
مشوروں کے لینے میں یہی بدانجامی ہوتی ہی شام کے وقت راجا خوشی خوشی کیکئی کے گھر گیا
گئے۔ یہ سمجھکو ضد کے پاس عشق آیا۔ اور جب راجہ نے سنا کہ رانی کوپ بھون میں گئی ہوئی
ہی۔ تو خوف کے مارے یہ حال ہوگیا کہ قدم آگے نہیں اٹھتا تھا عشق میں بھی کیا زور ہے کہ ایک عورت
کے غصہ نے اس راجہ کو زیر کرلیا جسکے قوی بازو راجہ اندر کے سے دشمنوں سے محفوظ کرکے راج کراتے
ہیں جسکے آگے ساری دنیا کے راجہ سر جھکاتے ہیں راجا ڈرتے ڈرتے رانی کے پاس گیا تو رانی
کو دیکھا کہ زمین پر پڑی ہی۔ پرانے موٹے کپڑے پہنے ہے سنگار سارا اترا زمین پر پڑا ہے۔
جیسی نیت بد تھی ایسی صورت بنائی تھی۔ رنڈاپے کا سامان پہلے سے کرلیا تھا۔ راجہ نے
سیج سی پوچھا کہ اے میری جان تو کیوں خفا ہوئی ہی۔ یہ کہکر جو اس کو ہاتھ لگایا تو اس نے
جھڑک دیا۔ اور زہر بھری ناگن کی طرح دیکھنے لگی جسکی دو آرزو یعنی دو زبانیں تھیں دو بر دان
دو دانت تھے۔ اور مرم استھان (راجہ) پر تاک لگا رہی تھی۔ راجہ بار بار یہی پوچھتا تھا
کہ اے خوبرو نیک چشم ہاتھی کی طرح جھوم جھوم کے چلنے والی۔ کوئل کی طرح خوش آوازی سی بولنے
والی۔ تو بتا کہ کیوں خفا ہے۔ کسنے تجھکو ستایا ہے؟ تو میں اس کا سر اڑا دوں جس
دردری کو کہو راجہ بنا دوں جس راجہ کو کہو دیس سے نکال دوں اگر کوئی آشر بھی تمہارا بیری
ہو تو اسے مار سکتا ہوں آدمی بیچارے کیڑے مکوڑے تو کس گنتی میں ہیں ہے پیاری تو میری
سبھاؤ کو جانتی ہی کہ تیرے چندر ماکھ پر میری آنکھیں چکور کی طرح دیکھتی ہیں میری جان۔
مال اولاد۔ رعایا۔ مکان۔ غرض سب چیزیں تیرے اختیار میں ہیں۔ میں یہ سب باتیں
رام چندر جی کی سوگند کھاکے کہتا ہوں کہ ان میں ذرا بھی جھوٹ نہیں ہے۔ اب اٹھو اور ہنسکر من مانی
بات مانگو۔ اپنے خوبصورت بدن میں گہنا پہنو۔ ان برے کپڑوں کو اتارو اور سمجھو کہ یہ
گھڑی میرے لئے کیسی کڑے ہو رہی ہے۔ رانی نے جب راجہ کی یہ باتیں سنیں اور رام چندر کی

بڑی قسم اُس نے کہائی تو ہنسکر اُٹھی اور اپنا گہنا پاتا لباس اُٹھا اُٹھا کر یوں سجانے لگی جیسے کہ بھیلنی ہرن کو دیکھکر اپنے جال کے پھندوں کو سجاتی ہی۔ آپ جانے جانا کہ رانی من گئی۔ راجا کا بدن اسکے محبت کے جوش میں کانپتا تھا۔ وہ پیاری آواز سے کہنے لگا کہ نگر میں گھر گھر بڑی خوشی ہو رہی ہے کہ کل رامچندر کا تلک راج ہی۔ بس شادی کے لئے ای پیاری تم بھی تیاری کر دو۔ اس بات کے سنتے ہی رانی کے سخت دل میں وہ دُکھ ہوا جو کسی پکے پھوڑے کے چھیڑنے سے ہوتا ہی ظاہر میں تو وہ ہنسی مگر دل میں اس رنج کو اُسنے ایسا چھپایا جیسے چور کی جورو خاوند کے رنج کو پکڑی جانے کے خوف سے چھپاتی ہی۔ گو راجہ مراج نیت (دستور العمل شاہی) میں بڑا چتر تھا۔ مگر تریا چرتر کے سمندر کی تہ پردہ کب پہونچ سکتا تھا رانی تو ایک بڑی اُستانی کی بیٹی پڑھائی ہوئی تھی اُسکی باتوں کو راجہ نہیں سمجھتا تھا۔ بہت خندہ پیشانی سے ہنسکر رانی نے کہا کہ تم آپ ہمیشہ خالی مانگ مانگ کہتی ہو مگر دیتے کچھ نہیں۔ میری دو بردان تمہارے دیر آتے ہیں مجھے اس میں شبہ ہی کہ دو گے یا نہیں راجا ہنسکر بولے کہ میں تمہاری مطلب کو سمجھتا ہوں مجھے یہ تمہارا ناز اچھا معلوم ہوتا ہی مجھے جھوٹ کا الزام تو دو نہیں دو کی جگہ چاہو بردان مانگ لو۔ میں تم کو دیدونگا۔ رگھوبنس میں قدیم سے یہ رسم چلی آتی ہی کہ جان بلا سے جاتی رہی۔ مگر کسی سے عہد شکنی نہ ہو جھوٹ کی برابر تو سارے پاپ اکٹھے ہو کر بھی ایسے برابر نہیں ہو سکتے جیسے کہ پہاڑ کی برابر کرموڑوں گھنگچیاں ملکر نہیں ہو سکتیں سچ تو تمام نیکیوں کی بنیاد ہی۔ اب رانی نے جانا کہ میرا منتر چل گیا۔ تو پھر اُسکا حال ایسا ہو گیا جیسے کہ باز کے سر پر سے ٹوپی اُٹھ گئی۔ راجہ کی آرزو تو ایک خوش فضا جنگل تھا۔ اس میں سب کی خوشی شادمانی جنگل کے پرندوں کے جھنڈ تھے۔ ان پر رانی نے اپنے بچن کا ظالم باز چھوڑ دیا وہ کہنے لگی کہ اے میرے پیارے دل کے چین راجہ ایک میرا بردان تو یہ دو کہ بھرت جی کو راج دو۔ اور ہاتھ جوڑ کر میں دوسرا بردان یہ مانگتی ہوں کہ رام چندر کو چودہ برس کا بن باس ہو جس میں وہ منی کے بھیس میں رہیں اس بات کے سنتے ہی راجہ کا دل ایسا بیتاب ہو گیا جیسے مہتاب میں چکور۔ اسکا سارا بدن تھر تھر کانپنے لگا سہم گیا منہ سے کچھ بولا نہ جاتا تھا۔ اس کی یہ کیفیت ہو گئی جیسے کہ بٹیر کو

بیری جھپٹ لے۔ ایسا سرنگوں ہوا جیسے کہ تاڑ کے درخت کو بجلی مار جائے ہاتھ پر دونو
ہاتھ رکھے آنکھیں بند کیں ایک غم کی موت معلوم ہوتا تھا۔ یہ تو جہ بان پڑا تھا کہ میری تمنا
جو کلپ برکش کی طرح پھولی پھلی تھی وہ جڑ سے اکھڑ کر ایسی گر گئی جیسے کہ ہاتھی کسی پھل دار
درخت کو اکھیڑ کر پھینک دیتی ہے۔ کیکئی نے اجودھیا کو برباد کر دیا۔ اور ہمیشہ کی بربادی کی
بنیاد رکھ دی۔ کیا اس وقت مجھے ہو گیا کہ میں نے عورت پر اعتماد کر کے اپنے تئیں ایسا برباد کر دیا
جیسے کہ سدھ ہو جانے کے پھل کے سبب جوگی کو جہالت ناس کر دیتی ہے۔ راجہ اپنے تئیں دل میں لعنت
ملامت کرتا تھا اور کیکئی یہ باتیں کہتی تھی کہ بھرت جی تمہارے بیٹے نہیں ہیں کیا تمہاری زرخرید
لونڈی ہوں کہ وہ تمہارے غلام ہوئے۔ اگر یہ میری باتیں تمہارے کلیجے میں تیروں کی طرح
لگتی ہیں تو تم نے پہلے ہی کیوں نہ سوچ لیا۔ جو دینے کو کہا تھا وہ تمہیں نباہ ریں اچھی سو۔ پہلے بچن دان
دینے کو کہا تھا تو اس وقت اپنی راستبازی کی تعریف کی تھی۔ کیا یہ سمجھتے تھے کہ میں کچھ حیر چیز نام
سے مانگوں گی۔ سچ تو ایسا ہوتا ہی کہ شیو وہ سچ بال نے جو کچھ لینے کو کہا تھا۔ سو تن دھن سب
کچھ دیدیا مگر بچن کو نہ جانے دیا۔ یہ کیکئی کی باتیں راجہ کے ایسی لگتی تھیں جیسی کہ جلے ہوئے بدن پر
اون لگتا ہی۔ راجہ سے کچھ وسان آئے اور اس نے آنکھیں کھولیں سر دھن دھن کر یہ کہنے لگا کہ تو نے
مجھے بری طرح مارا۔ اس نے کیکئی کو دیکھا کہ اپنے غصہ کی آگ میں جل رہی ہے اور خود ایک تھر و غضب
کی تلوار بن گئی ہے بصلاح بد اسکی موٹھ ہے بیرحمی اسکی تیز دھار ہے۔ جو کبڑی منتھرا کی
سان پر چڑھی ہے۔ اس نے جان لیا کہ یہ مہا ٹھور ضرور میری جان لے گی۔ یا میری ست (راستبازی)
کو۔ مگر پھر بھی راجہ اپنے دل کو سنبھال کر۔ نہایت لجاجت و منت سماجت کی۔ مگر رانی نے کچھ نہ
خیال کیا۔ راجہ نے کہا کہ رامچندر اور بھرت دونو میری آنکھیں ہیں ہے میری پیاری میں شوجی کو
گواہ کر کے سچ کہتا ہوں کہ سویرے صبح کو قاصد کو بھرت جی پاس بھیجکر بلاؤنگا۔ اور اچھی
لگن دیکھ کر ان کو راج بدری دیدونگا۔ رامچندر کو کچھ راج کا لالچ نہیں ہے۔ وہ بھرت جی سے
بہت محبت رکھتے ہیں پہنچی تو انکو چھوٹا بڑا سمجھکر راج نیت کے موافق رام چندر کا تلک راج

چاہا تھا۔ رامچندر کی سوگندیں کھا کر کہتا ہوں کہ کبھی اُن کی ماتا نے مجھ سے نہیں کہا کہ میں اُنکو
راج پدوی دوں میں نے یہ کام تجھ سے پوچھ کر نہیں کیا۔ اُسکا یہ پھل ہے کہ سارا کام بگڑ گیا تم اپنے
غصہ کو دُور کرو۔ شادی کا سامان کرو۔ تھوڑے دنوں میں بھرت جی راجا ہونگے۔ مگر بڑا رنج
تمہارے دوسرے بردان مانگنے کا ہے جس سے میرا دل کباب ہوا جاتا ہے۔ تم سچ بتاؤ کہ تمہاری
یہ ہنسی تھی یا سچ بات تھی مجھے بتلاؤ کہ رامچندر نے تمہارا کیا قصور کیا ہے۔ سب اُنکو تو اچھا سادھو کہتی
ہیں۔ تم بھی اُن کی بڑی تعریف کرتی تھیں۔ وہ بڑے درجہ کا پریت اُن سے کرتی تھیں۔ اب جو
تم نے مجھ سے باتیں کہیں اُن کا نہایت رنج مجھے ہے۔ رامچندر کا سبھاؤ ایسا ہے کہ وہ بیریوں پر
کرپا کرتے ہیں۔ ماتا کے ساتھ کیا کوئی ایسی بات کرسکتے ہیں کہ وہ دق اور رنجیدہ ہو۔ خواہ تم نے
ہنسی سے کہا یا جنگلی سے اُسے چھوڑ کر مجھ سے کوئی معقول بردان مانگو تاکہ میرا دل بھرت جی کے راجتلک
سے شاد و خرم ہو۔ بن جل مچھلی جی سکتی ہے۔ کم بخت سانپ بن من کے جی سکتا ہے۔ مگر بغیر رام کے
میں نہیں جی سکتا۔ یہ میری حالت سچ سچ ہے اسمیں کچھ بناوٹ نہیں ہے۔ ای میری پیاری جان
تم سوچو سمجھو کہ میری زندگی کا مدار رامچندر کے دیدار پر ہے۔ اس نرم گفتگو کو بھی سن کر وہ جفاکار
ایسی شعلہ فشاں ہوئی جیسے کہ آگ گھی ڈالنے سے کہنے لگی کہ تم کروڑ باتیں بناؤ میں تمہاری ایک
نہیں مانونگی میرے بردان دو یا جیبھ لو۔ میں زیادہ تکرار و مباحثہ نہیں چاہتی۔ اگر رامچندر سادھو
دوسرے تم سادھو تیسرے رامچندر کی ماں سادھو جیسے تم تینوں سادھوؤں کو اچھی طرح پرکھ لیا۔ کوسلیا نے
جو میرے لئے ٹکا تھا اُسکا پھل اب میں اُسکو چکھاؤں گی۔ اس بات کو تم خوب سمجھ لو کہ اگر کل منی کا
بھیس بناکے رامچندر جنگل نہ گئے تو میرا مرنا ہوگا اور تمہارا اپجس ہوگا۔ یہ کہہ کر کیکئی سیدھی کھڑی ہوگئی
یہ معلوم ہوتا تھا کہ کوئی غصہ کا دریا پاپ پہاڑ سے نکلا ہے اور اس میں قہر و غضب کی لہریں اُٹھ
رہی ہیں۔ دو بردان اُس کے کنارے ہیں اور سخت ہٹ اُس کی دھار ہے اور کبڑی کا
پٹی پڑھانا اُس کے بھنور ہیں۔ جو راجہ کو درخت کی طرح اکھیڑتے ہوئے مصیبتوں کے سمندر
میں لے جاتے ہیں۔ راجہ نے اُس کو یہ جانا کہ میری موت اُسی کی صورت بنا کر

میرے سر پہ ناچ رہی ہے۔ نہایت عاجزی سے راجہ نے کیکئی کے پاؤں پکڑ کر کہا کہ تو مجھ جا
میری بنس کی جڑ کاٹنے کے واسطے کلہاڑی نہ بن تو میرا سر مانگے تو میں دیدوں۔ مگر تو مجھ سے راما کے
جدا کرنے سے باز آ۔ تجھ سے جس طرح ہوسکے اسکو گھر میں ہی دبے نہیں تو ساری عمر جلا کریگی کبھی چین
سے نہیں بیٹھیگی۔ مگر جب راجہ نے دیکھا کہ میرے درد کی دوا نہیں ہے تو وہ زمین پر گر پڑا ہائے
راما ہائے راما دردناک آواز سے پکارنے لگا۔ راجہ کا بدن اس رنج سے ایسا سوکھ گیا جیسے کہ
کلپ برکش کو ہاتھی گرا دے۔ اسکا حلق خشک تھا منہ سے بات نہ نکلتی تھی۔ ماہی بے آب کی
طرح بیتاب تھا مگر کیکئی اپنی باتوں سے اس کے زخموں میں نمک چھڑکے جاتی تھی کہ راجہ جب تمہارا
یہ حال ہو تم نے کس برتے پر مجھ سے کہا تھا کہ مانگ مانگ دو باتیں ایک ہی ساتھ کیسے ہوسکتی
ہیں کہ ٹھٹھا بھی مارو اور گال بھی پھلاؤ۔ سخی بھی ہو اور کنجوس بھی۔ راجہ بھی ہو۔ خیر و عافیت بھی
چاہو۔ یہ باتیں ساتھ ہو نہیں سکتیں یا اپنا نقض عہد کرو۔ یا مستقل مزاج بنو۔ عورتوں کی طرح رو رو
بیٹھو نہیں سچ وہ سمندر ہے کہ جسکے آگے جان۔ جورو بچے۔ دھن دولت بلکہ ساری دنیا ایک تنکا
ہے راجہ نے یہ باتیں جو اسے مارے ڈالتی تھیں سنیں تو اس نے کہا کہ اس میں کچھ تیرا دوش
نہیں میری موت پریت کی طرح تیرے من کو لپٹ گئی ہے وہ یہ باتیں تجھ سے کراتی ہے میرے بعد
سب کچھ اچھا ہوگا۔ تیرا جو جی چاہے سو کر۔ مگر میرے سامنے اپنا منہ نہ کر۔ چھپا لے اور ادھر نہ دیکھ
میں ہاتھ جوڑ کر تجھ سے کہتا ہوں کہ میں جبتک جیتا ہوں تو مجھ سے بات نہ کر۔ تو اپنے کاموں سے
ساری عمر ایسی پچھتاویگی جیسے کوئی نسے کے لئے گائے کو مار کر پچھتاتا ہے۔ راجہ تو یہ بار بار کہتا ہوا زمین
پر گر پڑا کہ کیوں تو اس گھر کو ستیاناس ملاتی ہے۔ مگر اس کٹھور نے کچھ نہ سنا۔ اسکی جلن کی آگ تو زیادہ
بھڑکتی ہی رہی۔

راجہ دسرتھ تو ایسے بیکل تھے جیسے کوئی پکشی بازوؤں کے اکھیڑنے سے ہوتا ہے۔ زبان سے
رام رام پکار رہے تھے اور دل میں یہ دعا مانگ رہے تھے کہ نہ صبح ہو نہ کوئی راما سے یہ خبر جا کر
کہے۔ صبح سے کہتے تھے کہ تو ادے نہ ہو کیونکہ تیرے دیکھتے ہی ساری اجودھیا بیکل ہو جائیگی

مگر یہ کب ہو سکتا تھا۔ صبح ہوئی۔ بانسری۔ شہنائی۔ سنکھ بجنے شروع ہوئے۔ بھاٹ اپنے کبت پڑھنے لگے گانے والے گانے لگے۔ یہ ساری خوشی کی باتیں ایسی زہر لگتی تھیں جیسے کہ کسی ستی ہونے والی عورت کو چتا پر زیور۔ سارے نگر نے اس خوشی میں کہ کل رامچندر کا راج تلک دیکھیں گے رت جگا کیا۔ دروازے پر راجہ کے نوکروں چاکروں امیر وزیروں کی بڑی بھیڑ بھاڑ ہو رہی تھی۔ سورج کو دیکھ کر سب لوگ کہہ رہے تھے کہ راجہ جی ہمیشہ پچھلے پہر سے اٹھتا تھا آج کے دن کیوں نہیں اٹھتا۔ سمنت وزیر کو بھیجا کہ راجہ کو جا کر جگائے۔ اور سب کا مول کرنے کا حکم لائے۔ سمنت جب تو اس میں گیا تو وہاں کل رنگ کچھ اور ہی دیکھا۔ رلو اس کاٹے کھاتا تھا۔ ایسا ڈراؤنا تھا کہ سمنت کو قدم اٹھانا مشکل تھا جس سے اسکا سبب پوچھتے تھے کوئی جواب نہیں دیتا تھا۔ راجہ اور کیکئی کے مکان پر پہنچا تو وہاں راجہ کو دیکھا کہ وہ ایسا مردہ و پژمردہ پڑا ہے جیسے کہ کنول بیخ بریدہ۔ وزیر تو خوف کے مارے کچھ پوچھ نہ سکتا تھا مگر وہی شرارت سی بھری اور خیر سے خالی بولی کہ راجہ کو رات بھر نیند نہیں آئی ہے۔ راما راما پکار رہے ہیں اس لئے تم پہلے راما کو یہاں لے آؤ تو وہ پوچھ لینگے کہ اس حالت کا سبب کیا ہے مجھ سے تو انھوں نے کچھ کہا نہیں سمنت سمجھ گئے کہ اس میں کچھ رانی کی کمت ہے۔ وہ ڈرتے ڈراتے لڑکھڑاتے رام چندر کے پاس گئے وہ اُن کے ساتھ راجہ کے پاس آئے۔ یہ دیکھ کر لوگ فکرمند ہوئے۔ جب رامچندر نے راجہ کو دیکھا کہ اُن کا حال تو ایسا ہی جیسے بوڑھا ہاتھی شیرنی کے بس میں ہوتا ہے ہونٹھ سوکھے ہوئے ہیں سارا بدن جل رہا ہے رامچندر نے پہلے کوئی دکھ رنج دیکھا کیا سنا بھی نہ تھا۔ یہ پہلی دفعہ تھی جو یہ واقعہ دردناک پیش آیا۔ انھوں نے اپنے تئیں جوں توں سنبھال کر اور مستقل ہو کر ماتا سے پوچھا کہ پتا کی اس بپتا کا کیا کارن ہے یہ سنکر کیکئی نے کہا کہ سنو رام چندر اس کا کارن تو یہ ہے کہ راجہ کو تجھ پر بڑا پیار ہے مجھ کو راجہ نے دو بر دان دینے کو کہے تھے۔ سو جو میرے دل میں آئے وہ میں نے مانگ لئے۔ راجہ

اُن کو سنکر بڑے سوچ بچار میں پڑے ہیں۔ تمہارے سبب سے دو بدعا ہو رہی ہے
ایک طرف بیٹے کی محبت ہے دوسری طرف ایفاء وعدہ ہی۔ اب یہ تمہارے ہاتھ میں ہے
کہ تم اُن کا حکم مانو اور ساری مصیبتوں سے اُن کو نجات دو کیکئی ایک سنگدلی کی مورت تھی
اُس کی زبان کیا تھی ایک کمان تھی جس سے ہٹ تیر انداز بن کر اُس کی باتوں کے تیر
راجہ کو نشانہ بنا کے لگاتا تھا۔ اُس نے اپنی ساری کہانی سنائی کہ میں نے راجہ سے
بھرت کا راج اور تمہارا بن باس چودہ برس کا مانگا ہی۔ رام چندر جو سوچ من سکھ کے
سورج تھے اور ساری خوشیوں کے سرچشمہ دل میں خوش ہو کر زبان فیض ترجمان گوہر فشاں
ہوئے کہ ماتا سنو بیٹا وہی سپوت ہے جو ماں باپ کا فرمانبردار ہو۔ جو بیٹے ماں باپوں کی پرورش
کریں ایسے دنیا میں اکثر نہیں ہوتے ہیں مگر میری تو یہ دلی تمنا ہے کہ بس بن میں منی بن کر رہوں
اور پھر اُس پر باپ کا حکم ہوا اور تجھ ماتا کی اجازت ہو۔ پھر برادر عزیز تر از جان بھرت
راجا ہو۔ یہ سب باتیں خدا نے میرے بھلے ہی کی ہیں مگر میں ایسی حالت میں بن نہ جاؤں تو
میرا نام بیوقوفوں کی فہرست میں اول لکھنا چاہیے۔ جو ایک دفعہ کلپ برکش کو چھوڑ کر ارنڈ کو پسند
کرے۔ امرت کو ترک کر کے بس کو مانگے پھر اُس کو دوبارہ کلپ برکش اور امرت نہیں ملتا۔
بس یہ موقع جو میرے لئے ہے پھر کب ملے گا۔ رامچندر جی کی ان سیدھی باتوں میں کوئی مکر و فریب
نہ تھا۔ مگر کیکئی اُن کو بھی ٹیڑھا سمجھی۔ اسکا حال تو ایسا تھا جیسے کہ جوک سیدھے پانی میں بھی
ٹیڑھی ہی چلتی ہے کیکئی رامچندر سے یہ مکر کی باتیں بنانے لگیں کہ تم ایسے پتر ہو کہ جو ماں باپ کی
فرمانبرداری دل و جان سے کرتے ہو مجھے یقین ہے کہ تم باپ کو اپنے بڑھاپے میں وعدہ خلافی
کا داغ نہ لگنے دوگے راجہ بھی تجھ جیسے لائق بیٹے کے کہنے کو کیوں نہ مانیں گے۔ ایسی اچھی باتیں
چھوٹے منہ میں ایسی اچھی معلوم ہوتی ہیں جیسی متبرک گیا کا تیرتھ مگدھ کے برے دیس میں
مگر رامچندر ایسے صاف دل تھے کہ انھوں نے اپنی ماتا کی ناپاک خبیث باتوں کو بھی ایسا صاف
بنا لیا جیسا کہ گنگا جی نجاست و غلاظت کو بھی پاک کر دیتی ہیں۔ اتنے میں راجہ جیت گئے برا مارا

بلکتے ہوئے کروٹ لی۔ تو سمنت نے سری رامچندر کے آنے کی راجہ کو خبر دی تو انہوں نے آنکھیں کھولیں پیارے بیٹے کو گلے لگالیا۔ آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ رنج وغم کے مارے کچھ منہ سے تو کہہ نہیں سکتے تھے۔ بار بار بیچ بیچ کر رامچندر کو گلے لگاتے تھے۔ دل میں خدا سے دعا مانگتے تھے کہ وہ رامچندر کا دل میری محبت مروت سے ایسا پھیر دے کہ وہ میرے کہنے سے بن نہ جائے اور گھر میں رہے۔ سنسار میں میرا چاہے بھلا ہی ہو اور چاہے مٹ جائے۔ میں نرگ ہی میں کیوں نہ پڑوں اور سرگ میں میرا باس نہ ہو۔ یہ ساری تکلیفیں مجھے راحت معلوم ہوتی ہیں مگر رامچندر میری آنکھوں سے اوٹ نہ ہو۔ یہ باتیں راجا دل میں کر رہا تھا کچھ زبان سے نہ کہتا تھا۔ دل پیپل کے پتے کی طرح ہل رہا تھا کہ رامچندر نے پتا سے کہا کہ میری گستاخی معاف ہو میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ آپ نے اتنی سی بات کے لئے کیوں ایسی تباہی تکلیف اٹھائی۔ ماتا سے میں نے سارا حال سنا۔ اس سے میرا کلیجہ ٹھنڈا ہوا میرا بن جانا تو بڑی مسرت و نشاط کی بات ہے۔ اب محبت کے سبب سے کچھ فکر نہ کیجیے اور مجھے اجازت دیجیے۔ اس دنیا میں وہی باپ خوش نصیب ہے کہ اپنی بیٹے کے ہنروں کو سن کر خوش ہو جس بیٹے کے ماباپ جان کی برابر عزیز رکھیں اسی کو سب سے اچھے پھل ملتے ہیں آپ کے حکم کی تعمیل کرکے جلد بن میں رہ کر آجاؤں گا۔ اب میں ماتا سے وداع ہونے جاتا ہوں۔ راجہ غم کے مارے کچھ نہ بولا۔ یہ بری خبر سب جگہ جلدی ایسی پھیل گئی جیسے کہ بچھو کے ڈنک کا زہر ساری بدن میں دفعتہً پھیل جاتا ہے۔ اس خبر کے سنتے ہی سارے عورت مردوں کا وہ حال ہو گیا جو بن میں آگ کے لگنے سے درختوں اور بیلوں کا ہوتا ہے۔ جہاں جو سنتا ہے وہ سر دھنتا ہے کسی طرح دل کو صبر و قرار ہوتا نہیں۔ سب کے چہرے اترے ہوئے۔ آنکھوں میں آنسو بھرے ہوئے تھے۔ دل میں رنج سماتا نہ تھا۔ فکر و غم اجودھیا پر چڑھا آتا تھا اپنا ڈنکا بجاتا تھا۔ سب لوگ کیکئی کو گالیاں دیتے تھے کہ اس پاپنی نے چاہا گھر میں چنگاری رکھ دی اپنی آنکھوں کو اپنے ہاتھ سے نکال کر دیکھنا چاہتی ہے۔ بڑی سنگدل کم بخت کچھ عقل کی دشمن ہے رگھوونش کے نیستان کے لئے آگ ہے شاخ پر بیٹھ کر درخت کی جڑ کاٹتی ہے۔ اب کیا ہوا پہلے

تو وہ رامچندر کو جان کی برابر عزیز رکھتی تھی سچ شاعروں نے کہا ہی کہ عورتوں کی باتوں کی کچھ تھاہ نہیں
آئینے میں آدمی اپنی عکس کو پکڑ سکتا ہے مگر عورتوں کے چرتروں کو نہیں جان سکتا۔ کوئی چیز ایسی نہیں
جسکو آگ نہ جلا سکے۔ کوئی چیز نہیں کہ سمندر میں سما نہ سکے کوئی چیز نہیں جسکو موت کھا نہ سکے۔ کوئی برا کرم
نہیں جسے عورت نہ کر سکے خدا نے بات بنا کے بگاڑ دی کوئی کہتا تھا ایسے عالی راجہ کی عقل کدھر ماری گئی کہ ایک
شریر عورت کے کہنے میں آگیا اور اپنا ستیاناس کر دیا۔ کوئی کہتا ہیں بھائی راجہ کو اپنے بچن کو پورا کرنا چاہیے تھا
کوئی کہتا تھا کہ اسمیں بھرت جی کی بھی سازش ہے دوسرا کانوں پر ہاتھ رکھ کر اور زبان کو دانتوں سے
دبا کر کہتا کہ ایسی جھوٹی بات منہ سے نہ نکال اس سے تیری سب پن جھڑ جائینگے بھرت جی تو رامچندر
پر جان قربان کرنے کو موجود ہیں چاند سے انگارے برس سکتے ہیں امرت بس ہو سکتا ہے مگر بھرت جی رامچندر
کے برخلاف سازش کبھی نہیں کرینگے جب گھر میں یہ پریشانی سی ہوئی اور سب جگہ ہل چل پڑ گئی
تو بڑی بوڑھی جو کیکئی کی بڑی پیاری تھیں اسے سمجھانے لگیں کہ تم تو رامچندر جی کو جی جان کی برابر
جانتی تھیں اب اسکو بن باس دیتی ہو۔ یہ کیا غضب کرتی ہو۔ کوسلیا نے بھی تمہارا کچھ نہیں بگاڑا ہے۔ تمہارا
اسکا اخلاص پیار مشہور ہے پھر اب تم کیوں اپنی دل کو کینہ و پشیمانی کا کوٹ بناتی ہو۔ تم بھرت کو راجہ بشوق
بناؤ مگر رامچندر جی کو بن باس کیوں دو۔ وہ کچھ راج کے بھوکے نہیں وہ اپنی گرو کے گھر چلے جائینگے۔ اب تو
کوئی دوسرا بردان مانگ اگر ہمارا کہنا تو نے نہ مانا تو یاد رکھ کہ ساری عمر روئیگی۔ اگر تو نے یہ ٹھانی
کی ہو تو جلد اسے کہہ دے اس دکھ کو دور کر اپنے کلنک کو مٹا دے رامچندر جی کو بن جانے سے باز رکھ جیسے
دن بن سورج کے۔ تن بن جان کے برے معلوم ہوتے ہیں رات بغیر چاند کے اندھیری ہوتی ہی ایسی
اجودھیا بے رامچندر کے سونی ہوتی ہی۔ یہ سب کچھ سہیلیوں نے کہا مگر اس نے کچھ نہ سنا۔ انکو ایسی غضب
کی آنکھ سے دیکھنے لگی جیسے کہ بھوکی شیرنی ہرنوں کو دیکھتی ہی سہیلیاں اسکو کوستی اور گالیاں دیتی
چلی آئیں سارا نگر روتا تھا کہ سری رامچندر سا بیٹا جیسا بھلا نہیں اُن کے بچھڑنے سے سب ایسے گھبرائے تھے
جیسے کہ بن جل پانی کے جانور شہر کا یہ حال تھا کہ سری رامچندر ماتا کے پاس گئے۔ وہ دل میں بڑی
خوش تھے اگر ان کو سوچ تھا تو یہی کہ کہیں راجہ مجھے بن جانے سے روک نہ رکھیں وہ یہ سمجھتے تھے کہ رگھوبنس کی

شکوہ تو ایک جوان ہی مٹی ہے۔ اور راج ان کے پاؤں کی بیڑی۔ بن کا جانا اس بیڑی کا کٹنا تھا۔
ان کو بن جانے کا بڑا شوق تھا پہلے ماں کے آگے دونوں ہاتھ جوڑ کر چرنوں کو پرنام کیا ماتا نے اسیس دی
چھاتی سے لگا لیا گہنے کپڑے نچھاور کئے محبت کے مارے آنکھوں میں آنسو اور چھاتیوں میں دودھ اتر آیا
بار بار منہ چومتی تھیں اور پوچھتی تھیں کہ یہ تو بتاؤ بیٹا راج تلک کی لگن کب آئیگی۔ اب جلدی اشنان
کر دو اور میٹھا بھوجن کھاؤ اور پتا پاس جلد جاؤ۔ تم کو بہت دیر ہو گئی۔ ان کی ماں کی یہ باتیں محبت کے
گلشن کے پھول تھے جنمیں خوشی کی مہک بھری ہوئی تھی اور آنند کی پتیاں لگی تھیں مگر رامچندر جی کے
دل کی شہد کی مکھی نے اس پر رغبت نہ کی۔ بلکہ ایمان و دہرم پر خیال کر کے یہ میٹھی میٹھی باتیں کہیں کہ
مجھے پتا نے بن کا راج دیا ہے جہاں میرے سارے بڑے کام ہو جائینگے تم بھی خوش ہو کر دل سے اجازت
دو کہ میں بن جا کر تپسیا کروں اور آنند کروں۔ بن میں چودہ برس رہ کر پھر میں آپ کے چرنوں سے
آن لگونگا تم اپنے جی کو اداس مت کرو۔ اس بات کے سنتے ہی ماں کے سارے بدن میں خون ایسا
خشک ہو گیا جیسا کہ جوانسا برسات میں خشک ہوتا ہے۔ وہ سوکھ کر ایسی سہم گئی جیسے کہ شیر کی آواز سنتے ہی
آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ بدن تھر تھر کانپنے لگا پھر کچھ ہوش میں آکر کہا کہ یہ تو بتاؤ کہ یہ کس نے گھر میں آگ
لگائی پھر شری رامچندر نے سب حال سنایا تو وہ سن کر سن ہو گئیں اور کچھ نہ بولا گیا۔ دہرم اور محبت کے
سبب سے بن جانے کی اجازت دے سکتی تھیں نہ منع کر سکتی تھیں ان کا حال ایسا تھا جیسے کہ چھچھوندر کے
منہ میں سانپ کہ نہ چھوڑے بنے نہ پکڑے بنے۔ تمہارا چودہ برس بن کا جانا تو تالاب کا پانی ہے
تمہاری دوست و رشتہ دار مچھلیاں ہیں اور تم بڑے پرم دیال ہو۔ ایسا بچار کرنا کہ تم ہم سب
جیتے جی آن ملو۔ اس وقت جو حالت ماں کی تھی وہ بیان نہیں کی جاتی۔ وہ اپنے بیٹے کے پاؤں پر
گر پڑی۔ تو شری رامچندر نے انکو اٹھا کر اپنی چھاتی سے لگا لیا۔ اور ان کو خوب سمجھایا۔ یہ خبر سنکر
سیتا جی گھبرا کے ساس پاس آئیں پالاگن کر کے بیٹھ گئیں ساس نے اسیس دی۔ اب سیتا جی جی میں یہ سوچ
رہی ہیں کہ وہ میرا کونسا پن ہے جس کے سبب سے میرے سوامی مجھے اپنے ساتھ بن کو لیجائیں جسم اور جان
دونو ساتھ جائینگے یا جان جائیگی جسم رہیگا۔ پھر ان کی آنکھوں سے ایک دریا امڈ آیا۔ کوسلیا بھی

حال دیکھ کر بولیں کہ سیتا جی تو بہت ہی نازک بدن ہیں وہ میری آنکھوں کی پتلی ہیں یہاں تک
میں دیکھ کر جیتی ہوں میں نے اس نونہال کو اپنی محبت کی آبیاری سے پالا مگر اس کے پھولنے پھلنے کے وقت
میرا خدا مجھ سے پھر گیا معلوم نہیں اس کا انجام کیا ہوگا۔ یہ نازک بدن سدا پلنگ اور سیج پر عیش
تکیوں کی گود اور ہنڈولے میں رہی ہے۔ کبھی سخت زمین پر قدم نہیں رکھا ہے نہ کبھی اس نے چراغ
کی بتی بالنی کو بھی نہیں کہا۔ ایسی نازک بدن تمہارے ساتھ جلنے کو کہتی ہے۔ اسکو آپ کیا حکم دیتے
ہیں جو چکور چاند کی چاندنی سے خوش ہوتی ہو بھلا سورج کی دھوپ میں اسکا کیا حال ہوگا۔
ان بن کیسے جیتی رہونگی جن بن میں ہاتھی شیر۔ راکھشس۔ اور بڑے بڑے جانور رہتے ہوں وہاں کی
واسطے تو بھیلنی اور جنگلی عورتیں پیدا ہوئی ہیں جو جسمانی راحت کو نہیں جانتیں ان کے جسم و
پتھر کے گزوں کی طرح سخت ہیں انکو جنگل میں کچھ تکلیف نہیں سیتا جی بن میں کیسے رہ سکتی ہیں جو
جو بندر کی تصویر دیکھ کر ڈر جاتی ہیں جو ہنس کا بچہ گنگا جی کے جل میں کنولوں میں پلا ہو۔ وہ
گڑھوں کے گدلے پانی میں کیسے رہ سکتا ہے۔ جیسے تمہارا حکم ہو وہ سیتا جی سے کہہ دو۔ رام چندر
جی اپنی ماں کی یہ پیار کی باتیں سنکر سیتا جی کو سمجھانے لگے کہ اپنا بھلا چاہتی ہو تو گھر ہی میں رہو میرے
حکم کا ماننا اور میرے سسر ساس کی خدمت کرنی تمہارے لئے سب سے بڑا دھرم ہے اس سے بڑا کوئی اور حکم
نہیں ہیں تم کو یہاں فقط اسلئے چھوڑے جاتا ہوں کہ جب ماں میری بیکل ہو تو تم اپنی میٹھی میٹھی باتوں سے
اسکی چھاتی ٹھنڈی کر دو۔ دن جاتے ہوئے کچھ دیر نہیں لگتی میں ابھی آجاؤنگا۔ اگر تم جانے پر ہٹ
کرو گی تو پچھتاؤ گی۔ بن میں بہا کشٹ اور بڑا ڈراؤنا ہوتا ہے۔ گرمیوں میں سخت دھوپ جاڑے
میں کڑاکے کا جاڑا۔ اور سرد ہوا۔ برسات میں پانی کا برسنا بھلا ان موسموں کی سختیوں کو کیونکر
تم برداشت کرو گی۔ اس میں ننگے پاؤں چلنا پڑیگا تمہارے پاؤں جو کنول کے پھولوں سے بھی زیادہ
نازک ہیں وہ کیسی برداشت کر سکینگے۔ پھر راستہ بڑا دشوار گذار کہیں اسمیں بڑے بڑے پہاڑ جن میں
کندرا کھوہ۔ ندی۔ ند۔ نالے ایسے خوفناک کہ دیکھے بھی نہیں جاتے۔ پھر انمیں ریچھ۔ شیر۔ بھیڑیئے
ہاتھی ایسے گرجتے اور چنگھاڑتے ہیں جن کو سنکر بڑے بڑے بہادروں کے اوسان خطا ہوتے ہیں تو

میں جا بجا کنکر نکیلے کانٹے پڑی ہوتی تمہارے پاؤں کنول سے زیادہ نازک وہ کیسے ننگے
چل سکتی ہیں اسپر سونا ہوگا پتوں کو چھالیں ملینگی۔ کند مول پھل بھوجن ہونگے۔ سو یہ بھی ہر روز
میسر نہیں ہونگے بعض دن انھیں بھی ترسو گی پھر پہاڑوں کا پانی بہت لگتا ہی بن کی مصیبتیں
بہت سی ہیں اسمیں سانپ وغیرہ نت بکثرت رہتے ہیں راچھس کول بھیل ٹھگ چور پھرتے ہیں جنگلی
ہاتھی بڑے بڑے مردوں کے ہوش جاتے رہتے ہیں انکے آگے وہ تھر تھر کانپتے ہیں تم تو خود آہو چشم ہو
کیوں نہ ڈرو گی۔ تم ہنس گامنی بن جانے کے لائق ہو؟ اگر میں ساتھ لیجاؤنگا تو لوگ مجھے برا کہینگے جو
ہنسنی مان سرور کے امرت جل میں پلی ہوئی ہو وہ دریا بشور میں کیسے جی سکتی ہی۔ کوئل جو
سدا باغ کی بہار دیکھتی رہی ہو اسکا بن میں کیا کام تم یاد رکھو کہ جو کوئی دوست۔ گرو
سوامی کا کہنا نہیں مانتا وہ آخر کو پچھتاتا ہی۔ سیتا جی نے جب یہ محبت کی باتیں سنیں تو ان کی
آنکھوں سے آنسوؤں کا دریا بہنے لگا۔ بہت مشکل سے دل کو روک تھام کر وہ یہ بولیں پتی (خاوند)
کے بچھڑنے کی برابر دنیا میں کوئی دکھ عورت کو نہیں تم بنا تو مجھکو بہشت بھی جہنم ہی سکھ میں ماتا
پتا بہن بھائی ساتھی۔ دوست۔ سسرال میں سسرا ساس۔ گرو۔ اور عزیز و اقربا راحت
رساں ہوتے ہیں مگر وہ سب بغیر خاوند کے ایسے ناگوار ہوتے ہیں جیسے کہ سورج کی تیز دھوپ گھر زمین
راج یہ سب شوہر بغیر جہنم معلوم ہوتے ہیں بھوگ سب روگ ہو جاتے ہیں زیور سب بوجھ ساری دنیا
موت کی صورت نظر آتی ہی۔ عورت ایسی ہو جاتی ہی جیسے کہ جسم بے جان دریا بے آب
سو میرا دنیا میں سوا تمہارے راحت پہنچانیوالا نہیں کیسے جسم سے سایہ سورج سے روشنی
چاند سے چاندنی۔ دور رہ سکتی ہی میری ساری سکھ آپکے چندرما جیسے مکھ کے ساتھ ہیں آپکے
ساتھ میں بن کے پکشی پشو میری خدمت گذار ہونگے۔ بن میں اگر ہوگا چھال کا لباس بہت
ہی سندر پاتیمبر ہوگا۔ پتوں کا چھایا ہوا گھر مجھکو دیوتاؤں کا گھر سب سکھوں کی جڑ ہوگا۔
سارے بن کی دیبی اور دیوتا میری ساس سسروں کی طرح میری رکھوالی کرینگے آپکے ساتھ
رہنے کے سبب سے درختوں کی کومل کونپلوں کی چھوٹی سی سیج میری بیاہ کی بہن سیج کی

برابر ہوگی۔ کند مول پھولوں کا کھانا امرت ہوگا۔ لمحہ لمحہ آپکے درشن کرکے ایسی پرسن
رہونگی جیسے دن کو چکئی رہتی ہے۔ آپنے جو بن کی بہت سی مصیبتیں اور آفتیں بیان کیں وہ آپکی
جدائی کے رنج کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں اب آپ کرپاندھان سوامی اپنے ساتھ ہی لیجلئے
اگر آپ چھوڑ جائیں گے اور میں اس جدائی میں چودہ برس تک جیتی رہونگی تو آج جو دھیا میں چھوڑ جائیے
میں آپ کے ساتھ چلنے میں کبھی نہیں تھکنے کی گھڑی گھڑی آپکے درشن سے میری تھکن اُتر
جائیگی زمین پر گھاس پتے بچھا کر ساری رات یہ داسی آپکے چرن دبایا کریگی آپکے دیکھنے سے
مجھے گرمی اور ہوا کی تکلیف کچھ نہیں معلوم ہوگی سچ ہی میں نازک بدن ہوں آپ بن کے جوگی
بننے کے لائق ہیں آپ تپ جپ کریں میں عیش عشرت کروں میری جان جو آپکی
جدائی کے ذکر سننے سے نہیں نکل گئی تو اس سے مجھ کم بخت کو شبہ ہوتا ہے کہ میں شاید آپکی
جدائی میں بھی جیتی رہوں۔ یہ کہہ کر سیتا جی بیکل اور بے ہوش ہوگئیں شری رامچندر سمجھے کہ
وہ میری جدائی میں جیتی نہیں رہنے کی اس لئے کہا کہ تم ساتھ چلو۔ رنج دور کرنا۔ اب بن چلنے
کا سامان کرو ماں نے دعا دی اور کہا کہ دیکھئے پھر خدا کب اس میری جوڑی کو دکھاتا ہے۔
بار بار وہ بہو اور بیٹے کو گلے لگاتی تھیں۔ ماں کے دل کی بیکلی کا جو حال تھا وہ کہا نہیں جاتا بیٹے
بہو دونو اس کی تسلی و تشفی کی باتیں کرتے تھے۔ غرض سیتا جی رامچندر کے ساتھ بن کو چلیں
جب یہ خبر لچھمن جی کو پہونچی تو وہ بھی روتے ہوئے بھائی پاس آئے۔ اور منت سماجت کرکے بھائی
سے کہا کہ تم ساتھ لے چلو بھائی نے سمجھایا کہ تم گھر ہی رہو ایسی ٹھنڈی باتوں کے سننے سے
لچھمن جی ایسے سوکھ گئے جیسے پالا پڑنے سے کنول منہ سے بات تو نکلتی نہ تھی مگر بھائی کے
پاؤں پر گر پڑے اور کہنے لگے کہ میں آپ ہی کا پالا ہوا ہوں مجھے ساتھ لے چلیئے۔ ماتا
پیتا۔ گرو۔ آپ ہی کو جانتا ہوں رامچندر جی نے جب بھائی کا یہ حال دیکھا تو کہا کہ جاؤ ماتا سے
بدا ہو آؤ۔ یہ بات سن کر خوشی خوشی ما پاس گئے۔ ماں کو بیٹے کی جدائی کب گوارا ہو سکتی ہے۔
سنتے ہی اُن کے پاؤں کے تلے کی زمین نکل گئی۔ آنکھوں تلے اندھیرا آگیا۔ جیسے بن میں آگ

لگنے سے ہرنی گھبرائی ہو ایسی وہ بھی گھبرائی - مگر پھر دل کو سنبھال کر اور اُن کا ساتھ
رامچندر جی اور سیتا جی کا سچ سمجھ کر اُن کو اجازت دیدی اور کہا کہ یہی دونو تمہاری ماتا
پتا ہیں وہ جہاں ہیں وہی تمہاری اجودھیا ہی۔ جہاں سورج نکلے وہیں دن ہی لچھمن جی نے
یہ اگیا پاتے ہی ماتا کے آگے چرنوں پر سر نہوا کے رامچندر جی اور سیتا جی کے پاس ایسے بھاگے
آئے جیسے کہ ہرن جال کے پھندے توڑ کر بھاگتا ہی۔ اب یہ تینوں راجہ کے پاس آئے۔ سارا نگر پکار
پکار کہہ رہا تھا کہ خدا نے کیا بات بنا کے بگاڑی ہی۔ سب کی صورتیں غمزدہ۔ دل رنج آلودہ۔
وہ ایسے بیکل تھے جیسے کہ مکھیاں اپنے چھتے چھن جانے سے ہوتی ہیں ہاتھ ملتے تھے سر دھنتے تھے
جیسے ہتھنی بن بچوں کے بیقرار ہوتے ہیں ایسے ہی وہ تھے۔ راجہ کے مندر میں بڑی بھیڑ بھاڑ
ہوگئی اس وقت کے رنج کا حال بیان نہیں کیا جاتا جب وہ تینوں راجہ پاس آئے۔ سمنت نے راجہ کو
اٹھا کر بٹھلایا۔ راجہ نے رام چندر جی کو پاؤں پر گرتے دیکھا اور پھر سیتا جی اور لچھمن جی کو بھی دیکھا
دیکھا تو راجہ رنج کے مارے گھبرا گیا۔ بار بار بیٹوں اور بہو کو گلے لگاتا تھا۔ غم کے مارے آواز منہ
سے نہیں نکلتی تھی۔ شری رامچندر نے باپ کے چرنوں پر سر نہوا کے رخصت چاہی۔ راجہ نے
پھر رامچندر کو سمجھایا۔ کہ نہ جاؤ۔ مگر رامچندر یہ کب چاہتے تھے کہ باپ کے وعدہ کا ایفا نہ ہو
یہاں یہ ہو رہا تھا کہ کیکئی اٹھی۔ گھر سے منی لوگوں کے کپڑے گہنے برتن لا کر شری رامچندر کے
آگے رکھ دئے اور بولی کہ راجہ کو تو تم سے ایسی محبت ہی کہ تمکو بن جانے کے لئے کبھی نہیں کہیں گے
خواہ اس سے اُن کی ساری عمر بھر کی عزت ہی خاک میں کیوں نہ ملجائے۔ اب تم کو اختیار ہی جو چاہو
کرو۔ راجہ کو یہ بات تیر کی طرح دل میں لگی اور وہ اپنے دل میں کہتا تھا کہ میری جان کیوں
نہیں نکلجاتی۔ ناچار راجہ نے بھی اجازت دی۔ شری رامچندر استری اور بھائی سمیت منی
بن کر بن کو چلے۔ اجودھیا میں وہ کہرام مچا۔ قلم میں طاقت اسکے بیان کی نہیں رامچندر جی کا
بیوی اور بھائی سمیت رتھ میں سوار ہو کر اجودھیا کو سلام کرنا تھا کہ سارے شہر کے آدمی غم کی
تصویر بن گئے اجودھیا اندھیری رات کی طرح ڈراونی معلوم ہوتی تھی اسمیں آدمی ایک دوسرے

کو دیکھ کر ایسے ڈرتے تھی جیسے جانور۔ اِن کو اپنا گھر قبر معلوم ہوتا تھا اولاد۔ ہمسائے۔ دوست سوتکے فرشتے نظر آتے تھی۔ تمام درخت لہلہاتے باغوں میں کملا گئیں۔ تالاب دریاؤں کے دیکھنے سے خوف لگتا تھا۔ ایک بھیڑ کی بھیڑ رتھ کے ساتھ تھی۔ ہر چند رامچندر جی اُن کو سمجھاتے تھے اور تسلی دیتے تھے مگر محبت کب ان باتوں کو سُننے دیتی تھی وہ اُن کے عشق میں دیوانے تھی دریا تمسا تک اُن کا ساتھ نہیں چھوڑا اور صبح کے ہونے سے پہلے کہ اُن کے ساتھ جانیوالے جاگیں رامچندر جی آگے روانہ ہو گئی جب لوگوں نے وہاں اُنکو نہ پایا تو مجبور ہو کر رام رام کرتے ہوئی ایسے گھر پلٹے جیسے کوئی سوداگر اپنے مال پونجی کھو کر گھر آتا ہی اور ایسے گھبرائے جیسے جہاز نشین جہاز کی تباہی میں آتے سی مچھلیوں کی صحبت کی تعریف کرتے تھے کہ وہ بن بیاہی کے رہیں جیتیں اور اپنے تئیں دھتکارتے تھی کہ ہم بنا رامچندر کے جیتے ہیں۔

(۱۴) راج کی تعریف

تمام راج میں پرجا کو کسی طرح کی تکلیف نہ تھی نہ دکھ تھا نہ درد۔ نہ بیماری نہ کسی اور طرح کا فکر۔ نہ دشمن کا ڈر۔ نہ آفات ارضی کا خوف نہ حوادثات فلکی کا وہم۔ ہر شخص اپنے حال میں خوشحال تھا ہمسایہ کی ساتھ فیاضی کرتا تھا۔ اپنے دھرم پر چلتا تھا کوئی پاکھنڈ نہ کرتا تھا پرجا توانا اور قوی تھی۔ عمر طبعی سے پہلے کسی کو موت نہ آتی تھی۔ بیماری نام کو نہ تھی نہ کوئی مفلس دردری تھا۔ نہ کوئی غمزدہ مصیبت کا مارا تھا۔ نہ کوئی جاہل نہ بدنصیب تھا بلکہ ہر ایک دانا ہوشیار خوش نصیب۔ نیک اطوار۔ ہر شخص اپنے ہمسایہ کی قدر و منزلت کرتا تھا اور اوروں کے احسان کا شکر گذار رہتا تھا۔ ریاکار مکار نہ تھا۔ میاں بیوی آپس میں وفادار اور ایک دوسرے پر جان نثار تھے درخت و بن سدا پھولتے پھلتے رہتے تھے۔ ہاتھی اور شیر ہمیشہ ساتھ رہتے تھے ٹھنڈی نرم نرم ہوا خوشبو دار چلتی تھی۔ بھونرے اُس خوشبو سے خوب گونجتے تھے۔ پرندا و چرند اپنی فطرتی عداوتوں کو بھول گئے تھے۔ آپس میں میل جول کر رہتے تھے جانوروں کا بولنا دل کو بہلاتا تھا۔ ہرنوں کا دوڑنا بڑا تماشا دکھاتا تھا بیلیں و درخت اپنا مدعا مانگتی تھی

دیا کرتے تھے۔ گائیں من مانا دودھ دیتی تھیں زمین پر کھیت ہمیشہ لہلہاتے تھے پہاڑوں میں سب طرح کے جواہر کی کانیں نکل آتی تھیں دریاؤں میں میٹھا اُجلا ستھرا ٹھنڈا پانی بہتا تھا۔ سمندر اپنی حد سے آگے قدم نہ بڑھاتا تھا۔ موتیوں کو کناروں پر پھینک دیتا تھا کہ آدمی اُنکو چُن لیں تالاب سب کنولوں سے بھرے رہتے تھے۔ دسوں دشاؤں میں امن ہو رہا تھا چاند کی چاندنی امرت برساتی تھی سورج کی دھوپ کی تیزی جتنی چاہیئے تھی اُتنی ہوتی تھی بارش مرضی کے موافق ہوتی تھی +

(۴۲) اچھا بُرا راجا۔

اچھا راجا اپنے نوکروں کی ایسی حفاظت کرتا ہی جیسے کہ پپوٹا آنکھوں کی پتلیوں کی حفاظت کے لئے بُروں کے ستیاناس ملانے کے واسطے ہمیشہ تیر اور ترکش تیار رکھتا ہی۔ وہ گرڑ ہے جو موت کے سانپ کو کھاتا ہے شکاری ہی جو جہالت و غضب کے ہرنوں کے جھنڈ کو پراگندہ کرتا ہی وہ شیر ہی جو ہوا و نفسانی کے ہاتھی کی بدمستی کو دُور کرتا ہی۔ وہ سورج ہے جو وسوسوں اور رنج و مصیبت کی گہری تاریکی کو روشن کرتا ہی۔ وہ آگ ہے جو رالکشسوں کے جنگلوں کو جلاتا ہے وہ پالا ہی جو ہوا و حرص کے پیشوؤں کو مارتا ہی۔ وہ جہالت و غضب کی رات کو دُور کر دیتا ہی جسکے سبب سے گناہوں کے اُلّو جہاں تہاں چھپ جاتے ہیں غصہ و شہوت جواریوں کی طرح مُنہ دکھاتے ہوئے شرماتے ہیں اُسکے خوف سے حسد۔ غرور۔ مکر و فریب حماقت چوروں کی طرح چھپتی پھرتی ہیں۔ خدا پرستی کے تالاب میں علم و فہم کے کنول کھلا رکھے ہیں خوشی قناعت نفس کشی۔ فرزانگی چکوا چکوی کی طرح غم کے دُور ہو جانے سے خوش ہیں وہ اُسکا کام ہی کہ ساری رعایا کو خوش رکھے راجہ کے بُرا ہونے سے چور چوری کرتے ہیں جواری جوا کھیلتے ہیں مہاوشٹ جو پرایا دھن تاکتے ہیں اور پرائی استریوں کو بہکاتے ہیں پتر و پتری نہ تو ماتا پتا کو مانتے ہیں نہ ایشور کو جانتے ہیں سادھو لوگوں سے اُلٹی اپنی سیوا کراتے ہیں

* * *

(۴۳) بُرے بھلے آدمیونکی پہچان

نیک آدمی اپنے دشمنوں کے ساتھ وہ سلوک کرتے ہیں جو چندن کلہاڑی کے ساتھ
کرتا ہی۔ کلہاڑی اُسے کاٹتی ہی وہ اُسکی دھار کو خوشبودار کرتا ہی۔ اسی لئے چندن کو یہ عزت
حاصل ہوئی ہی کہ دیوتاؤں کے ماتھوں پر بیٹھتا ہی اور کلہاڑی کی یہ دردشا ہوئی کہ اسکا مُنہ
آگ میں تپاکر ہتھوڑوں سے کوٹا پیٹا جاتا ہی بھلے آدمی سیدھا سادھا مزاج رکھتے ہیں جو خدا نے دیا
ہے اُسپر راضی رہتے ہیں دُنیا کی خواہشوں سے آزاد ہوتے ہیں ہر حال میں خوش مزاج رہتے ہیں فیاضی
کی کان ہوتی ہیں پرائے دُکھ دیکھ دکھی ہوتے ہیں اور دوسرے کے سُکھ کو جان کر سُکھی ہوتے ہیں
تن من دھن سے وہ پرایا بھلا کرتے ہیں انکا خواہ کوئی دوست ہو یا دشمن یا دونوں سے
ایک بھی نہو۔ وہ ان سب کے ساتھ محبت والفت شفقت سے پیش آتے ہیں وہ کسی سے دشمنی
نہیں رکھتے انھیں کچھ غرور و گھمنڈ نہیں ہوتا۔ وہ دُنیا کے طالب نہیں ہوتے حرص و ہوا کی ہوا
نہیں لگتی بغض و کینہ کا سایا اُنپر نہیں پڑتا۔ وہ غریبوں پر مہربانی کرتے ہیں اپنی تعظیم کی
پروا نہیں کرتے مگر اوروں کی تعظیم خود کرتے ہیں فروتنی اور تواضع سے پیش آتے ہیں کسی سے ایسی
بات نہیں کہتے جو اُس کو کڑوی معلوم ہو۔ وہ اپنے قول و فعل میں سچے ہوتے ہیں کوئی انکی
ہجو کرے یا مدح۔ کوئی اُنکی عزت کرے یا حقارت اُنکے نزدیک سب برابر ہیں اُنکو تو خدا پرستی کی اور
انسان کے ساتھ بھلائی کرنے کی لَو لگی ہوئی ہوتی ہی ایسے ہی آدمیوں کو خدا رسیدہ
کہتے ہیں اب تم بُرے آدمیونکی باتیں سنو کبھی تم اُن کے ساتھ بھول کر بھی صحبت میں نہ بیٹھو اُس سے
تم کو ہمیشہ تکلیف ہی حاصل ہوگی۔ اُنکے دل میں وہ سوزش حسد ہوتی ہی کہ جہاں اُنھوں نے دوسرے
کا بھلا دیکھا وہ جل مرے۔ جب کسی کی غیبت اور بُرائی سنتے ہیں تو ایسے خوش ہوتے ہیں گویا
اُنکے ہاتھ رستہ میں پڑا خزانہ لگ گیا شہوت پرست غضبناک حریص مغرور بے رحم
شریر ہوتے ہیں اُنکے دل میں سب گناہوں کا گھر ہوتا ہی جو اُن کا بھلا کرے اُسکے ساتھ برا
کرتے ہیں جھوٹھ ہی اُن کا لینا جھوٹھ ہی اُن کا دینا جھوٹھ ہی اُنکا کھانا جھوٹھ ہی اُنکا

چھپاتا ہی (یعنی سب چھوٹی بڑی باتوں میں جھوٹھ ہی بولتے ہیں) موروں کی طرح بولتے میں میٹھے مگر دل میں ایسے سخت کہ بڑی موٹے سانپ کو نگل جائیں اور ڈکار نہ لیں وہ اوروں کو تکلیف دیتے ہیں ہمسایہ کی عورت اور دولت چھیننے کی فکر میں رہتے ہیں اوروں کی غیبت کرتے ہیں ایسے آدمیوں کو یوں سمجھو کہ وہ شیطان بصورت انسان ہوتے ہیں لالچ ہی انکا اوڑھنا بچھونا ہی شہوت اور کہانے پینے میں بہائم سے کم نہیں ہوتے ۔ موت سے بھی نہیں ڈرتے جب کسی کی برائی و ترقی سنتے ہیں تو ایسے ٹھنڈے ٹھنڈے لمبے لمبے سانس بھرتے ہیں کہ جیسے ان کو بخار ہی چڑھ آیا ہی جب اوروں کی مصیبت سنتے ہیں تو ایسے خوش ہوتے ہیں جیسے ان کے ہاتھ کہیں کی سلطنت لگ گئی ۔ ان کو سوا اپنے مطلب کے کسی دوسرے سے کام نہیں ہوتا جب چاہینگے اوروں کی برائی چاہینگے ۔ ماں باپ مرشد ۔ استاد سب کو ستاتے ہیں کسی کا کہا نہیں مانتے جیسے آپ برے ہیں ایسا ہی اوروں کو برا بنانا چاہتے ہیں وہ اوروں کے ساتھ برائی کرنے میں بڑی گرم جوشی ہوتے ہیں نیک صحبتوں سے کوسوں بھاگتے ہیں گو ظاہر میں وہ اچھے بھی معلوم ہوتے ہیں مگر باطن میں خراب ہوتے ہیں خدا کے ذکر سے متنفر ہوتے ہیں وہ پرائی دولت کو اپنی ہی دولت سمجھتے ہیں ظاہر میں وہ اچھا بنائے رہتے ہیں مگر دل میں بڑے ریاکار و مکار ایسے برے آدمی دنیا میں ہزاروں ہیں جو آدمی دوسرے کو دکھ دیتا ہی وہ جونوں کی ہیر پھیر میں آن کر بڑی مصیبت بھگتتا ہی ۔ آدمی اپنی خودغرضی اور نفس پروری میں ایسا اندھا ہو جاتا ہی کہ اس کو عاقبت کا کچھ خیال نہیں رہتا یہ ساری کام غفلت اور جہالت سے ہوتے ہیں اچھے آدمیوں کا حال کپاس اور بھوج کے درخت کا سا ہوتا ہی کہ وہ پرائے واسطے اپنے اوپر سیکڑوں مصیبتیں سر پر لیتے ہیں اور آخر کو اسی میں ہلاک ہو جاتے ہیں برے آدمیوں کا حال سن کے درخت کا سا ہوتا ہی کہ وہ رسی بن کر اوروں کے باندھنے کے واسطے کھال کھچواتا ہی وہ چوہوں اور سانپ کی طرح پرایا نقصان ہی کیا کرتا ہی گو کوئی اپنا مطلب اس سے نہ نکلے ۔ اوروں کا ناس کر کے آپ بھی ناس ہو جائے جیسے پالا اور اولا کھیت کو ناس کر خود مٹ جاتے ہیں بدکار دمدار ستارہ کی طرح طلوع ہونے سے نحس ہوتے ہیں نیکوکار چاند سورج کی طرح طلوع ہو کر سکھ اور آرام پہنچاتے ہیں دنیا میں کوئی ثواب اس سے زیادہ نہیں ہے کہ آدمی اوروں کو سکھ دے ۔ کوئی گناہ و عذاب اس کی برابر نہیں کہ اوروں کو دکھ پہنچائے

نیک آدمی پرائے دکھ سے ایسے ہی گھلتے رہتے جیسے کہ مکھن اپنی گرمی سے آپ گھلتا ہی۔ جو سب کا بھلا کرتا ہی وہ دکھ کیسے پاسکتا ہی جو سونا پاس رکھتا ہو وہ دردری کیسے ہو سکتا ہی۔

(۴۴) شہوات نفسانی:

(۱) کوئی حکیم تارک الدنیا فقیر بہادر عالم فاضل شاعر۔ کامل دنیا میں ایسا نہیں ہے کہ جس کو دولت کے گھمنڈ نے دیوانہ کیا ہو یا حکومت نے بھرا نہ بنایا ہو؟ جس نے اُس کے دل پر تیر نہ لگایا ہو؟ کون ایسا ہی کہ جس کو علم و ہنر حاصل ہو اُس کو تکبر کا سرسام نہ ہوا ہو؟ کون ایسا جوان ہی جسکو جوانی نے دیوانہ نہ بنایا ہو؟ کون ایسا کہ گھمنڈ کو تباک دیا ہو؟ کون ایسا ہی کہ جسکو حسد نے زینا کلنک لگایا ہو؟ کون ایسا ہی جسکو رنج کی صرصر نے نہ ہلایا ہو؟ کون ایسا ہی جسکو فکر و سرد کے سانپ نے نہ ڈسا ہو؟ کون ایسا ہی جو کبھی دھوکہ میں آیا ہو؟ اور اُس کو جو جن کے بجانے نہ ہلکان کیا ہو؟ ایسا کون نیک مزاج ہی جس کے جسم کے کاٹ کو ہوا و ہوس کا گھن لگا ہو؟ کون ہے جسکی عقل کو ڈالواڈول اہل عیال و جہالت و شہوت نے نہ کیا ہو؟ یہ ساری انسان کے پیچھے شہوتیں لگی ہوئی ہیں ان سے چھٹکارا نہیں ہو سکتا۔

(۲) جیسے راجا بنا نیت راج جانے کے راجہ نہیں رہ سکتے۔ ایسے ہی گناہ گار اپنے تئیں راستباز دکھا کر نہیں رہ سکتے ہیں بری کام اپنا روپ دکھائے بغیر نہیں رہ سکتے خواہ اُن کو کیسا ہی چھپاؤ۔

(۳) دنیا میں ہوا و ہوس کا زبردست لشکر سب جگہ پھیلا ہوا ہی نفس ہی اُسکا سپہ سالار ہی مکر دغا۔ فریب ریا۔ مہا بلوان اُسکے پہلوان سپاہی لڑنے والے ہیں۔

(۴) یہ پانچوں آدمی اپنی خواہشہائے نفسانی پر ایسے مرتے ہیں کہ زندہ ہو کر مردہ کے برابر ہو جاتے ہیں اول وہ کہ ہمیشہ شراب کے نشہ میں مست پڑا رہتا ہو۔ دوسرا وہ جو عورتوں میں مستی کرتا ہو تیسرا تن پرور۔ چوتھا حریص۔ پانچواں سریع الغضب کہ بے سبب غصہ ہو۔

(۴۵) انسان کے امراض روحانی و نجات ایمانی

سب روگوں کی جڑ اور مرضوں کی اصل تو غفلت و جہالت ہی جن سے آدمیوں کو تکلیف ہوتی ہی شہوت پرستی تو روح کے لئے ریاح ہیں ہوا و ہوس بلغم بغض و غصہ صفرا جو ہمیشہ چھائی

جلاتا ہی۔ جب یہ تینوں آپس میں ملجاتے ہیں تو جانکاہ اور مہلک مرض سرسام کا پیدا ہوتا ہی۔ خودغرضی انکو کوڑہ ہی حسد کھجلی ہی خوشی و رنج بائی کا روگ ہی۔ دوسرے کی بھلائی کو دیکھ کر جلنا تپ دق ہی دل کا کھوٹ پن منہ کا ناسور ہی۔ خودستائی بڑی موذی بیماری گٹھیا کی ہی۔ کینہ وری قبض ہی۔ نخوت۔ ریاکاری پھوڑا ہی۔ ہوا و ہوس استسقا (جلندھر) ہی۔ جہل اور چوری اور بدتمیزی دو قسم کے جاڑے کے بخار ہیں ایسے ہی بہت سے امراض روحانی ہیں جو ہوا و نفسانی سے پیدا ہوتے ہیں انکو کہانتک بیان کریں۔ ان میں سے کسی نہ کسی مرض میں انسان مبتلا ہوتا ہی۔ مگر تھوڑے آدمی ایسے ہوتے ہیں کہ جنکو یہ اپنے امراض معلوم ہو جاتے ہیں وہ خداپرستی مذہب کی پابندی۔ توبہ استغفار۔ صوم اور [illegible] دان۔ تپ جپ۔ اور اسی قسم کی دوائیاں کسی طبیب حاذق و صالح سے پوچھکر کرتے ہیں جس سے بیماریاں کم ہو جاتی ہیں مگر وہ جاتی نہیں جو مرض چھٹ جاتا ہی وہ دوا و غذا سے کم و بیش ہوتا رہتا ہی۔ مگر جاتا نہیں آخر کو آدمی انہیں امراض میں سے کسی نہ کسی سے مرجاتا ہے کچھوے کی پیٹھ پر بال جم جائیں خرگوش کے سینگ نکل آئیں بانجھ عورت کے بیٹا پیدا ہو جاوے شراب سے پیاس بجھ جائے سورج پر تاریکی چھا جائے آسمان پر رنگ برنگ کے پھول کھل جائیں پانی سے آگ پیدا ہو جائے۔ مگر انسان چاہی کہ گناہ سے پاک صاف ہو تو نہیں ہو سکتا ہوا و ہوس نخوت غفلت انسان کے ایسے دشمن ہیں کہ ان پر زہد کی تلوار اور تقوی کی ڈھال سے وہ فتحیاب نہیں ہو سکتا۔ اسی لئے مذہب کا اصول ہی کہ نجات بغیر ایمان کے اسی طرح نہیں ہو سکتی جیسے کہ بے زمین کے پانی کسی طرح نہیں ٹھیر سکتا۔ نجات کی گرہ ایمان ہی کی روشنی میں کھل سکتی ہی۔ اگر اسپر غفلت کا اندھیرا چھا گیا تو پھر اسکی گانٹھ کا کھلنا کٹھن ہی۔ جو ایمان کو چھوڑکر نجات چاہتا ہی وہ سمندر میں بن کشتی کے چلنا چاہتا ہے اور گھر کی دودھیلی گائے کو چھوڑکر آگ کے درخت کے دودھ سے پیٹ بھرنا چاہتا ہے +

(٦٤) کمینوں کی صحبت سے بچنا چاہئیے

جو عاقل و ہوشیار ہیں وہ کمینوں کی صحبت سے بچتے ہیں مگر وہ یہ کہتے ہیں کہ نہ کمینوں سے محبت و صحبت چاہئیے نہ ان سے لڑائی اور بیر باندھنا چاہئے۔ اس لئے کہ جو کمینہ آدمی ہوتے ہیں وہ جس سے

بُرائی پاتے ہیں اُسکا ناس ملاتے ہیں جیسے کہ دھواں آگ سے پیدا ہوتا ہی اور پھر اُسی کو بادل بنکر بجھاتا ہی۔ خاک جو راہ میں ذلیل و خوار پڑی رہتی ہی اور سب کی لاتوں کی ماسہارتی ہی ہوا اُسکو اونچا کر کے آسمان پر چڑھاتی ہی تو پہلے وہ ہوا ہی کو خراب کرتی ہی اور پھر راجاؤں کی آنکھوں میں اور اُنکے تاجوں پر پڑتی ہے +

(۴۷) انسان بھی ایک چھوٹی دُنیا ہی

انسان کو چھوٹی دُنیا اس سبب سے کہتے ہیں کہ جو چیزیں سارے عالم میں ہیں وہ اس میں بھی ہیں اسکے بدن پر رونگٹے اور بال ایسے ہیں جیسے زمین پر نباتات اسکی ہڈیاں ایسی ہیں جیسی کہ زمین پر پہاڑ نسوں کا جال ایسا ہی جیسے دریا جنکے اندر پانی کی جگہ خون بہتا ہی اور جسکی حرکت و سکون پر زندگی کا مدار ہی پیٹ سمندر ہی سانس ہوا۔ آنکھیں آفتاب جنکی پلکوں کا کھلنا اور بند ہونا رات دن۔ اُس کی خوراک آگ سردی و رطوبت پانی۔ یبوست و خشکی خاک +

(۴۸) کہنا اور کرنا۔

ایک قسم کے درخت پشپ راج ہوتے ہیں یعنی پھول تو اُنکے بڑے خوشبودار ہوتے ہیں مگر پھلتے نہیں دوسری قسم کے درخت رسال ہوتے ہیں جیسے آم جیسے پھولتے ہیں ویسے پھلتے ہیں تیسری قسم کے درخت پنس جیسے کٹھل ہوتے ہیں کہ پھلتے ہیں مگر پھولتے نہیں بس بعینہ یہ حال آدمیوں کا ہی کہ ایک قسم کے وہ ہیں جو کہتے ہیں کرتے نہیں دوسری قسم کے وہ آدمی ہیں جو کہتے ہیں وہ کرتے ہیں تیسرے وہ آدمی ہیں جو کرکے دکھا دیتے ہیں مگر زبان سے کچھ نہیں کہتے +

(۴۹) عورت

عورت غفلت کے جنگل کے لئے بسنت رُت ہی۔ جب تپ نیم کے نالابوں کے سکھانے کے لئے گرمی کا موسم ہی اور ہوا نفسانی کے لوکا بیلون کے بڑھانے کے لئے موسم سرما ہی اور ساری دھرموں کے پھولوں کے ناس کرنے کے واسطے ہم رُت ہی۔ خود پرستی کے جواسکے بڑھانے کے واسطے سسُرت دکھا کن یا گمھ ہی۔ سارے گناہوں کی چمگادڑوں اور اُلّوؤں کے واسطے اندھیری رات ہے

اور عقل ۔ زور ۔ عزت ۔ راستی کی مجلسوں کے بارنے کے لئے بستی ہے اسی لئے دانشمندوں نے کہا ہے کہ ایک شوخ عورت تمام برائیوں کی جڑ ہے۔

(۵۰) دُنیا کا دُکھ سُکھ

دُکھ سُکھ کا ہونا اپنے ہی بنائے سکرموں کا پھل ہے۔ کوئی ایک دوسرے کے دُکھ سُکھ کا سبب نہیں ہو سکتا ۔ ملنا ۔ بچھڑنا ۔ بھلا ۔ برا ہونا ۔ دوستی ۔ دشمنی ۔ یہ سب کال کے پھندے و جال ہیں۔ جنمیں آدمی پھنستا ہے پیدا ہونا مرنا دُنیا کی رنج و راحت نصیب قسمت زمین وطن دولت شہر بہشت دوزخ اور تمام معاملات انسان کے جنکو تم سمجھتے ہو یا سنتے ہو یا دل میں خیال کرتے ہو۔ یہ سب دھوکے بھول کی باتیں بے اصل ہیں اس کو خوب سمجھو خواب میں اگر راجہ بھک منگا ہو جائے اور بھک منگا راجہ ہو جائے تو جاگنے بعد اس راجہ کا کچھ نقصان ہو نہ اس بھک منگے کا کچھ فائدہ ہو۔ بس اسی طرح تم تمام دُنیا کی باتوں کو جانو اس لئے نہ تم کسی پر خفا ہو اور نہ کسی کو الزام لگاؤ۔ سبب غفلت اور دھوکے کی رات میں سوتے ہیں اور بہت طرح کے خواب دیکھتے ہیں بس اس سنسار کی اندھیری رات میں وہی جو لوگ جاگتے ہیں جو اپنے ایشور کے دھیان گیان میں رہتے ہیں جب تک روح دُنیا کی تمام آلائشوں سے منزہ نہیں ہوتی وہ بیدار نہیں ہوتی +

(۵۱) جن لوگوں کے حال پر افسوس ہوتا ہے

جن لوگوں کا حال واجب الرحم اور قابل افسوس ہے وہ یہ ہیں برہمن جو بید جاہل ہو۔ وہ کشتری جو دولت والا ہو کر کنجوس ہو اور مہمان نوازی اور عبادت کے طریقے نہ جانتا ہو وہ شودر جو برہمن کو ذلیل کرے اور بڑا ہی گھمنڈ کرنے والا اور اپنے گیان کا گمان کرنے والا ہو ۔ وہ عورت جو اپنے خاوند کو فریب دیتی ہو اور اس سے جھگڑتی ہو۔ خود مختاری کرتی ہو اور برخلاف اس کے کام کرتی ہو۔ وہ برہمچاری جو اپنا برت چھوڑ دے ۔ اور گرو کا کہنا نہ مانے ۔ وہ گرہستی جو دھوکے میں آن کر مذہب کے طریقے کو چھوڑ دے وہ جتی جو دُنیا کے دھندوں میں پھنس کر گیان اور بیراگ تیاگ دے وہ سنیاسی جو تپ کو چھوڑ کر عیش و عشرت میں لگ جائے۔ وہ شخص جو بے سبب غیبت کرتا ہو اور غصے ہوتا ہو۔ اپنے ما باپوں ۔ گرو کا ۔ رشتہ داروں کا دشمن ہو۔ یہ سب لوگ قابل افسوس ہیں +

(۵۲) محنتی لوگ

مرگ چھالا اوڑھتے بچھاتے ہیں پھل پھول کھا کر رہتے ہیں پتوں کو بچھا کر سوتے ہیں کشتوں کی نیچے رہ کر جاڑے گرمی برسات کی ہوا کا دکھ سہتے ہیں۔

(۵۳) انتظام الٰہی پر بہتان اور اس کی تردید

یدھشٹر سے دروپدی کہتی ہی کہ میں دیکھتی ہوں کہ اس دنیا میں نیک آفت زدہ ہیں اور شریر آسودہ۔ تم خود بڑے راستباز ہو۔ تمہارے پیچھے غم لگا ہوا ہی۔ دشمن تمہارا جو بڑا شریر ہی وہ چین آرام کر رہا ہے۔ اس لئے میں کہتی ہوں کہ اس عالم کا خدا کیسا ہی؟ کہ وہ بروں کی طرفداری کرتا ہی کسی کی قسمت میں رنج و مصیبت اور ساری برائیاں لکھ دیں کسی کی قسمت میں دولت حشمت راحت چین آرام سب خوبیاں جیسے کٹ پتلی ہوتی ہی کہ اسکے عضا سے جسکو آدمی ہلانا چاہتا ہی اسکی ڈور ہلاتا ہی ایسے ہی خدا انسان کو جس کل چاہتا ہی اٹھاتا بٹھاتا ہی جیسے پرند کی ٹانگ میں رسی باندھ دو تو وہ اڑنے میں کس قدر بے بس ہو جاتا ہی ایسا ہی خدا کے ہاتھ میں انسان پھنسا ہوا ہی کہ وہ خود کچھ نہیں کر سکتا جیسے بارش کی شدت میں دریا کے کنارہ کا درخت اکھڑ کر منجدھار میں جا پڑتا ہی۔ دھار جہاں چاہے اسے لیجائے۔ ایسا ہی آدمی زمانہ کے ہاتھ میں گرفتار ہی کہ وہ جہاں چاہتا ہی اسے لیجاتا ہی جیسے کہ نکیل پڑے ہوئے بیل کو جہاں چاہے گھسیٹ لیجائے۔ لڑی میں پروئے ہوئے موتی کو جہاں پرونے والا چاہے رکھے ایسے ہی انسان کو جس طرح سے خدا چاہتا ہے رکھتا ہی۔ غرض آدمی اپنے رنج و راحت کے کاموں کے کرنے میں بالکل بے اختیار و مجبور و جاہل ہی جیسے گھاس کے پتے ہوا کے اختیار میں ہوتی ہیں کہ جہاں انکو چاہے وہ لے اڑے ایسے ہی تمام ہستی خدا کے بس میں ہے خدا اپنی مخلوق سے بُرے بھلے کام خود کرتا ہے مگر آپ پردہ میں چھپا رہتا ہی جیسے بچے کھلونوں سے کھیلتے ہیں ایسے ہی وہ مخلوق کے ساتھ کھیلتا ہی غرض وہ اپنی مخلوق سے محبت مادرانہ یا پدرانہ نہیں رکھتا ہے بلکہ وہ سلوک اس کے ساتھ جابرانہ سخت بیرحمی کے ساتھ اسطرح کرتا ہی جیسا کہ آدمی کرے ساتھ کسی کو جہنم میں ڈال دیتا ہی کسی کو جنت میں میں خدا پر یہ الزام اس لئے دیتی ہوں کہ وہ دولت

اقبال تیرے دشمن کو دیتا ہی اور اُس پر کرم رکھتا ہی۔ جو بڑا ہی بدچلن زشت فعال
ہی اور نیک کام کے پاس نہیں جاتا اور سارے کام اچھے آدمیوں کے طریقوں کے خلاف کرتا ہی
حد سی زیادہ ظالم بیرحم ہی ایسی شریر ہی غرض یہ باتیں رویدی جی نے وہ کہیں جو بعض اور
حکمائے نے بھی بیان کی ہیں کہ جو بشر خدا کو نہیں جانتے اور شرارت سے بھری ہوئے ہیں وہ
بااقبال اور خوش حال ہیں اور جو اچھے شریف نیک ذات ستودہ صفات ہیں وہ بدنصیب اور
خستہ حال ہیں خدا کو چاہی کہ وہ نیک خصال آدمیوں کو تو خوش اقبال اور بدخصال کو
بدافعال دُنیا میں سے کھا کرے کوئی شہر پر دُنیا میں خوشحال نہ ہو اگر یہ ہو تو خدا کا انصاف ہی۔

یدھشٹر کا تردید کرنا اس تہمت بہتان کا

یدھشٹر نے کہا کہ یہی تمہارا دل پسند کلام فصیح سُنا مگر تم نے یہ ساری باتیں ناستکوں
(کافروں) کی سی کہیں میں کبھی کام اِن خیال سی نہیں کرتا کہ اُسکا صلہ و اجر پاؤں میں وہ کام
کرتا ہوں جو مجھے کرنے چاہئیں اور جو مجھ پر فرض ہیں مجھے اُس کی ذرا بھی پروا نہیں کہ
اُن کا اجر مجھ کو ملے یا نہیں صرف ادای فرض پر خیال رکھتا ہوں جن نیک نہادوں کو نیکی
کی طرف خیال ہوتا ہی وہ بالذات نیکی کی خاطر سی ہوتا ہی جو نیکی کو ایسی تجارت بنانا چاہتا ہے
کہ جس سے منفعت حاصل ہو وہ انسان نہیں حیوان ہے۔ جو شخص نیکی کا دودھ پینا چاہتا ہے
(یعنی نیکی کر کے اُس سے جو نفع حاصل ہو سکے وہ حاصل کرنا چاہتا ہے) تو وہ نیک خصال عارفوں
میں سب سے زیادہ کمینہ رذیل ذلیل سمجھا جاتا ہے۔ آدمی کو چاہئے کہ وہ بالذات فرائض کی خاطر
نہ اُن پر عاشق ہو۔ یہ کچھ خیال نہ کرے کہ اُسکا صلہ کیا ملے گا۔ اسمیں کچھ شبہ نہ رکھو کہ نیکی سے
برکت سعادت حاصل ہوگی شرارت سے رنج و مصیبت خوفناک سمندر میں جہاز ہی کے ذریعہ سے
پار جا سکتے ہیں بس ایسی ہی نیکی ہی کی کشتی میں سوار ہو کر اس دُنیا کے تاریک سمندر سے پار ہو کر سرگ
کے مبارک کنارہ پر پہنچ سکتے ہیں۔ اگر نیک کاموں کا اچھا پھل نہ ملے اور نفس کشی سے خدا کی
محبت نہ پیدا ہو تو انسان انسان نہ رہے حیوان ہو جائے پھر کون علم سیکھنے میں محنت

شاقہ اٹھائے۔ کون نیک کاموں کا قصد کرے پھر تو ساری دنیا گھری تاریکی میں ڈوب جائے۔ جو پہلے خدا پرست گذرے ہیں اُن کو یقین کامل تھا کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے بھلے کاموں کا بڑا نیک اجر ملے گا اس لئے اُنھوں نے کتب مقدسہ کو اپنا دستور العمل بنایا۔ یہ امر اسرار الٰہی میں داخل ہے کہ ہر انسان کو یہ نہیں معلوم ہوسکتا کہ ہماری برے بھلے کاموں کی سزا جزا کس طرح ملیگی اسکو خدا پرست ہی جانتے ہیں کہ جنکی زندگی عفت و عصمت و بے گناہی میں کٹی ہے۔ یہ بھید نہیں کھلا ہے اُسکی صورت تم میں کے آئینہ دل میں دکھائی دیتی جو بالکل صاف و شفاف ہے بس تم بھی اپنے دل سے اپنے ا کفر کے خیالات کے بخارات کو نکال کر اڑا دو اور اپنی پاک دل کو وسوسوں کی کدورت سے مکدر نہ رکھو۔ بلکہ خدا کو جانو پہچانو اسکی عبادت کرو۔ جو خدا سے محبت کرتا ہے وہ عقبیٰ میں ثواب پاتا ہے۔ اس کے جواب میں زوبدی نے کہا کہ میں توبہ کرتی ہوں کہ میں نے اپنی نالائقی اور نقص و ضعف عقل کے سبب سے گھبراکر خدا کی نسبت ایسی کفر کی باتیں کہیں میں اب اپنے خدا کی دل و جان سے عبادت کرتی ہوں اور اپنے اس گناہ کی معافی چاہتی ہوں +

(۴۵) گناہ

احمق جاہل ارادۃً گناہ کرتے ہیں اور اُس کو پردہ میں رکھتے ہیں کہ کوئی آدمی نہ دیکھ لے مگر یہ نہیں سمجھتے کہ وہ اُسے آدمیوں کی آنکھوں سے چھپا سکتے ہیں مگر خدا تعالیٰ سے کیسے اُس کو مخفی رکھ سکتے ہیں وہ یہ جانتے ہیں کہ کسی نے ہم کو گناہ کرتے نہیں دیکھا اور یہ نہیں سمجھتے ہیں کہ خود اُن کا قلب اُنکے گناہوں کا شاہد ہے اور خدا دل کو دیکھتا ہے۔ انصاف کسی ناانصاف کو دفعتہً جاکر نہیں پکڑ لیتا۔ بلکہ رفتہ رفتہ جاکر اُس کو پکڑتا ہے۔ اگر تم کو یقین ہو کہ خدا ہمارے ساتھ ہے اور ہم کوئی گناہ جسمانی و روحانی کرینگے تو خدا دیکھ لے گا۔ تو گناہ کے کام ہرگز نہ کروگے۔ جب خدا کو کسی گھر کا تباہ کرنا منظور ہوتا ہے تو یہ بھی گناہ کا بہانہ ہو جاتا ہے۔ جب آدمی کو فائدہ بشوت طرح حاصل کرتا ہے تو وہ ان کھوجوں کو چھپاتا ہے جو دکھائی نہیں دیتی تھیں مگر اس چھپانے میں یہ برائی کھوجیں کھلجاتی ہیں اور اُن کے آس پاس اور نئی کھوجیں پڑجاتی ہیں +

(۵۵) خدا جنپر مہربان ہوتا ہی اُن کو عقل دیتا ہی اور جنپر نامہربان اُن سے عقل لے لیتا ہے

خدا کا قاعدہ نہیں کہ وہ آدمیوں کی حفاظت اس طرح کرے جیسے کہ گڈریہ لٹھ کندھی پر رکھ کر ریوڑ کی کرتا ہے بلکہ وہ جسکی حفاظت کرنی چاہتا ہی اُس کو عقل دیدیتا ہے۔ اور جسکو تباہ و برباد کرنا چاہتا ہی اُس سے عقل لے لیتا ہی۔ اُسکو ہر چیز الٹی نظر آتی ہی۔ اچھی بُری اور بُری اچھی معلوم ہوتی ہے جب عقل اُسکی اندھی ہو جاتی ہی تو تباہی اُس کے پاس آتی ہے اُس کی حماقت ہوشیاری کا بھیس بنا کے اُس کے دل سے کبھی جدا نہیں ہوتی ہی نقصان کی باتوں میں فائدہ اور نفع کی باتوں میں نقصان دکھائی دیتا ہی۔ وہ ایسا احمق ہو جاتا ہی کہ نفع کو ضرر اور ضرر کو نفع اور سب سے بڑی مصیبت کو راحت جاننے لگتا ہی۔ یہی باتیں اُس پر تباہی لاتی ہے مگر وہ ایسی ہی بھول میں پڑ جاتا ہی کہ بربادی اُس کو آبادی معلوم ہوتی ہی۔ زمانہ لاٹھی لیکر کسی کے سر پر نہیں مارتا بلکہ اُس کا یہی کام ہی کہ وہ عقل کو ایسا اندھا کر دیتا ہی کہ سیدھی بات الٹی نظر آتی ہے غرض جسپر خدا کا قہر نازل ہوتا ہی اُس کی اچھی عقل و فہم دل سے نکل جاتی ہی وہ سب باتوں کو الٹا سمجھنے لگتا ہی پس جب کسی کی عقل میں فتور آنے لگے تو جانئے کہ اُس کا ادبار آنیوالا ہی ایسے ہی جب عقل کی درستی شروع ہو تو جانئے کہ اقبال آنے والا ہی۔ غرض عقل کے آنے جانے پر خدا نے اقبال و ادبار کا مدار رکھا ہے +

(۵۶) نفع نقصان اول نظر میں نہیں معلوم ہوتا اور اُن کے سمجھنے میں کبھی غلطی ہوتی ہے۔

جس نفع سے کہ نقصان ہوتا ہی وہ قدر کے قابل نہیں بلکہ جس نقصان سے کہ نفع حاصل ہوتا ہو نہایت قدر کرنے کے قابل ہی گو وہ ضرر کیوں نہ ہو جس دولت کے حاصل ہونے سے آخر کو بربادی ہو اُس کو سود نہیں بلکہ زیان جاننا چاہئے۔ بہت سی دولتیں ایسی ہوتی ہیں کہ آدمی اُن سے سوا نقصان کے فائدہ نہیں حاصل کر سکتا بہت سی گزند رساں چیزیں فائدہ مند چیزوں کی صورتیں اور ایسی ہی فائدہ مند چیزیں گزند رساں صورتیں بنا لیتی ہیں۔ بعض آدمیوں کے حق میں دولت کا برباد ہونا ہی بہتر ہوتا ہی۔ اسی لئے کہتے ہیں کہ جب کوئی برائی پیش آئی تو جانئے کہ اسمیں معلوم نہیں کہ خدا نے کیا ہماری لئے بھلائی رکھی ہوگی۔ شاید یہ برائی ہماری

ہماری حق میں بھلائی ہو جاوے۔ پس اس برائی کی مصیبت میں صبر کرنا بہتر ہی۔ بے صبر و بے قرار نہیں ہونا چاہیے کیونکہ ہمکو معلوم نہیں کہ یہ برائی حقیقت میں برائی ہی یا بھلائی کچھ بے صبری و بے قراری سے حاصل نہیں ہوگا۔ انسان کی حالتوں کو ثبات و قرار نہیں ہوتا۔ غم و رنج انسان کے واسطے لازمی ہیں خدا تعالی ناہموار کو ہموار۔ غیر منتظم کو منتظم۔ غم و رنج کو خوشی و راحت بنا سکتا ہی۔ یہ اسی کی حکمت ہی کہ اس نے شادی و غم کو توام بنایا ہے جو عاقل ہیں وہ خدا سے یہ دعا مانگتے ہیں کہ ہمکو عقل ایسی عطا کر کہ جس سے ہمارا باطن مطمئن ہو۔ گو ظاہری صورت کچھ ہی ہو جائے۔ جو عقلمند ہے وہی بڑا دولتمند ہے عقل کی دولت اتنی بھاری ہے کہ وہ عاقل ہی سے اٹھ سکتی ہے۔

جو رنج تم کو دق کرے اس سے دق نہ ہو کیونکہ رنج کے بعد خوشی ہوگی اور یہی برائی نیکی کرنے کا موقع دیگی بعضے گھر و نمیں بہت سی برائیاں ہیں جنکی برداشت اچھی طرح کی جائے تو بھلائیاں ان سے پیدا ہونگی نیکی درخت کی طرح اکیلی جڑ سے نہیں پیدا ہوتی۔ بلکہ اس کے گرد برائی ساتھ لگی ہوئی پیدا ہوتی ہے یہ فطرت کا قاعدہ ہے کہ برائی سے نیکی پیدا کرتا ہی +

ہر فائدہ انسان کو نفع نہیں دیتا منفعت بعض آدمیوں کو ظاہر الم کا دیتی ہی۔ بہت سے موقع ایسے ہوتے ہیں کہ وہاں نقصان اٹھانے سے فائدہ حاصل ہوتا ہے۔

عاقل جب محتاج یا بیمار یا کسی اور مصیبت میں مبتلا ہوتے ہیں تو جانتے ہیں کہ ان سب برائیوں کا زندگی میں یا مرنے کے بعد نیک انجام ہوگا جو شخص خدا کے اخلاق کی پیروی کرتا ہی وہ اس سے مشابہت پیدا کرتا ہے جب وہ اس کے مشابہ ہوتا ہی تو خدا اس کے حال سے کبھی غافل نہیں ہوگا۔

(۵۷) رزق۔

جس نے ہنس سفید طوطے سبز۔ مور رنگ برنگ کے بنائے۔ بچہ کے واسطے جب رحم مادر میں تھا دودھ ماں کی چھاتیوں میں پیدا کیا وہ تجھ کو رزق دیگا۔ اس لئے رزق کے واسطے زیادہ فکر و تردد نہیں کرنا چاہیے۔ وہ ضرور خدا دیگا۔ ادہر بچہ ماں کے پیٹ سے نکلتا ہی اسکا رزق ماں کی چھاتیوں میں موجود ہوتا ہی۔ اس لئے عاقل کو چاہیے کہ وہ اپنے فرائض کے ادا کرنے میں کمر ہمت باندھیں رزق کا فکر نہ کریں وہ تو آدمی کے ساتھ لگے

ہی پیدا ہوتا ہے +

(۵۸) انسان کو اپنے فرائض کا دریافت کرنا بڑا مشکل ہے -

فرائض دریافت کرنے کے اصول نہایت گہری تاریکی میں پڑے ہوئے ہیں اُن کو دریافت کرکے اُن پر چلنا بڑا مشکل کام ہی۔ مذہبوں میں جب کسی مذہب کو آدمی اپنے دل میں حق یا ناحق یقین کر لے کہ وہ صحیح اور اچھا ہے تو پھر اُس مذہب میں خود ایسے اختلافات پیدا ہوتے ہیں اور ایسے نقایص پیش آتے ہیں کہ پھر اُنکا فیصلہ کرنا دشوار ہو جاتا ہی۔ ناچار آدمی کو یہ طریقہ اختیار کرنا اچھا معلوم ہوتا ہے کہ جس راہ پر پہلے میری باپ دادا چلے آتے ہیں اُسی پر چلیے۔ ناحق کیوں دوسرے راہ کے دریافت کرنے میں بہکیے +

(۵۹) موت اور موت کی لئے تیاری -

موت کا ایک وقت معین ہے۔ کہ کسی طرح نہیں ٹل سکتا پہلے وقت سے اگر آدمی کے ہزار تیر جگر تو نکلیں اور بدن زخموں کے مارے قیمہ قیمہ ہو تو بھی وہ نہیں مرتا۔ مگر جب وقت آجاتا ہی تو ایک تنکے کی نوک کا چبھنا اُسکے لئے بجلی کا گرنا ہو جاتا ہی جتنے دنوں آدمی جینا چاہتا ہی اُتنے دنوں نہیں جیتا جتنے دن خدا کی طرف سے مقرر ہیں جہاں وہ پوری ہوئی موت آن موجود ہوئی خواہ آدمی کسی حال میں ہو میدان جنگ میں لڑتا ہو یا اُس سے بھاگتا ہو گھر میں بیٹھا ہو۔ کھاتا ہو۔ پیتا ہو۔ تندرست ہو یا بیمار ہو عیش و آرام میں ہو مصیبت و تکلیف میں ہو تارک الدنیا ہو جنگل میں بیٹھا عبادت ریاضت کرتا ہو۔ غرض ہر حال میں یہ بے رحم بغیر کسی رحم کے پنجا لنے کے ڈالتی ہی اُسکا پنجہ وہ زبردست ہے کہ کوئی رسی نہیں ٹوٹ سکتا غرض سب حال میں موت کے آنے کی برابر کوئی امر تحقیق نہیں اس لئے اس کے آنے سے پہلے عقبیٰ کی سفر کی تیاری کرنی چاہئے۔ ای میری بیٹے جب تیرا سانس چل رہا ہو اُس سے پہلے کہ خدا کا حکم لے کر تیری پاس ملک الموت آئے اور تجھ کو ملک عدم میں پہنچائے تو نہایت ذوق و شوق سے راستی و دیانتداری میں مستعد ہو پہلے اُس سے کہ موت کا بادشاہ جسکے زور کے آگے کسی کا زور نہیں چل سکتا۔ تیری شجر حیات کی اصل و فرع کو اکھیڑے اور تمام عزیز و اقارب سے تعلق چھڑا دے پہلے اس سے کہ وہ طوفان جو ملک الموت کے آنے سے اٹھتا ہی تجھ کو گھیرے پہلے اس سے کہ تیری آنکھوں کو آسمان لپٹتے ہوئے نظر آئیں پہلے اس سے کہ تیری کان ایسی بند

ہوں کہ کوئی آواز یہاں سنائی دے تو بالکل خدا کی عبادت میں سرارادت جھکا۔ پہلے اُس سے کہ تو اپنے
نیک و بد اعمال کو دُکھ درد کے سمّے یاد کرے سرمایۂ آخرت جمع کر۔ پہلے اُس سے کہ ضعیفی تیرے جسم کو گھٹائے تیری
طاقت کو تیرے اعضا کو تیری خوبصورتی کو خاک میں ملائے تو وہ دولت جمع کر جسکو زمانہ نہ کوئی جادو نہ
برباد کر سکے۔ پہلے اُس سے کہ بیماری کی رتھ یا ان موت کی سواری تیرے پاس آ رہے جسکا قوی و تیرے کم زور جسم کو کھینچلے
تو خدا تعالیٰ کے دھیان میں سر تا پا مستغرق ہو۔ پہلے اُس سے کہ دہشت ناک بھیڑئے جو انسان کے جسموں کے
اندر گھات لگائے بیٹھے رہتے ہیں تیری جان پر چاروں طرف سے حملہ آور ہوں تو نیک راہ میں ثابت قدم ہو کر تیز رو ہو
پہلے اُس سے کہ قاتل تاریکی تیری راہ دراز میں اندھیرا پھیلائے تو جلدی سے اُس سے باہر ہو جا۔ پہلے اُس سے کہ اونچے
پہاڑ پر سونے کے درخت تیری آنکھیں دیکھیں (موت کے وقت ہندؤں کے عقیدے کے موافق پہاڑ پر سونے کے
درخت دکھائی دیتے ہیں) اور تجھکو تیری پاک راہ سے بدکار گمراہ کریں دشمن دوست بن کر راہ سے بہکائیں تو
نہایت سعی و کوشش سے مقام اعلیٰ کی جستجو کر اور وہ نیکی کی دولت نیک کمائی سے جمع کر کہ نہ جسکو ظالم جابر بادشاہ
چھین سکے نہ چور چرا سکے اور مرنے کے بعد بھی تیرے ساتھ جائے یہ دولت ہمیشہ کے لئے تیری ہی لئے بلا شرکت غیر
ہوگی تو ہی سدا اُس سے متمتع ہوگا دنیا کی کمینہ ہوا و ہوس کو چھوڑ اور عقبیٰ کے لئے جو تیرے سامنے ہے تیاری کر
اور اپنی نگاہ مدارج اعلیٰ پر رکھ جس راہ پر تو چل رہا ہے وہ تیرے دشمنوں سے بھری پڑی ہے۔ اُسمیں ڈاکو اور وحشیوں کے
بھیڑیوں کے جھنڈ کے جھنڈ پڑے پھرتے ہیں۔ پس ان سب سے تو اپنے اعمال کو ان دشمنوں کے حملوں سے بچا +
جب آدمی اِس دنیا سے دل حسرت و افسوس بھرا لیکر اکیلا وہاں جاتا ہے جہاں کا حال نہیں معلوم کہ کیا ہے تو اُسکے
ماں باپ اولاد عزیز و اقارب سب مٹی کا ڈھیر بناکے مُنہ موڑ کے چلے آتے ہیں کوئی اِس تنگنا میں اُس کا
شریک حال ساتھی نہیں ہوتا نہ وہ خزانہ جو زر و سیم و گوہر و جواہر کا جمع کیا ہے کام آتا ہے جب جسم نا توان
سے یہاں پرواز کرے تو نہ گنج قارون ایک ساعت کا آرام وہاں خرید سکتا ہے نہ وہاں کے سخت عذاب کو جس کی
عدالت کے موافق بدکار مستحق ہیں ٹال سکتا ہے جب انسان مرتا ہے تو اُسکی ساری دولت و عزیز رشتہ دار اور ساری
چیزیں یہیں رہ جاتی ہیں موت کی خوفناک راہ میں کوئی بھی اُس کے ہمراہ نہیں ہوتا۔ مگر ہاں اُس کے اعمال جو
دن کو آفتاب کی روشنی میں کئے ہوں یا رات کی تاریکی میں بُرے یا بھلے غلط یا صحیح غرض جیسے ہوں ویسے

ہیں گو آدمی انکو کرکے بھول بھی گیا ہو وہ چپکے چپکے اُسکے ساتھ پیچھے پیچھے جاتے ہیں +

(۶۰) ایسا دوست جو کبھی رفاقت سے جدا نہ ہو۔

وہ پکا رفیق جو مرنے کے بعد بھی ہمارے ساتھ رفاقت کرے وہ نیکی ہے باقی سب تو ہماری زندگی کے ساتھی ہیں جو ہاں قدم نکلا انھوں نے ہمیں چھوڑا عالم باقی کو جو اکیلا جاتی ہے اُس میں ماں باپ بیٹا بیٹی۔ بہن بھائی اور کوئی عزیز دوست ہمراہ ہوتا ہے اُسکے ساتھ فقط اُسکی نیکی ہوتی ہے۔ آدمی اکیلا ہی پیدا ہوا ہے۔ اکیلا ہی وہ مرتا ہے۔ اکیلا ہی وہ اپنے اعمال کی جزا پاتا ہے۔ اور اکیلا ہی اپنے افعال بد کی سزا پاتا ہے۔ جب آدمی اپنا جسم یہاں چھوڑ جاتا ہے تو ایک لکڑی کی طرح یا ڈھیلے کی طرح زمین پر رکھ کر سارے عزیز و اقارب منہ پھیر کر چلے جاتے ہیں اور صرف اُسکی روح کے ساتھ نیکی جاتی ہے۔ بس اس لیے آدمی کو چاہیے کہ وہ نیکی کا خزانہ جمع کیا کرے تاکہ ایک ایسا سچا دوست ہاتھ لگے جو مرنے کے بعد بھی رفاقت کرے۔ یہ دوست ہی اس راہ تاریک و خطرناک میں جسکا طے کرنا بہت ہی کٹھن ہے رہنما بنے گا۔ انسان کی خدا پرستی اُسکے ساتھ مرنے کے بعد بھی رہتی ہے وہ پیچھے پیچھے چلتی ہے خواہ زندہ رہیں یا مریں دفنا نہیں ہوتی آدمی مر بھی جائے تو نیکی نہیں مرتی بلکہ وہ زندہ رہتی ہے گو جسم باقی نہیں رہتا۔ مگر بدکاروں کی ساری چیزیں فنا ہو جاتی ہیں وہ اُن کے ساتھ ہی زمین کے تلے دفن ہو جاتی ہیں۔

(۶۱) پاک زندگی۔

تیرا جسم ایسا ہے جیسے کہ کفِ دریا جو لہروں کے اچھلنے سے اُٹھتا ہے۔ اُس میں تیری روح اس طرح رہتی ہے جیسے کہ قفس میں طائر جسکا قصد ہر دفعہ اُڑ جانے کا ہوتا ہے۔ میرے پیارے تو اپنے نازک مقام میں کیوں بے خبر پڑا سوتا ہے کیوں نہیں بیدار و ہوشیار ہوتا ہے۔ تیرے دشمن چاروں طرف سے بہت ہوشیاری کے ساتھ گھات لگائے بیٹھے ہیں کہ جہاں تجھ کو کمزور پائیں وہاں ایسا گرائیں کہ پھر تو کبھی نہ اُٹھ سکے۔ تیری عمر کے دن مقرر ہیں وہ جلدی جلدی چلے جاتے۔ تیرے قوا ضعیف ہوئے جاتے ہیں پھر تو نے کیوں یہاں اپنے تئیں دل میں ڈال رکھا ہے کیوں نہیں اُٹھ کھڑا ہوتا اور جلدی سے وہاں نہیں پہونچتا جہاں کوئی تغیر و انقلاب نہیں ہے۔

(۶۲) قبر میں کسی کی تمیز نہیں

انسان ایسا ہوا و نفسانی اور لذاید جسمانی میں پھنسا ہوا ہی۔ اور حرص غصہ خوف کے جال میں
گرفتار ہی کہ وہ اپنے نفس کو اچھی طرح نہیں پہچانتا کہ میں کیا ہوں کوئی اپنی عالی نسبی پر افتخار کر رہی ہیں اور کم
اپنے آگے رذیل کمینہ ذلیل سمجھ بیٹھا ہی کوئی اپنی دولت کے غرور میں ایسی اینٹھ میں ہی کہ بیچاری مفلس غریبوں کو حقیر
جانتے ہیں کوئی علم کی نخوت میں اپنے تئیں ایسا دانا سمجھتے ہیں کہ بیچارے جاہلوں کو احمق اور بیوقوف کہتے
ہیں غرض سب کے سب اوروں کی عیبوں کی دیکھنے میں بڑے تیز نگاہ ہیں اور آپ جو سرتا سر عیبوں سے بھری ہوئے ہیں ان
سے اندھے ہیں مگر عنقریب ایک وقت آنیوالا ہی کہ دانا۔ نادان بزرگ خورد دولتمند مفلس بلند مرتبہ پست مرتبہ
مغرور مسکین سب کے سب قبر میں جاوینگے کوئی اپنی شان و شکوہ کی اسباب کوئی اپنی جیتھڑی بھی کپڑی چھوڑ جاوینگے
اور انکا جسم بیجان کیڑوں کا شکار ہوگا اور وہ صورتیں جو حسین تھیں انکا گوشت الگ ہو گا اور صرف ڈھانچ
ہڈیوں کا باقی رہیگا تو ہم دیکھینگے کہ کسکی ایسی آنکھیں ہیں کہ وہ جب علم و دولت کی تمیز کریں۔ موت کسی کی
طرفداری نہیں کرتی سب پر برابر اپنا صدمہ پہنچاتی ہی اور آخر کو سبکو برابر کر دیتی ہی تم اپنی آنکھوں سے
دیکھتے ہو کہ سب بیکس بیچ دبے پڑے سوتے ہیں بس یکس لئے ایک دوسرے کے ضرر کا کام آدمی کرتے ہیں کیا انکو
مرنا نہیں ہی پس جو اس نصیحت کو سنکر عمل کریگا وہ دونو عالم میں بڑی بڑی نعمتیں پائیگا اور شادمان جاودان رہیگا

(۶۳) پنڈت اور اسکے بیٹے کی گفتگو نکوکاری کے باب میں

بیٹا۔ ہی پتا یہ عمر رواں تو یوں جلدی جلدی بسر ہوئی جاتی ہی تم کرپا کرکے مجھے بالترتیب بتلادو کہ
ابتدای عمر سے آگے کیونکر عاقلانہ زندگی بسر کروں کہ میرے سب فرائض ادا ہو جائیں

باپ۔ تم اپنی عمر کے اول حصہ میں وید کے مطالعہ سے دل بہلاؤ پھر بیاہ کرو اور جب بیٹے تمہاری کریاکرم کرنے
کے لئے پیدا ہو جائیں۔ اگ روشن کرکے ہوم کرو پھر جب آخر حصہ عمر کا آئی تو گھربار چھوڑ کر بن کو گھر بناؤ اور وہاں
جب تپ کرکے منی۔ رشی۔ بن جاؤ۔

بیٹا۔ ہی پتا کیا تم پنڈت ہو کر زندگی بسر کرنے کی ایسی صلاح دیتے ہو؟ کیونکر کوئی عاقل ہوشمند اپنی آدمی عمر
ان خیالی سمو اور عرفی مطالعوں میں خوشی سی بسر کریگا دنیا سراسر تکالیف و مصائب سے بھری پڑی ہی اسلئے جو

جو آواز منہ سے نہیں نکالتے چپکے نہیں بیٹھتے ہیں۔

باپ میں تمہاری بات نہیں سمجھتا تم اپنے باریک و تاریک کلام کے معنے توضیح اور تفصیل سے بیان کرو کیونکہ دنیا مصائب و تکالیف سے گھری ہوئی ہے اور وہ چپ چاپ جو کون ہیں جو چپکے نہیں بیٹھے

بیٹا دنیا میں موت ہر وقت گھات لگائے بیٹھی ہے بوسیدگی اور فرسودگی ہر وقت دم کرتی ہے یوں دنیا بلاؤں اور آفات سے گھری ہوئی ہے چپ چاپ جو تم پوچھتے ہو وہ یہ دن رات ہیں جو جلدی جلدی چپکے لگاکے ہماری عمروں کو چرا رہے ہیں خوب جانتا ہے کہ اس آفت دہ دار الفنا کو قرار نہیں اسکو موت گھیری ہوئی ہے پھر ہم کیسے غافل ہو کر دنیا کی خوبیوں کی توقع میں منتظر بیٹھیں جب رات گذر جاتی ہے تو عمر چھوٹی ہو جاتی ہے تو کس لئے عاقل یہ نہ سمجھیں کہ اب جو دن باقی ہیں وہ کیسے بیکار و بے فائدہ ہیں ہم عمر کے تنگ حاطہ میں ایسی گھری ہوئے ہیں کہ ہمارا حال مچھلی کا سا ہے جو تھوڑے پانی میں پڑی ہو ایک شخص اپنے خیالات میں ایسا مصروف ہے جیسے کوئی پھول چننے میں ہوتا ہے وہ ابھی اپنے مقصد کو نہیں پہنچا کہ موت اسکو شکار کرکے اس طرح لیجاتی ہے جیسے بھیڑ کے بچوں کو بھیڑیئے اٹھا کر لے جاتے ہیں تم کو چاہئے کہ نیک کام کرنے میں ایک لمحہ کا توقف نہ کرو کل کا کام آج اور شام کا کام دوپہر کو کر رکھو جو تمہارے فرائض ہوں ان کو جلد ادا کرو۔ کون جانتا ہے کہ آجکی رات کس کی موت آئیگی اور اسکو صبح کی روشنی دیکھنی نصیب نہ ہوگی لیکن جب آدمی نو عمر ہی ہو اسکو نیک کردار ہونا چاہئے۔ کیونکہ زندگی کا کچھ بھروسا نہیں۔ اگر انسان اپنے فرائض کو ادا کریگا تو یہاں نیک نام ہوگا اور وہاں خرم و شاد رہیگا موت کسی سے یہ نہیں پوچھتی کہ تم نے اپنا کام تمام کیا یا نہیں وہ اپنے کام سے کام رکھتی ہے۔ ایک لمحہ کا توقف اسکے سرانجام دینے میں نہیں کرتی انسان بھول میں آکر اپنی بیوی بچوں کی پرورش کرنے کیلئے جائز و ناجائز کام کرتا ہے اس کا دل اپنے بال بچوں اور مویشی میں لگا ہوتا ہے کہ موت اسکو لپک کر یوں لیجاتی ہے جیسے سوتے ہرن کو بھیڑیا۔ کوئی شخص دولت کے جمع کرنے میں مصروف ہے اور کچھ اس سے متمتع بھی نہیں ہوا کہ موت اسکو اس طرح لے گئی جیسے بھیڑیا کسی جانور کو لیجاتا ہے ابھی آدمی ایک کام کر چکا ہے دوسرا کام کرنا باقی ہے تیسرا کام کچھ کیا ہے کچھ کرنا رہا ہے کہ موت نے آن کر اس پر قبضہ کر لیا کوئی اپنے کھیت بونے میں لگ رہا ہے۔ کوئی تجارت کے لئے دکان کھولے بیٹھا ہے

کوئی اپنی بیوی بچوں کی حاجتوں کے رفع کرنے میں سرتا پا مصروف رہتے کوئی امور خانگی میں یا اور اپنی زندگی کے دھندوں کی آفتیں جھیل رہا ہی کہ موت آئی اور ان سخت محنت کرنیوالوں کے کمر ہی کر گئی۔ پہلے اس سے کہ اپنی محنت کا پھل پائیں موت کسی کو نہیں چھوڑتی خواہ وہ کسی شان و شکوہ اور کسی قسم کا آدمی ہو ضعیف ہو قوی ہو امیر ہو غریب ہو دانا ہو نادان ہو۔ بوڑھا ہو۔ جوان ہو۔ شیطان ہو۔ ولی ہو۔ جوانمرد ہو۔ نامرد ہو۔ جب موت بوسیدگی و فرسودگی بیماری اور مختلف صد ہا طرح کے مصائب جن کے اسباب جدا جدا ہوتے ہیں آدمی کو گھیری ہوئی ہیں تو کیسی چین و آرام سے رہ سکتا ہی جب سے آدمی پیدا ہوتا ہی اس کے آخر دم تک یہ بوسیدگی و فرسودگی اسکے ساتھ لگی ہوتی ہی یہہ و فرہاتیں ساری چیزوں کے ساتھ مشترک ہوں خواہ ساکن ہوں لگی ہوئی ہیں بس آدمی کی محبت گاؤں میں رہنے کی موت کو خوش کرتی ہی وہی موت کا عشرت کدہ ہی اسے چھوڑ کر جن میں ہم جہاں رہتا رہتی ہیں گاؤں کے رہنے والوں کی محبت کی زنجیر کو نیک آدمی توڑ کے جدا ہو جاتے ہیں مگر برے اس کو نہیں چھوڑتے۔

تم نے ایک نصیحت مجھ کو یہ کی تھی کہ ظاہری رسوم یعنی ہوم کرکے میں دیوتاؤں کو خوش کروں مگر میں اس کام کو بیفائدہ جانتا ہوں اس سے انسان کی تکمیل نہیں ہو گی جانوروں کے خون و گوشت سے میں کیوں دیوتاؤں کو خوش کروں سب سے بڑا ہوم میرا یہ ہے کہ رحمتی اور نکوکاری کو اختیار کروں بس جو یہ کہتا ہے اسی کو بقا اور دوام حاصل ہی۔ وہ موت کا مقابلہ کر سکتا ہی جسکا کوئی اور لشکر مقابلہ نہیں کر سکتا! ایک نصیحت تم نے یہ کی کہ بیاہ کروں جس سے لڑکا پیدا ہو جو میرے مرنے کی بعد کریا کرم کرکے مجھی کو پوتر کرے سو مجھی لڑکے کی خدا پرستی اپنی نجات کے لئے ضرور نہیں ہے مجھے خود ہی خدا پرست ہونا چاہئے جو میری لئے کافی ہو گا۔ میں نہیں چاہتا کہ میرا لڑکا یہ شیخی کرے کہ میری کریا کرم ہی باپ کی مکتی ہوئے ❊

(۶۴) آرام کرو کھاؤ پیو خوش ہو —

دنیا میں دو قسم کے آدمی ہیں ایک شیطان سیرت۔ دوسرے فرشتہ خصلت فرشتہ خصلت آدمیوں میں ساری نیکیوں کا نور چمکتا ہی۔ انکا سینہ کینہ سے بے ہوتا ہی۔ فساد اور جھگڑے سے اُن کو نفرت ہوتی ہی۔ نرم دل سچے مسکین خاموش ظاہر باطن ایک۔ مہربان اور روح سے محبت کرنے والے غرض انکا دل پاک و مقدس ہوتا ہی

شیطان بہرت اُنکی ضد ہمجہو ہیں اُن میں ساری برائیوں کو غلبہ ہوتا ہی کھاؤ پیو آرام کرو۔ یہ اُن کی مت ہوتی ہی اُنکے ناپاک دل میں مکر فریب غرور نخوت ظلم ستم اوروں کی آزار رسانی ہوتی ہی سوا اپنے دل خوش کرنے کے وہ کچھہ اور نہیں سمجہتے وہ اپنی ناپاک خواہشہائے نفسانی کو پورا کرنا چاہتے ہیں جور و جفا زبردستی سے ناجائز طور پر دولت جمع کرنی چاہتے ہیں آج جو دولت اُنکو حاصل ہوئی ہی کل اُس سے زیادہ حاصل کرنے اُنکا دل چاہتا ہی غرض جس طرح سے ہوسکتا ہی وہ دولت کے ڈھیر اکٹھے کرتے ہیں خوش ہو ہوکر کہتے ہیں کہ آج ہم نے اُس دشمن کو پچھاڑا ہی کل باقی اور دشمنوں کو زیر کرینگے۔ اب ہم مہاراجہ ہیں ہم کو ساری دنیا کے عیش حاصل ہیں ہم کو کمال حاصل ہے صاحب قدرت ہیں خوشحال ہیں دولت سے مالامال ہیں عالی نسب ہیں غرض ہمجو من دیگری نیست ہم ہوم کرینگے لوگوں کو دولت بخشینگے غفلت جہالت کا پردہ اُن پر پڑا ہوا ہے جو وہ اِن باتوں سے خوش ہوتے ہیں بھول کی بھول بھلیوں میں وہ پھنسے ہوئے ہیں اُن کا انجام اچھا نہ ہوگا دوزخ میں جلینگے +

(۶۵) شریر بدکاروں کا انجام

جو شریر بدکار ہیں اور عدالت پر خیال نہیں کرتے ہیں اور جھوٹی شہادتیں دیکر دولت جمع کرتے ہیں شرارت کرکے اوروں کو آزار دیتے ہیں اور خوش ہوتے ہیں ان کو اس دنیا میں بھی چین آرام اور آسائش نہیں ہے۔ تم کو چاہئے کہ نیکی کسی حال میں نہ چھوڑو خواہ تم پر کیسی ہی مصیبت پڑے تم ان شریروں کو جان لو کہ وہ تھوڑی کامیابی کے بعد کیسی سخت بلاؤں میں مبتلا ہونیوالے ہیں جو شیطنت و شرارت کے کام کرتے ہیں اُنکو پھل اُسی وقت نہیں مل جاتا اُنکے پھل ملنے کا حال ایسا ہی جیسا کہ زمین کا۔ اُس میں بیج پڑتے ہی پھل نہیں لگ جاتا بلکہ بیجوں کی پود بتدریج بڑھتی رہتی ہے اور اپنے موسم پر پھل لاتی ہی کبھی نہیں ہوتا کہ برا کام آدمی کرے اور اُس کا پھل وہ نہ پائے۔ اگر اُس کو نہ ملیگا تو اُسکے بیٹوں کو ملے گا۔ اگر بیٹوں کو نہ ملا تو پوتوں کو ملیگا غرض بدکاری بغیر اپنے پھل کا مزہ چکھائے نہیں رہتی اگر کوئی بری کام کرکے دولتمند ہوگیا اور اُسکو اچھا سامان بہم پہونچ گیا اور اپنے دشمنوں پر کامیاب بھی ہوگیا تو آخر کو وہ غارت ہو جائیگا۔ بالکل جڑ پیڑ سے اُکھڑ جائے گا۔

گفتگو اس باب میں

ایلیا کہتی ہے کہ بد و نیک دونوں کا بوجھ زمین برابر اٹھاتی ہے۔ آفتاب اُنپر روشنی برابر چمکاتا ہے۔ ہوا سب پر دیا ایک سی کرتی ہے سب پر مینہ یکساں برستا ہے۔

کسیا۔ جواب دیتی ہے کہ یہ حال یہاں دنیا میں ہے۔ کہ نیک و بد پر مہربانیاں یکساں نظر آتی ہیں مگر وہاں عقبیٰ میں نہیں ہے مرنے کے بعد نیک و بد میں بڑا فرق ہوگا۔ دنیا میں نیکوکاری دوام و بقا کا مرکز ہے۔ وہ سونے کی طرح بہت چمکتی و دمکتی ہے۔ جو شخص اپنے نفس امارہ کو مارتا ہے مرنے کے بعد وہ سراسر آرام میں رہتا ہے۔ نہ اسکے واسطے فنا ہے نہ تنزل ہے نہ کوئی تکلیف ہے لیکن جو بدکاریاں اُنکے واسطے دوزخ میں جو ہمیں دُکھ درد اور تکلیف پر تکلیف متواتر آتی ہے۔ وہ اپنی قسمت پر کفِ افسوس ملتوں تک ملتی ہیں —

(۶۶) آدمی کو دوبارہ شباب نہیں

دریا سوکھ جاتا ہے پھر اُسمیں پانی آجاتا ہے۔ درخت سوکھ جاتے ہیں پھر بہت جھڑ ہو جاتی ہے پھر کونپلیں و پتے نکل آتے ہیں چاند گھٹ جاتا ہے پھر بڑھ جاتا ہے صبح جاتی ہے رات آتی ہے پھر رات جاتی ہے صبح آتی ہے چاند سورج طلوع و غروب کرتے ہیں مگر انسان کی جوانی گئی ہوئی پھر نہیں آتی۔ معلوم نہیں کس سبب سے خدا نے انسان کو دو دفعہ جوان اور بوڑھا نہیں کیا۔ اگر کوئی قانون میں ایسی بات ہوتی ہے کہ جو نہ ہونی چاہئے تو ہم پیچھے فیصلہ کرکے اسکی ترمیم کر سکتے ہیں مگر یہ امر ہم اپنی حیات کے باب میں نہیں کر سکتے۔ اگر ہم جوان اور بوڑھے دو بار ہوتے تو ہم جو پہلے غلطی کرتے اسکی اصلاح دوبارہ کر لیتے +

(۶۷) آدمی اپنے سوا سبکو فانی جانتا ہے۔

باوجودیکہ روز آدمی دیکھتا ہے کہ کتنے آدمی مرے چلے جاتے ہیں مگر اسکو اپنی مرنے کا خیال نہیں ہوتا وہ اور سبکو اپنے سوا جانتا ہے کہ مرینگے یہ بھی انسان کی عجیب غریب بھول ہے جب کسی ہمسایہ کے گھر میں ذرا سے اسباب کی بھی چوری ہوتی ہے تو اپنے مال کی حفاظت کے لئے پہرہ مقرر کرتا ہے یا دروازے بند کرتا ہے مگر ہر وقت دیکھتا ہے کہ گھروں میں سے بے کس آدمیوں کو موت چرائے لئے جاتی ہے اس سے تجھے اپنی مرنے کا خیال نہیں ہوتا ہے۔ اے غافل تو کس نیند میں پڑا سوتا ہے۔ بیدار ہو۔ ہوشیار ہو۔ جان لے کہ زندگی کا کچھ بھروسا نہیں

وہ کام نہ کر کہ جب اپنی بستر بیماری پر لیٹے تو پشیمان و پریشان ہو۔ جوانی و تندرستی میں جو کام کر لے۔ اگر گناہ کر بیٹھے تو اپنے تئیں ملامت کر دل سے ان کے کرنے سے پشیمان ہو۔ تو یہ کر کہ پھر گناہ نہیں کروں گا تو تو ان گناہوں کے پھیکنے سے ایسا پاک ہو جائیگا جیسے سانپ کینچلی کے اترنے سے +

(۶۸) اصل میں اندھا بہرا۔ گونگا کون ہے۔

حقیقت میں اندھا کون ہے؟ وہ جسکے دل کی آنکھ آخرت کو نہیں دیکھتی یعنی وہ کام کرتے ہیں جو نہیں کرنے چاہئیں حقیقت میں بہرا کون ہے؟ جو نیک نصیحت اور فائدہ مند پند نہیں سنتا۔

حقیقت میں گونگا کون ہے؟ جو عین وقت مناسب محبت و الفت کی باتیں نہیں کہتا۔

(۶۹) مصیبت میں آدمی خدا کو یاد آتا ہے۔

جب آدمی پر مصیبت پڑتی ہے تو خدا کو یاد کرتا ہے۔ جب بیمار ہوتا ہے تو اپنا کندھا نیکی کے جوئے کے نیچے ڈالدیتا ہے۔ جب گناہ کرنے کی قوت نہیں رہتی تو نیک بن جاتا ہے جب مفلس ہوتا ہے تو مسکین فروتن مطیع ہو جاتا ہے۔ جب آدمی بے اختیار ہوتا ہے وہ نیک ہوتا ہے غریب آدمی قانع ہوتا ہے۔ بیمار آدمی خدا کی عبادت کرتا ہے۔ بڑھیا بیوی اپنے خاوند کی فرمانبرداری کرتی ہے۔

(۷۰) آدمی نیکی کا پھل چاہتے ہیں خود نیکی کو نہیں چاہتے

آدمی نیک کام کرنے کو ایسا عزیز نہیں رکھتا جیسا کہ اسکے پھل پانے کو نیکی کر کے وہ ایسا خوش نہیں ہوتا جیسا کہ اُس کا ثمرہ پانے سے۔ انسان بدی اپنی قدرت کے موافق کرتا ہے مگر اسکے پہلو سے نفرت رکھتا ہے۔ مگر اچھا نام رکھتا ہے۔ نیک کام کرنے نہیں چاہتا جیسے کہ انکے کرنے کی عوض نیکنامی چاہتا ہے۔ اگر نیک کام کا انعام نہ ملتا تو کوئی آدمی اسکو نہ کرتا مگر جو نکوکار بالذات نیکی سے محبت رکھتے ہیں اور گناہ سے نفرت کرتے ہیں

(۷۱) برے بھلے کام کرنے کی عادت۔

گناہ کا بار بار کرنا سمجھ کو غارت کرتا ہے اور جب سمجھ برباد ہو گئی تو گناہ کو وہ قوت حاصل ہو جاتی ہے کہ پھر اُس کا مقابلہ کسی سے نہیں ہو سکتا نیکی کا بار بار کرنا سمجھ کو بڑھاتا ہے اور جب سمجھ بڑھ جاتی ہے تو نیکی کی سلطنت انسان پر مسلط ہو جاتی ہے پھر اُس سے نیک مقدس و متبرک ہی کام صادر ہوتے ہیں

دن کو ایسے بھلے کاموں کے کرنے کی عادت ڈال کر رات کو چین آرام کی نیند سوئے جوانی میں ایسے نیک اعمال کر کہ بڑھاپے میں سکھ چین سے بسر ہو۔ آٹھ مہینے ایسے نیک کام کر کہ برسات کی چار مہینے خیر سے بسر ہوں غرض ساری عمر ایسے اچھے کام کر جس سے خیر و سعادت بہبود حاصل ہو۔

(۷۲) اپنے افعال کا روزانہ امتحان

جب آفتاب غروب ہوتا ہے تو انسان کی عمر کا مختصر زمانہ کم ہوتا ہے۔ اس لئے سورج کے ڈوبنے پر اُس کو چاہیے کہ وہ اپنے کاموں کا امتحان کیا کرے کہ کون سے کام میں نے وہ کئے جو حیوان بھی کیا کرتے ہیں اور کون سے کام وہ کئے جو نیک فرشتہ خصال کیا کرتے ہیں۔ نیک آدمی ایک دن بھی ایسا نہیں گذرنے دیتا کہ جس میں بھلا کام نہ کرے وہ بہت بیدار اور ہوشیار ہو کر دل ہی میں پوچھتا ہے کہ آج جو کام مجھ پر فرض تھا وہ ادا کیا یا نہیں

(۷۳) نیکی مشکل بدی آسان۔

ایک پتھر کا لڑھکا کر پہاڑ پر لیجانا نہایت مشکل ہے۔ مگر اُس کا نیچے پھینک دینا بہت آسان ہے اسی طرح نیکی کی بہت ڈھلوان سربلندی پر چڑھنا مشکل ہے مگر برائی کی ڈھلان پر نیچے پھلنا آسان ہے بدی اور شرارت بہت پاس رہتی ہے اور اُن کی کثرت بھی ہوتی ہے۔ اس لیے اُن کا پسند کرنا بہت آسان ہے لیکن نیکی کے سامنے ایسی مشکلات رکھی ہوتی ہیں کہ بغیر پسینا بہائے وہاں رسائی نہیں ہوتی اگرچہ اُسکی راہ اونچی نیچی ڈھلوان دراز اوّل میں معلوم ہوتی ہے مگر جب اُسکی چوٹی پر پہونچ جاؤ تو مختلف طرح کی عجیب دل افزا نظر آئینگی۔ حکیم سینکا کی رائے اسکے برخلاف ہے۔ کہ نیکی کی راہ ایسی دشوار گذار نہیں ہے جیسے ابتدا میں مبتدیان وفرا زادمی کو وہ نظر آتی ہے بلکہ وہ ہموار اور آسان گذار ہے۔ غرض خیر و سعادت کے طریقے آسان ہیں اگر کوئی پیر طریقت رہنمائی کی واسطے اچھا مل جائے بھلائی آہستہ آہستہ حاصل ہوتی ہے جیسے گھڑے میں بوند بوند پانی پڑنے تو وہ بھر جاتا ہے یہی قاعدہ نیکی اور دولت کا ہے کہ وہ تھوڑی تھوڑی بڑھ کر بہت ہو جاتی ہے۔

(۷۴) علم اور اُسکی تحصیل کی شرائط

علم سے بڑھ کر کون سی دولت ہو گی جسکو نہ چور چرا سکے نہ عزیز اقربا اُڑا سکیں خواہ کتنا ہی اُسکو

فضول سی خرچ کرو وہ کم نہ ہو۔ انسان کی زندگی تو مختصر ہے۔ مگر کتابوں کی فہرست
بڑی طویل ہے کتابوں کا علم ڈھیر ایک بیڈھنگی دیوار طالب العلم کی ترقی کے رکنے کے واسطے ہے اس لئے آدمی
کو چاہئے کہ اُن کتابوں کو انتخاب کرکے مستفید ہو جو عطر لب لباب ہے ان پوست کو پھینک مغز کو نکالو چھلکوں
کو دور کرو گری کو چکھو جو شخص محنت و آرام کا طالب ہے وہ تحصیل علم سے محروم رہتا ہے جو محنت و شفقت اختیار کرتا ہے وہ علم سے بہرہ ور ہوتا ہے اگر علم چاہئے تو راحت و آرام کو سلام کرو جو آرام چاہئے تو علم سے
دست بردار ہو۔

گناہ گار ہی چھوڑنے سے انسان کا سچا علم بڑھتا ہے اور وہ ایک صاف آئینہ کے اندر اپنی روح کو دیکھتا ہے۔

(۷۵) انقلاب فنا۔

ہر فراہمی کے لئے پراگندگی موجود ہے اور ہر بلندی کے لئے پستی ہر عروج کے لئے ہجر ہر حیات کے لئے
موت جیسا درخت پر پھل لگتا ہے تو اسکو گرنے کا خوف ہوتا ہے ایسا ہی جب آدمی پیدا ہوتا ہے
اُس کے پیچھے موت کا ڈر لگا ہوتا ہے جیسے مکان خواہ کیسے ستوار ستونوں پر قائم ہو مگر زمانہ اُس فرسودہ کرکے
نیچے گراتا ہے۔ ایسے ہی انسان کا حال فرسودگی اور موت سے ہوتا ہے جیسے کہ سمندر میں جو سب دریاؤں کا
مخزن ہے۔ جب جمنا کا پانی جاتا ہے تو پھر اُلٹا نہیں آتا ایسے ہی جو رات گذر جاتی ہے وہ پھر نہیں آتی جیسے
سورج کی تیز دھوپ گرمی میں پانی کو گھٹاتی ہے ایسے ہی رات دن کا گذرنا جانداروں کی عمر کو گھٹاتا ہے
آدمیوں کے ساتھ موت چلتی ہے اور لمبی سفروں میں اُنکے ساتھ لپٹی رہتی ہے اور پھر اُن کو اُلٹا گھر
لے آتی ہے آفتاب کے طلوع و غروب ہونے سے آدمی خوش ہوتی ہیں مگر اُسپر افسوس نہیں کرتے کہ عمر کا
ایک دن فنا ہو گیا ایسی ہی جب موسم بدلتے ہیں اور وہ اپنی نئی نئی بہار دکھاتے ہیں تو ہم بہت
مسرور و خوش ہوتے ہیں مگر یہ نہیں سمجھتے کہ اس تغیر موسم نے ہماری زندگی کے ایک حصہ کو قطع کر دیا
جیسے سمندر میں لکڑی کے دو لٹھے آپس میں ملجاتے ہیں اور پھر تھوڑی دیر کے بعد الگ ہو جاتے ہیں ایسے ہی
آدمی کے ساتھ جورو بیٹے بیٹیاں رشتہ دار دوست ملجاتے ہیں مگر اُن سے تھوڑی دیر بعد یقینی علیحدہ
ہو جاتے ہیں ہم سے پہلے جس راہ کو ہمارے باپ دادا طے کر چکے ہیں وہ ہمیں بھی طے کرنی پڑیگی جو کاروان آگے

جا چکا ہی گویا اُس سی ہم کہدیتے ہیں کہ ہم تمہارے پیچھے چلے آتے ہیں پس ایسی باتوں کے لئے جو ناگزیر ہیں کیوں ہم واویلا کریں۔

(۷۶) نصیب کے اسرار

انسان کے نصیب کے اسرار عجیب بار یکی میں پڑے ہیں جو انسان کی سمجھ میں نہیں آتے نصیبہ جنکی یاوری ترائے درجہ کی کرتا ہے وہ بھی مہلک امراض میں مبتلا ہوتے ہیں جو آدمی بڑی طاقت ور ہوتی ہیں وہ بھی ضعف کے ہاتھ سی نالاں ہوتے ہیں دولت مندوں کو اکثر صحت کی شکایت ہوتی ہی۔ اسلئے انکو اپنی دولت کی کوئی لذت نہیں حاصل ہوتی ایک نوجوان صاحب اقبال جسکا دل ارمانوں اور اُمنگوں سے بھرا ہوتا ہی اور جانتا ہی کہ میں ابھی برسوں دُنیا کے مزے اڑاؤنگا وہ دفعتہً سب اپنا اسباب عیش چھوڑکر دُنیا سی موت کے پنجے میں پھنس کر چلا جاتا ہی اور ایک مفلس آدمی سیکڑوں مصیبتوں میں گرفتار سو برس تک جیتا ہی۔ ایک غریب آدمی کی بیوی کے ہاں بیٹے پر بیٹا پیدا ہوا چلا جاتا ہی اور وہ خدا سی دعا مانگتا ہی کہ میرے ہاں اولاد نہ ہو۔ دولتمند کے ہاں ایک وارث نہیں پیدا ہوتا ہی اُسکے لئے دعائیں مانگتے مانگتے زبان گھس جاتی ہی وہی طبیب جو سیکڑوں بیماروں کا علاج کرتا ہی وہ خود جلد مریض ہو جاتا ہی اُسکی ساری طبابت یوں ہی دھری رہتی ہی اُسکی ساری دوائیاں اور نسخے کچھ کام نہیں آتی موت ہی اُسکی بیماری کی درد کی درماں کرتی ہی وہ بڑے بڑے دھیانی گیانی پنڈت جو اوروں کو نیک و بد بتلانے کی کتھا کہتے ہیں خود عورتوں کے جال میں پھنس جاتے ہیں وہ زشت افعالوں کے ساتھ شریک ہو جاتے ہیں اور بدکاری کے غلام بن جاتے ہیں جب آدمی پر موت حملہ کرتی ہی تو نہ دعا نہ دوا نہ کوئی منتر اُس کو ہٹا سکتا ہی آدمی زور آور ہو یا کمزور اُس کو موت بھیڑئے کی طرح کھا جاتی ہی تو اُسکی قوت کا مقابلہ وہ بادشاہ بھی نہیں کر سکتا جسکی سلطنت ساری دُنیا میں پھیلی ہوئی ہو ہم دیکھتے ہیں کہ دانشمند مستحق فرقے اپنی مقاصد حاصل کرنے میں ناکام رہتے ہیں جو تدبیریں کیسے ہی وہ آلتے ہوتی ہیں اور کوئی حکمت انکی کارگر نہیں ہوتی اور بیوقوف رذیل ذلیل اپنے مطالب میں کامیاب و سرفراز ہوتے ہیں وہ آدمی جو بدوضعی اور شرارت کے کام کرتے ہیں رات دن اوروں کی آزار رسانی کے درپے رہتے ہیں اور دنیا کو فریب دیتے ہیں وہ عمر بھر چین اور آرام سی زندگی بسر کر جاتے ہیں ایک وہ خوش نصیب ہیں کہ وہ

ہیں کئی مشقت شاقہ اٹھاتے ہیں مگر اپنی محنت کی اُجرت تک نہیں پاتے ہیں ایک شخص ہے جسکے اولاد نہیں ہوتی
وہ دعائیں نہایت عاجزی سے بیٹوں کے لئے مانگتا ہے اُسکی دعا قبول ہوتی ہے اور بیٹے پیدا ہوتے ہیں مگر وہ ایسے بدافعال و
بداعمال ہوتے ہیں کہ خاندان کا نام ڈبوتے ہیں اُسکو داغ لگاتے ہیں غرض دنیا میں بخت و اتفاق کے وہ اسرار ہیں جو نہ
کسی کی سمجھ میں آئے ہیں نہ آئینگے وہ تماشے دکھاتی ہیں کہ ہمیشہ نہ تیز رو دوڑ میں جیتتا ہے نہ زبردست لڑائی میں فتح پاتا ہے نہ عاقل کو
زیادہ روٹی ملتی ہے نہ سمجھدار کو دولت حاصل ہوتی ہے نہ ہنرمندوں کو کوئی فوقیت ہوتی ہے ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ
آدمی جو بُرے یا بھلے کام کرتا ہے وہ اُس کا پھل پاتا ہے جب کوئی احمق مصیبت میں پڑتا ہے تو وہ اپنی حماقت کو نہیں سمجھتا اضداد کو
بُرا بھلا کہتا ہے احمق شہر پھلوان آج اپنی بداعمالی کا خمیازہ بھگتتے ہیں مگر یہ بھی سچ ہے کہ آدمی کی دانائی ہوشیاری
مستعدی اُسکو بلاؤں سے نجات نہیں دے سکتی جب بلحاظ مطالب کے نہیں حاصل ہونے دیتی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے سوا
کوئی اور شے بھی ہے جسکو ہم بخت و اتفاق کہتے ہیں

اگر انسان کو اختیار ہوتا تو وہ کبھی مرتا نہ بیمار ہوتا جس بلحاظ مطالب و مقاصد حاصل کر کے خوش و خرم رہتا ہر شخص جانتا
ہے کہ دنیا میں اچھی سے اعلیٰ درجہ پر پہنچ جاؤں اور اپنی مقصد کے موافق کوشش کرتا ہے مگر آرزو اُسکی پوری نہیں ہوتی
یہ مایوسی اُسی نصیب کا یقین لاتی ہے +

(۷۷) دنیا کی متضاد حالتیں

ہم دیکھتے ہیں کہ کہیں شادیانے بج رہے ہیں کہیں آہ و نالے ہو رہے ہیں کہیں مجلس میں علما و طلبا کے مباحثے مناظرے
ہو رہے ہیں کہیں محفلوں میں بدمستوں کے غل شور مچ رہے ہیں کہیں ایک زہرہ جبین حسین کھڑی ہے کہیں ایک بڑھیا
جسکا صرف پوست استخوان باقی ہے معلوم نہیں ہوتا کہ یہ دنیا جسمیں ہم رہتے ہیں جنت ہے یا دوزخ ہے امرت ہے یا زہر ہے

(۷۸) مطلب آری ہمیشہ وسائل سے نہیں ہوتی -

نہ دوستوں سے ہمیشہ خوشی حاصل ہوتی ہے نہ دشمنوں سے ہمیشہ رنج پہونچتا ہے نہ عقلمند اپنی عقل سے ہمیشہ دولت
کماتا ہے نہ دولت سے ہمیشہ مسرت حاصل ہوتی ہے نہ عاقلوں کے زیر فرمان دولت ہوتی ہے نہ ہمیشہ احمقوں کو دولت
نہ پانے کا افسوس ہوتا ہے نہ دولتمند ہمیشہ دولت سے حظ اٹھاتے ہیں غرض جو کچھ دنیا میں ہو رہا ہے اسکو عاقل ہی سمجھ
سکتے ہیں کہ کیا ہو رہا ہے +

(۷۹) انسان کی حب جاہ و علو ہمت کی خام خیالی

کون جانتا ہے کہ کیسے کیسے بادشاہ زبردست چند مدت سلطنت کر کے اس زمین پر گذر گئے مگر زمین ویسی ہی ہے جیسی تھی معلوم نہیں کہ بادشاہوں کی سمجھ پر کیا پردہ پڑ گیا ہے اور انکی عقل کیا اندھی ہو گئی ہے کہ وہ اس زمین کو اپنا بنانے کے لیے ہزارہا فکر و تردد کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کس طرح اس عورت کو ہم اپنا اور اپنے بیٹوں کا اپنی اولاد کا مال بنا لیں زمین یہ دیکھ کر کہ بادشاہ اپنے نفس سرکش پر تو فتحمند ہوتے نہیں مگر مجھ پر ظفر حاصل کرنے کے لیے بڑے بڑے سفر کرتے ہیں وہ اپنے خزانوں کے پھولوں سے ان پر خندہ زن ہوتی ہے اور کہتی ہے کہ بڑے بڑے عالی قدر بادشاہوں کی ہستی ویسی ہی برباد ہوئی جیسی کہ نہروں کے سر پر کف وہ کیا بھولے ہوئے ہیں کہ کل نہیں بچے وہ جو مجھ پر فتح پانے کی لیے بڑی ہی بڑی معرکہ آرائیاں و تدابیر اعظم و مہمات عظیم اختیار کرتے ہیں وہ نہیں جانتے ہیں کہ موت ہماری گھات میں بیٹھی ہے جاہ و سلطنت کی چاہ باپ بیٹوں بھائیوں میں خود غرضی کی آگ بھڑکاتی ہے جس سے وہ پاک رشتے جو قدرت سے مقرر ہیں ٹوٹ جاتے ہیں اور زمین کے لیے خونریزیاں کرنے لگتے ہیں بادشاہ یہ نہیں جانتے کہ تمام ان کے باپ دادا اسی طرح ایک کی مجھے پیچھے چھوڑ کر چلے گئے پھر وہ کیوں مجھ پر تصرف کرنے کے لیے تردد و فکر کرتے ہیں؟ راجہ [illegible] جو دنیا میں راج کرتا تھا اور جس نے اپنے سب دشمنوں کو اپنے رتھ کے پہیہ کے نیچے کچل کر گیتوں اور گدھوں کا نشانہ بنایا اس کو بھی زمانہ نے اپنا صدمہ پہنچایا۔ اور جیسے آگ میں روئی جلتی ہے اسی طرح اسکو فنا کر دیا کرتا وہ جس نے زمین کے تمام طبقوں کو قبضہ کر لیا تھا اور دشمنوں کے رتھوں کے پرخچے پرخچے اڑائے تھے اب وہ آپ ہی ایک افسانہ ہو گیا ہے وہ بادشاہ جنکے اقبال کے ستارہ سے ساری دنیا روشن ہوئی وہ موت کے اشارہ پر ایسے غائب ہو گئے کہ کہیں انکی گرد کا پتا ہی نہیں ملتا بادشاہ تری ساری دنیا میں نام و شہنشاہ تھا جسکا اب پتا سوائے افسانوں کے کہیں نہیں ملتا بس ان باتوں کو عاقل کس طرح اس بے ثبات ناچیز خواب و خیال دنیاوی حیات کو اس قابل جانیگا کہ اس پر متوجہ ہو؟ جن بڑی بڑی جاہ و جلال بادشاہوں کے نام تاریخ بتلاتی ہے کوئی ان میں سے ہمیشہ زندہ رہا؟ کوئی نہیں بتلا سکتا ہے کہ وہ اب کہاں ہیں کیا ہوئے کدھر گئے جو لوگ پاک خیال عالی دماغ زمانہ کو سوچتے ہیں و تبدیل و تغیر چیزوں پر غور کرتے ہیں وہ اس زندگی کو ناچیز جانتے ہیں۔

(۸۰) خدا پرست

خدا پرست وہ ہے جو قول و فعل خیال میں کسی مخلوق کے ساتھ برائی نہیں کرتا۔ نہ وہ کسی سے ڈرتا ہے۔ نہ کوئی

اُسے۔ نہ وہ دنیا کی کسی چیز سے محبت کرتا ہی نہ نفرت رکھتا ہی غرور و غفلت کو اور دنیا کی محبت کو مغلوب کر لیتا ہے
وہ اپنی خواہشہائے نفسانی کو ایسا دبا لیتا ہی جیسا کہ کچھوا اپنے اعضا کو سکیڑ لیتا ہی پھر وہ اپنی روح کی شان کو دیکھنے
لگتا اور کیسے کیسے دکھ سہتا ہی اور بالکل دل کو نیکی پر متوجہ کرتا ہی دنیا کو ہیچ و پوچ سمجھتا ہی وہ یہ جانتا ہی کہ تاریکی چلی
آتی اور اس لئے مستعدی سے علم کا چراغ خوب روشن کیے رہتا ہی جسکی روشنی دھیمی دھیمی اس تاریکی میں روشنائی کرتی ہی اور آخر کو
تاریکی کو معدوم کر دیتی ہے +

(۸۱) کچھ پاس نہیں اور سب کچھ پاس ہے۔

کیسی بڑی دولت میرے پاس ہی کہ مجھے کسی چیز کی خواہش و آرزو نہیں کچھ میرے پاس نہیں مگر یہ سمجھتا ہوں کہ سب کچھ
پاس ہے۔ اس سے مجھے کیسی خوشی حاصل ہوتی ہی سارے شہر میں آگ لگی ہی مگر میرے اسباب کو اسکی آنچ نہیں جلا سکتی جس شخص نے اپنی
تمام شہوات نفسانی کو مارا وہ یہاں دنیا میں جنت کی راحت پاتا ہی ایک شخص نے ایک حکیم سے پوچھا کہ میں دولتمند کیونکر
ہو سکتا ہوں تو حکیم نے جواب دیا کہ اگر تو اپنی خواہشوں میں سے بعض کی کمی کرے تو سب سے زیادہ غنی دولتمند ہو جائیگا جو آدمی
کے پاس ہی اس پر راضی و خوش رہنے کی برابر کوئی دولت دنیا میں نہیں جس دل میں کسی آرزو کی گنجائش نہیں اسی کی
ساری آرزوئیں پوری ہوتی ہیں +

(۸۲) حکمت کا پہاڑ۔

جو شخص اس پہاڑ پر چڑھ جاتا ہی اس کو سارے کھلے میدان نیچے نظر آنے لگتے ہیں نیچے جو لوگ ان میں رہتے ہیں وہ
سب دکھائی دیتے ہیں اسی طرح جو حکمت کے پہاڑ پر چڑھ جاتے ہیں ان کی نگاہ کے نیچے ایک وسیع میدان آتا ہی جس میں دنیا پھیلی
ہوئی نظر آتی ہی اس میں کچھ ایسے بہت لوگ گناہ رنج و ناصواب راہ میں چل رہے ہیں [illegible]
ہیں راستی و نیکی کو ترک کرتے ہیں جھوٹ اور بدی شرارت کو اختیار کرتے ہیں [illegible]
ہیں جو اس بلندی پر نہیں چڑھا وہ دنیا کی حالت کو ٹھیک نہیں دیکھ سکتا +

(۸۳) برہمن کے اوصاف اور اقسام

برہمن اپنی زندگی علم و زہد حاصل کرنے میں صرف کرتے ہیں ان کی نہایت خوبی کی یہ بات ہوتی ہی ان کو
شہوت و دولت کی پروا نہیں ہوتی مگر دولت سے بڑی خوشی ہوتے ہیں خواہ ان کی کیفیت ظاہری ستودہ ہو نہ ان کو

غم ہوتا ہے نہ کوئی فخر۔ اگر جسم پر ریشمی لباس میں عطر لگا ہوا ہو تو اسپر کچھ افتخار نہیں اگر بدن پر
کھال یا میلے کچیلے موٹے جھوٹے کپڑے ہوں تو اس پر نہ اُن کو خجالت ہے۔ اُنکے نزدیک صندل کیچڑ برابر ہے۔ سکھا یا تھوڑا
ہو یا بہت مساوی ہی اُن زہد کے دستوروں میں فرق نہیں وہ اپنی بے گناہ زندگی بسر کرتے ہیں وہ دنیا کی
آلایشوں سے پاک صاف رہتے ہیں۔ اِن کی بڑی دولت اُن کا زہد و تقوی ہی اُنکی بڑی قدرت اُنکی باتیں ہیں وہ اور اُن
کی نگاہیں مقدس علموں سے بھری ہوئی ہیں وہ راستبازی کے نکات دقائق سے آگاہ ہوتے ہیں علم کے تمام جزئیات
پر حاوی ہوتے ہیں اُنکو اپنے علم میں کوئی شک و شبہ نہیں ہوتا۔ دروں اخلاق کا جو اُنکے کندھے پر ہوتا ہی جیسے
مضبوط بیل بوجھ سے بھری سڑک پر اپنا کندھا نہیں ڈالتے ایسے وہ دروں کے اخلاق درست کرنے میں نہیں ہارتے وہ علی درجہ کی
نیکی اوروں میں پھیلاتے ہیں بندوں کو تاریکی جہالت سے نکالنے والے اُنھیں کی شمع علم ہوتی ہی جو باتیں سبکی نگاہ سے
چھپی ہوتی ہیں وہ ان پر ظاہر ہوتی ہیں۔ مگر سب برہمن برابر یکساں نہیں تھے اکثر ایسے برہمن ہوتے ہیں جیسے اوپر بیان ہوئے
باقی اور اقسام کے ہوتے ہیں نام سب کا برہمن ہی ہوتا ہی۔ مگر اُنکی خصائل و خیالات و افعال جدا ہوتے ہیں بعض بعض
ایسے تاریک و اندیشناک ہوتے ہیں جیسے کہ کنوئیں جنکے منہ گھاس میں ڈھکے ہوئے ہوں بعض پاک و صاف روشن ایسے
ہوتے ہیں جیسے کہ دن اُنکی روشنی ایسی چمکتی ہی جیسے کہ آفتاب کی بعض مویشی چراتے ہیں بعض زراعت کرتے ہیں
بعض دیس دیس بھیک مانگتے پھرتے ہیں بعض ایسے تند مزاج وحشی ہوتے ہیں کہ وہ کسی قاعدہ کے پابند نہیں ہوتے بعض
روئی کی طرح نرم ہوتے ہیں بعض مرنج و مرنجان ہوتے ہیں زہد و تقوی میں زندگی بسر کرتے ہیں دنیا کے حریص نہیں ہوتے
بعض اپنی ہوای نفسانی کے غلام ہوتے ہیں بھوکے پاک شہد ہے بعض بہروپئے کے سے روپ بھرتے ہیں ناچتے ہیں اور
سانگ دکھاتے ہیں غرض نقال و بھانڈ ہیں اور ایسے سفلہ و کمینہ پن کے کام اختیار کرتے ہیں کہ برہمن کے معزز نام کو بھی
بدنام کرتے ہیں۔ یاکشا نے راجہ یدھشٹر سے پوچھا کہ برہمن کیا نسل سے یا مطالعۂ علم سے۔ یا اسرار علم کے جاننے
یا نیک چلنی سے ہوتا ہے۔ تو راجہ یدھشٹر نے جواب دیا۔ نہ نسل سے نہ مطالعۂ علم سے۔ نہ اسرار علم کے جاننے سے برہمن
ہوتا ہی بلکہ نیک چلنی سے۔ یوں تو نیک چلن سب کو ہونا چاہیئے خاص کر برہمن کو۔ اُسکو اپنی نیک چلنی کی
بڑی احتیاط اور حفاظت کرنی چاہیئے اگر اُس پاس نیکی ہی تو سب کچھ پاس ہے۔ اگر نیکی نہیں تو کچھ نہیں جو
علم کی تحصیل میں بڑی ذوق شوق سے رات دن مصروف رہتے ہیں اور خوان پانی اپنا اکیا کرتے ہیں پڑھتے

پڑھاتے ہیں مگر نیک افعال نہیں وہ بڑے دل سوز۔ پُر شوق۔ سرگرم احمق ہیں۔ عالم وہ ہیں جو عمل نیک کرتے ہیں برہمن جو چاروں ویدسے واقف ہی اور بدچلن ہی وہ شودر سے بدتر ہی اور جو شودر اپنی نفس کشی میں رہتا ہی اور نیک کام کرتا ہی وہ برہمن سے بہتر ہے

(۸۴) جاتوں (ذاتوں) کی تمیز

(۱) درحقیقت جاتوں (ذاتوں) میں کچھ تمیز نہیں پرماتمانے ساری دنیا کو یکساں پیدا کیا ہی چونکہ انسانوں میں اختلاف طبائع ہوتا ہی اسلیئے اُنکی طبیعت کے گروہ جدا جدا ہوگئی اور اُنکے کام علیحدہ علیحدہ مقرر ہوگئی جنکے نام برہمن۔ چھتری۔ ویش۔ شودر ہیں نیک اعمال نیک دل شودر جسنے اپنی ہوا و حرص ماتی کو اپنا محکوم بنایا ہے وہ برہمن کی طرح معزز ہی اُسکی بزرگی کی قدر برہمن سے زیادہ کرنی چاہیئے۔ نیک چلن شودر بدچلن برہمن سے زیادہ بزرگ ہی۔ نہ ولادت سے۔ نہ علم سی نہ نسب سے تعلیم سے آدمی برہمن بنتا ہی۔ بلکہ صرف نیک چلن ہونے سے جو شودر نیک کردار ہوئے وہ برہمن ہوگئے۔ یوں سارے برہمن نیک چلن ہونے سے بنے ہیں +

(۲) خواہ کیسے ہی نیچ کے درجے رذیل قوم کی عورت۔ مرد۔ ویش ہو۔ شودر ہو۔ وہ نیک کردار ہونے سے وہی اعلیٰ درجے حاصل کر سکتے ہیں جو پنڈت چھتری اپنے فرائض کے ادا کرنے سے حاصل کر سکتے ہیں ایسے ہی خواہ کیسے ہی اعلیٰ درجے کے آدمی ہوں اگر اُنکی خصلتیں نیک نہیں ہیں تو وہ عزت کے قابل نہیں ہیں برخلاف اُسکے اگر کمینہ شودر اپنے فرائض کو ادا کرتا ہی نیک چلن ہی تو وہ عزت کے قابل ہے۔

(۳) جو سچا دانا ہی وہ پنڈت عالی نسب گائے۔ ہاتھی۔ کتے۔ ذات پات ہر آدمی کو ایک نظر سے دیکھتا ہی اسلیئے کہ وہ ساری مخلوق میں خواہ جاندار ہو یا بیجان ہو اپنے خالق کا جلوہ دیکھتا ہے +

(۴) راستی نفس کشی۔ تواضع۔ فیاضی ظلم سے پرہیز ہمیشہ اپنی اداءِ فرائض کا خیال یہ صفات انسان کو کامل بناتی ہیں نہ ذات۔ نہ پیدائش۔

(۵) جو آدمی علم سیکھتا ہے اور اپنے تئیں پنڈت جانتا ہی مگر اُس علم سے اور آدمیوں کی نیک نامی کو بٹا لگتا ہی وہ خود ذلیل ہوتا ہی۔ وہ سچا کام نہیں کرتا۔ دنیا جو کچھ اُسکو حاصل ہوتی ہی وہ چند روزہ ہے +

(۶) یہ برہمن کی بدنصیبی ہی کہ اُسکے پاس دولت کے ڈھیر ہوں۔ ہمیشہ دولت آدمی میں نخوت پیدا کرتی ہی

اور اُسکو بھول میں ڈالتی ہی - اس لیئے نیک کرداری میں خلل آتا ہی

(۷) برہمن کو چاہیئے کہ وہ ہمیشہ حب جاہ سے ایسا بچتا ہے جیسا کہ زہر سے اور جو حقیقت سے آگاہ ہیں وہ اپنی شان میں اوروں کی بے ادبی کو امرت جانتے ہیں جب کوئی اُنکی بے ادبی کرتا ہی تو بھی وہ راحت اپنی میٹھی نیند سوتے ہیں اور سوکر خوشی خوشی جاگتے ہیں مگر بے ادب غارت ہو جاتی ہیں وہ نہ عطر دانوں کو نہ ذائقہ کے کہانوں کو اور دنیاوی خوشیوں کو نہ زیوروں کو پسند کرتے ہیں نہ عورت کو - نہ شہرت کو نہ نیکنامی کی آرزو مند ہوتے ہیں بس سچے برہمن کے یہی طریقے ہیں -

(۸) دانا آدمی کو چاہیئے کہ وہ نادان کی نہ حقارت کرے نہ اُن کو گالی دے اور بُرا کہے اور نہ اوروں کو آسمان پر چڑھا دے اور اپنے تئیں نیچے گرا دے یہ احمقوں کا کام ہے کہ وہ عاقلوں کو گالیاں دیتے ہیں اور بُرا کہتے ہیں

(۸۵) سچا جوگ -

(۱) جو لوگ قول میں فعل میں خیال میں بُرا کام کرتے ہیں اصلاح ہی جوگی ہیں جسم کے تحلیل کرنے کا نام جوگ نہیں ہے برہمن کے لیئے جو چار آشرم مقرر ہیں اُن میں چوتھائی حصہ جو خانہ داری کے واسطے مقرر ہی وہ اگر ترازو کے ایک پلڑے میں چڑھایا جاوے اور باقی تین دوسرے پلڑے میں تو پہلا پلڑا بھاری ہوگا بس جو خانہ داری کی کام ایمانداری سے کرتا ہے وہی جوگی ہی - نہ وہ جو اپنا گھر چھوڑ کر جنگل میں دیوانہ کی طرح چلا جائے بلند خیال عالی دماغوں کی بڑی جپ تپ یہی ہی کہ دنیا کی کاموں کو راستبازی سے کریں نہ یہ کہ جسم کو تحلیل کریں

(۲) جو لوگ جنگل میں جوگیوں کے ہاں پیدا ہوئے ہیں اور وہیں مر گئے ہیں اُن میں کوئی جوگی نہیں ہے اس لیئے کہ وہ دنیا کی لذتوں سے آشنا ہو کر اُنکے تارک نہیں ہوئے - مگر ہاں جو اس دنیا کی لذتوں کو چکھ کر اُسے چھوڑتے ہیں اُنکو سب کچھ حاصل ہوتا ہی یہی اُن کا بڑا انعام ہی -

(۳) جو شخص اپنے نفس سرکش کو اطاعت میں رکھتا ہی اُسکو کیا ضرور ہی کہ وہ جنگل میں چلا جاوے وہ تو دنیا میں رہکر جنگل کا جوگی و منی ہی کیونکہ منی اس سبب سے منی نہیں کہلاتا کہ وہ چپ رہتا ہی اور جنگل میں بود و باش رکھتا ہی بلکہ وہ بڑا بزرگ و مقدس جب ہوتا ہی کہ وہ اپنی حقیقت کو سمجھتا ہی -

(۹) یہ جہالت ہی کہ آدمی دنیا کو اُس حالت میں چھوڑ دے کہ زمانے کے حادثات اور آفات کے سبب واقع دل
یا ضعیف و ناتوان ہو گیا یا اپاہج ہو گیا ہو کہ دنیا کی کوئی لذت وہ نہ اُٹھا سکے دشمنوں نے اُسے مغلوب
کر لیا ہو عزت حرمت باقی نہ رہی ہو لیکن ایسی حالت میں کہ جوانی تندرستی دولت فراغت شان شوکت
یہ سب حاصل ہوں اسکے برخلاف جو تارک الدنیا ہونا وید کے موافق بتاتے ہیں وہ بہت جاہل ہیں جن پر وید نے
لعنت بھیج رکھی ہے۔

جس شخص نے سنیاس لے کے اپنی عادت بنا کے خلوت نشینی اختیار کی ہو اور جو وید مقدس کا تابع ہو اُس نے
اپنی بستی کو زندہ نہیں رکھا بلکہ ڈبو دیا وہ سچی باتیں ہونی چاہئیں جو جوگ میں حقیقت ہیں اُس کا کیا حال کہ جوگ کا درجہ لیا
جنگل میں رہنے والوں پرندوں چرندوں جانوروں کو بہشت نہیں ملتا یہی کہ سوا اُن کے جو خدا کے رشی ہیں جن سے بے شمار دیے
بہشت نہیں حاصل ہوتا اگر دنیا کے چھوڑنے پر ہی تکمیل نفس منحصر ہو تو پہاڑوں اور درختوں کو بھی وہ چاہئیے کہ حاصل ہو جائے۔
کیونکہ وہ تو ہمیشہ تارک الدنیا رہتے ہیں نہ دنیا کی کسی مصیبت سے آشنا نہیں اولاد خاندان کی محبت نہیں ساری زندگی اُن کی
جوگیوں کی سی ہی۔ اگر ایک شخص یہ چاہتا ہی کہ میں کامیابی اپنی کوشش سے حاصل کروں اور دوسرے کی محنت سے اپنا کام
نہ چلاؤں تو اسکو محنت و سعی کرنی چاہئیے کاہل و نکمے رہنے سے کچھ فائدہ نہیں حاصل ہوتا آدمیوں کو دیکھو کہ وہ کیسی محنت کرتے
ہیں اور اپنے اپنے کاموں میں دل و جان سے مشغول رہتے ہیں اسی واسطے ہمکو چاہئیے کہ محنت و کوشش کریں نکمے رہنے سے کچھ نہیں
ہوتا۔ سخت محنت سے کاموں کی تکمیل ہوتی ہی۔ نکمے رہنے کا نام جوگ نہیں ہے۔

(۸۶) کاموں کی خوبی۔

کاموں کا نیک و بد ہونا انسان کی نیت اور دل کے ارادہ پر موقوف ہی۔ کام کی خوبی اسکی ظاہری صورت سے
نہیں معلوم ہوتی۔ ایک کام جو ظاہر میں سب طرح سے اچھا معلوم ہو کچھ ضرور نہیں کہ وہ اچھا ہو آدمی وہ کام کرنے
چاہتا ہی جس سے شہرت و نیک نامی ہو۔ گوشہ گزین ہو کر اپنے زہد و ورع کا ذکر سب جگہ سننا چاہتا ہی غرض کاموں کو
نیک و بد دل بناتا ہی کچھ خلوت نشینی کاموں کو نیک نہیں بناتی۔ اگر گوشہ گزین اپنی منڈھیا میں کسی بے گناہ کو
مار ڈالے تو کیا وہ گناہ نہیں یا وہ اگر گائے اپنی منڈھی سے باہر پُن کرے تو یہ پُن کیا بنا بھلا کہیں ہی؟
(۲) جو پنڈت وید جانتا ہو اور گناہ کرتا ہو تو وید اسکو گناہ کی سزا سے نجات نہیں دے سکتی وہ اُنکو

ایسا چھوڑ دیتے ہیں جیسے کہ بھیڑوں کے چلے آنے سے برندایشے گھونسلوں کو چھوڑ دیتے ہیں جنکا دل گناہ سے ناپاک ہی وہ شراب کے مٹکے کی طرح جلانے سی بھی پاک نہیں ہو سکتا جسکے دل میں جھوٹ کی نجاست بھری ہی وہ شراب کی ٹھلیا کی طرح اگر دریا سی بھی دھل کر پاک نہیں ہو سکتی۔ سخاوت۔ عبادت۔ زہد و تقویٰ تیرتھوں کی جاترا علم پڑھنا یہ سبھی چیزیں ناپاک دلوں کو فائدہ نہیں پہنچا سکتیں

(۲) تیرسول لمبی جٹائیں چھال یا کھال کی پھٹی ہوئی پوشاک چہرہ پیلا کرنا تمام رسوم مذہبی کا ادا کرنا۔ اگر ہو تیر گی ہونا جنگل میں رہنا۔ بدن کا سکھانا یہ سب باتیں نکمی اور بے فائدہ ہیں اگر آدمی کا دل پاک صاف نہ ہو جو صاف باطن نہ دل میں نہ قول و فعل میں نہ ارادہ میں گناہ نہیں کرتے وہی بڑے جوگی او رمنی ہیں کچھ بدن سکھانی کا نام جوگ نہیں ہے۔ کوئی نیک دل گھر میں ہی اور پاک صاف دل سی عبادت کرتا ہی اور ساری عمر دیا کرتا ہی وہ عصیاں کاری ہی ایک ہی۔ گناہ گار کا گناہ کھانے پینے کے پرہیز سے معاف نہیں ہو سکتا۔ نہ وہ ہنپت کھانے سے نہ جپ گانے سی۔ نہ برت رکھنے سی نہ سر منڈانے سی نہ منڈھیا میں بیٹھنے سے نہ بالوں کی جٹا سر پر رکھنے سے نہ ننگی زمین پر پڑنے سے نہ اور ایسے پرہیزوں سے نہ بھبوت ملنے سے نہ آگ پاس بیٹھنے سے نہ پانی میں کھڑے رہنے سی نہ علم سی گناہ معاف ہوتا ہی۔ نہ ان سب باتوں سی ضعیفی موت۔ بیماری سی آدمی بچ سکتا ہی۔ نہ اعلیٰ درجہ حاصل ہو سکتا ہی جیسے سونا کو آگ میں بھون لو پر وہ نہیں گلتا۔ ایسے ہی جو روح کہ علم کی آگ سی تپتی ہی وہ پھر مصیبتوں میں نہیں پھنستی۔ ہوم سی جوگ اچھا ہی۔ یہ بڑا حکم ہی۔ مگر اس جوگ کو تم سنو کہ کیا ہی دوسرے کی ضرر رسانی اور دل آزاری سی پرہیز۔ راستی پرہیزگاری۔ رحم دیا یہ دانشمندوں کے نزدیک جوگ ہی۔ نہ یہ جسم تحلیل کیا جائی۔ راستبازی کی برابری کوئی رسم مذہبی نہیں کر سکتی۔ اگر اس کو ترازو کے ایک پلڑی میں رکھو اور دوسرے پلڑی میں اشومیدہ چڑھاؤ تو وہی بھاری رہیگا۔

(۳) جیسے کہ آگ گھی کے ڈالنی سی یا چراغ کی لو برابر تیل ڈالنے سے زیادہ روشن ہوتی ہی ایسی جو سچ بولتا ہے اسکی عزت بڑھتی جاتی ہی اور روز بروز وہ آسودہ حال ہوتا جاتا ہی اور جیسی کہ آگ یا چراغ کی بتی پانی کے ڈالنے سی مندی ہوتی جاتی ہی اور جلد بجھ جاتی ہی ایسے ہی جھوٹے آدمی کی عزت روز بروز گھٹتی جاتی ہی۔ اس لئے آدمی کو چاہیے کہ وہ سوا سچ کے کچھ نہ بولے جھوٹ بولنی سے دل ناپاک ہو جاتا ہی۔

(۴) جیسی درخت شگفتہ ہوتے ہیں تو انکے پھولوں کی خوشبو کو نسیم بہاری دور دور لیجاتی ہی ایسی ہی آدمی کے

نیک کاموں کی شہرت اور تاثیر دور دور تک پہنچتی ہی۔

(۵) جیسے کوئی شخص گڑھوں میں استادہ ہو وہ ایک گڑھے کے اوپر تلوار رکھے اور اُس کی دھار پر چل کر کہے کہ اب میں گڑھے سے پار جاتا ہوں لیکن وہ الٹا اس خوف سے پیچھے آئے کہ کہیں نیچے گڑھے میں نہ گر پڑے اور کنارہ پہ کھڑا لرزے۔ بس اسی طرح آدمی کو چاہیئے کہ وہ جھوٹ سے ڈرتا لرزتا کانپتا رہے تاکہ آیندہ اُس پر بچ نہ کھو بیٹھے۔

(۶) دولت تو آنی جانی چیز ہے اگر وہ جاتی رہی تو کچھ افسوس کی بات نہیں ہی لیکن اگر نیکی جاتی رہی اور نیک چلنی بگڑ گئی تو سب کچھ جاتا رہا۔ جو لوگ دنیا میں دولت اور آسودہ حالی چاہتے ہیں اُن کو بھی راستبازی ضرور ہی کیونکہ آسودہ حالی راستبازی سے جدا نہیں ہو جاتی جیسے کہ امروشیا آسمان سے۔ جب آدمی دل نہاد نیکی پر ہوگا تو بیشک اسکی تمام آرزوئیں پوری ہو جائینگی۔ جو شخص عیش و عشرت دولت کو تلاش کرتے ہیں اول اُن کو راستبازی اختیار کرنی چاہیئے کیونکہ عشرت و دولت بھی راستبازی سے جدا نہیں ہو سکتی۔ عشرت و دولت ہی ادنیٰ درجہ کی خوشی ہی مگر اعلیٰ درجہ کی راستبازی و نیکوکاری میں اعلیٰ درجہ کی راحت ہی۔ جو لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ راستبازی و نیکوکاری کوئی چیز نہیں ہی اور نیکوکاروں پر ہنستے ہیں اُنکی راستی کو جھوٹا جانتے ہیں اُنکی یقینی کم بختی آتی ہی۔ جو آدمی گناہگاری میں ہمیشہ رہتی ہیں وہ ایک بڑی پھولی ہوئی کھال ہیں وہ اپنے مکر و دغا کی باتوں کو دانائی جانتے ہیں یہ خیال اُن کا بے بنیاد ہے۔

(۷) شریر جھوٹے دانائی کی مکتب میں تعلیم ہی نہیں پائی وہ دیانتدار آدمیوں کو ہنسی میں اڑاتے ہیں اور اُن کو احمق بھولا بھالا جانتے ہیں اُن کو دولت کے حاصل کرنے کے بُرے طریقہ میں ذرا تامل نہیں ہوتا جس طرح بن سکتا ہی روپیہ جمع کرتے ہیں اور اُس دولت کے فائدوں سے خوش ہوتے ہیں اور اُسکو پُن دان میں بڑی فیاضی سے خرچ کرتے ہیں مگر یہ پُن دان اُن کے کسی کام نہیں آئیگا۔ اُن کی لالچ تو زہر کی جڑ سے لگی ہی۔ اُس کا پھل تو تلخ ہی ہوگا۔ جو لوگ صرف دنیا کی نیکنامی کے واسطے نیک کام کرتے ہیں اور بڑے داتا بنتے ہیں برہمنوں کو خوب بھوجن کھلاتے ہیں یہ سب کام اُنکے اکارت ہیں۔ جو غریب دیانتدار اپنی نیک کمائی سے تھوڑا پھل ساگ۔ پات۔ پانی کا پیالہ خیرات کرتا ہی۔ وہ اُن دولتمندوں کی خیرات سے زیادہ ثواب پاتا ہی۔ نیک آدمی جو نیکی کو عزیز رکھتا ہے اور بنا انصافی سے بچتا ہی وہ کچھ اس سبب سے نہیں کہ اُس کو منفعت۔ شہرت۔ نیکنامی حاصل ہو۔ یا وہ کسی خوف سے ڈرتا ہو بلکہ اُس کے دل کے اندر ہی سے آواز آتی ہی کہ تو یہ کام کر اور اپنا فرض ادا کر۔ نیک کام کرنا نیک آدمیوں کو

آسان ہی مگر بد آدمیوں کو مشکل

(۸) بعض دفعہ نیک آدمی جو کسی نیک کام میں جان لڑا کر سعی اور کوشش کرتے ہیں ورنا کام رہتے ہیں اُنکی نیکی بھی بیکار نہیں جاتی آخر کو وہ کچھ نہ کچھ کام آتی ہی۔

(۹) جب دولت سی ہم اپنا اچھا کام کرسکتے ہیں اُس کے چھوڑنے سے کیا حاصل ہی نہ وہ جمع کی جانہ لذائذ جسمانی میں اڑائی جائی بلکہ خیرات میں تقسیم کی جا جو چھوڑنے سی کیا حاصل ہے۔

(۱۰) دانا کہتے ہیں کہ نیکی کی جگہ دل ہی ظاہری کاموں میں اُس کا مقام نہیں اس لئے آدمی کو چاہیے کہ وہ دل میں نہایت سرگرمی سی خلائق کی بھلائی کے خیالات رکھی۔ گو کتابیں مرشد گرو زندگی کا دستور العمل یہ سب نیکی کی طرف راہ نمائی کرتے ہیں مگر سچ یہ ہی کہ آدمی صرف آپ ہی نیکی کرتا ہی اور اس میں کوئی اور دوست آشنا مددگار نہیں ہوتا۔

(۸۷) اوروں کے ساتھ سلوک اور نیکی

جو شخص اوروں کو مہربانی سی کچھ دیتا ہی اور اُن کے لئے کام ایسی کرتا ہی جس سے وہ خوش ہوں تو وہ ہر دل عزیز ہو جاتا ہی اور اُس کے عوض میں خوش کرنے والی چیزیں پاتا ہے مگر جو شخص غرور و نخوت کے سبب اپنے مقدور کے موافق غریب بے کس کے ساتھ سلوک نہیں کرتا اور اُس کی عزت نہیں کرتا وہ ظالم مردم آزار ہی۔ جو شخص اپنے غریب دشمن پر جو اُس سے اپنی مصیبت میں پناہ مانگتا ہی اور وہ اُس پر رحم کرتا ہی وہ حقیقت میں بڑا نیک آدمی ہی۔

(۲) جو شخص بہت دولت یا حکومت پاکر یا بہت علم حاصل کرکے غرور نہیں کرتا ہی وہ عاقل ہوشمند ہی۔

(۳) جو شخص اعتدال کے ساتھ کھاتا پیتا ہی اور اپنے تمام متعلقین کی پرورش کرتا ہی بہت کام محنت کرکے اعتدال کے ساتھ کرتا ہی اپنے دشمنوں کے قصور معاف کرتا ہی ایسے خوبی پر کبھی مصیبت نہیں آتی۔ مگر جو شخص خوب کھا کھاتا ہی اور بیش قیمت کپڑے پہنتا ہے اپنے متعلقین کی خبر نہیں لیتا اور انکو کوڑی کوڑی کو ترساتا ہی وہ ظالم دل آزار ہی۔

(۴) جو شخص باوجود صاحب مقدور ہونے کے اپنے عزیز و اقارب یگانوں کو تنگ رکھتا ہے اور بیگانوں پر فراخ دستی سے بخشش کرتا ہے وہ اپنے ہونٹوں پر شہد لیتا ہے اور زہر نگلتا ہی ایسی نیکی کا بدلہ بدی ہی۔

(۵) نیک آدمیوں کی تو بڑی خوشی یہ ہوتی ہی کہ ہم اوروں کا بھلا کریں اور جب وہ اوروں کا بھلا کرتے ہیں تو

تو اُنہی کا صلہ و معاوضہ نہیں چاہتے وہ جو اور مخلوق کے ساتھ ہمدردی اور دل سوزی کے ساتھ رحم کرتا ہے
اُسکو مکت و گیان حاصل ہوتے ہیں جو نہ جٹا دھاری ہونے سے نہ بدن پر بھبوت ملنے سے نہ جوگی بننے سے جو دشمن
تمہارے بھوکا پیاسا تمہارے گھر میں آجاوے تو تو آپ پیٹ بھر کے روٹی کھلاوے درخت کو دیکھو جو اُسے
کاٹنا چاہتا ہے وہ اُسے سایہ میں بٹھاتا ہے جو خود اعمر رہا در ہیں وہ اپنے جانی دشمنوں کی بھی نیک سلوک کرتے
ہیں جو دشمن خوف کے سبب یا لڑائی میں مغلوب ہو جانے کی وجہ یا کسی اور ضعف کے سبب تیری پناہ میں آوے
تو تو اُس دشمن کے بیٹے کی طرح پرورش کر آفت زدہ دشمن کے ساتھ دوستانہ سلوک کرنا چاہئے نیک سلوک کرنے میں
خیال کرنا کہ کوئی یگانہ ہے یا بیگانہ یہ تنگ ظرفوں کا کام ہے عالی ظرف خیال نہیں سب کو اپنا یگانہ اور عزیز جانتے ہیں

(۶) جیسے تم اپنے خلاف کوئی کام نہیں کرتے ہو ایسے ہی اوروں کے مخالف کوئی کام نہ کرو اصل اخلاق یہ ہے اور
باقی اور باتیں اُس کے فروع ہیں یہاں اور قوموں کے متن متبرکہ سے نقل کئے جاتے ہیں

(۷) انکار اور قبول کرنے میں خوشی اور رنج کی حالتوں میں جو تم کو اپنے لئے پسند یا ناپسند ہو وہ تم کو غیروں کے
لئے بھی چاہئے کہ پسند یا ناپسند ہو (ہر چہ بر خود نہ پسندی بر دیگرے مپسند)

(۸) جو تم چاہتے ہو کہ دوسرا آدمی تمہارے ساتھ سلوک نہ کرے تو تم بھی وہ سلوک دوسروں کے ساتھ ہرگز نہ کرو
کہ وہ اُس کو بُرا معلوم ہوگا۔

(۹) وہ شخص زندہ رہنا نہیں چاہتا ہے جو دوسرے کے قتل کا ارادہ کرتا ہے۔

(۱۰) جو بات تم اپنے لئے چاہتے ہو وہ دوسرے کے لئے بھی چاہو اور سوچو جو بات تم کو اپنے لئے ناگوار خاطر ہو وہ
اپنے ہمسایہ کے لئے نہ چاہو اس میں کل قانون اخلاق کا شامل ہے باقی اور اخلاق کی باتیں اسکی شرح ہیں۔

(۱۱) نکوکار بھلائیوں کو یاد رکھتے ہیں جو غیر آدمی اُن کے ساتھ سلوک کرتے ہیں اُن کے احسانمند ہوتے ہیں اور جو
بُرائیاں اُن کے ساتھ کرتے ہیں وہ بھول جاتے ہیں اور اُنکے ساتھ جھگڑا فساد نہیں کرتے اور دوسروں کے ساتھ
بھلائیاں کرتے ہیں اور اُس کا معاوضہ نہیں چاہتے ÷

(۱۱) وہی نیک آدمی کامل ہے کہ جس کے ساتھ کوئی نیک سلوک کرے تو وہ ضائع نہ جانے بلکہ اُس ہی سو دفعہ زیادہ نیک
سلوک اُس کے ساتھ کریں غرض اُن کے ساتھ جو ایک نیکی کرے تو وہ اُس کے ساتھ سو نیکیاں کرتے ہیں اور برائی

بدلے برائی نہیں کرتے وہ نیک نیتی سے نیک ہی کام کیا کرتے ہیں۔

(۱۳) جو شخص پہلے کسی کے ساتھ سلوک کرے اور دوسرا آدمی احسان مند ہو کر اس کے بدلے میں بہت سے نیک سلوک کرے تو وہ پہلے شخص کی برابر فیاض نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ دوسرے شخص نے تو اپنا قرض ادا کیا ہے پہلے شخص نے بے مطلب و غرض سلوک کیا ہے۔

(۱۴) لاکھوں کتابوں میں جو فرائض لکھی گئی ہیں ان سب کا مجموعہ یہ ہے کہ اوروں کی مدد کرنے کی برابر کوئی نیکی نہیں اور اوروں کے ساتھ بدی کرنے کی برابر کوئی برائی نہیں اپنے محسنوں کے ساتھ نیک سلوک کیا تو کیا نیکی ہے نیکی یہ ہے کہ جو اپنے ساتھ برائی کریں ان کے ساتھ بھلائی کریں۔

(۱۵) نیک آدمیوں کا دل اور آدمیوں کی مصیبت دیکھ کر دکھنے لگتا ہے۔ وہ ہر جاندار کی بہتری چاہتے ہیں۔

(۱۶) انسانیت کا بڑا ثمرہ یہی ہے کہ وہ دنیا میں اپنا مال جان۔ تمام اپنے وسائل۔ تمام عقل زبان دل مخلوق کی بہبود اور آسودگی بڑھانے میں وقف کر دیں جس شخص کے رات دن گذرتے ہیں اور وہ کوئی نیک کام نہیں کرتا ہے وہ لوہار کی دھونکنی ہے جو دم لیتی ہے مگر زندہ نہیں ہے۔

(۱۷) آدمی کو چاہئے کہ کنجوسی کو فیاضی سے۔ جھوٹ کو سچ سے غصہ کو مسکینی سے مٹائے۔

(۱۸) جو شخص دشمنوں کی مدارات یوں کرتا ہے کہ وہ اسکو گالیاں بڑی سختی کے ساتھ دیتے ہیں اور یہ ان سے شیریں کلامی نرمی کے ساتھ کرتا ہے وہ اُسے مارتے ہیں۔ یہ اُن کی بار کا شکر بجا لاتا ہے تو اس سے خدا خوش ہوتا ہے۔

(۱۹) بعض حکماء کے مقولے اس کے خلاف ہیں وہ کہتے ہیں کہ جیسا کوئی شخص اپنے ساتھ سلوک کرے ویسا ہی اسکے ساتھ سلوک کرنا انصاف اور نیک کام ہے مکاروں کے فریب کا جواب مکر سے دینا چاہئے نکوکاروں کی مہربانی کا جواب مہربانی سے ہے۔

(۸۸) سائل کو محروم رکھنا نہیں چاہئے

جو سائل تمہارے دروازہ پر آئے اُسے محروم نہ جانے دو۔ یہاں تک کہ کوئی کتا اور ذات باہر آدمی آئے

تو اُسکو بھی کچھ دیدو یہ دینا اکارت نہ جائیگا۔ اُن گناہ گاروں کے بھی گناہ معاف ہوجاتے ہیں
جو سائل کو خصوصاً برہمن کو کھانا کھلا دیتے ہیں تم ناکارہ آدمیوں پر بھی مہربانی اور شفقت کرو مت
سمجھتے نہیں کہ چاند میدانوں پر بھی اپنی روشنی ڈالتا ہے۔ جو فیاض دل ہیں وہ سب جانداروں پر برابر
مہربانیاں کرتے ہیں جانتے ہیں کہ دنیا بھر میں کوئی انسان ایسا نہیں ہے جو اپنے ضعف کے سبب خطا و گناہ نہ کرتا

(۸۹) آدمی کو علم غریبوں اور جاہلوں سے بھی حاصل ہوسکتا ہے

آدمی کو چاہئے کہ محنت سے علم حاصل کرے۔ ایک دوانہ کی بڑے اور ایک بچے کی بکواس جیسے پیارے
سُنی سے سننے کو اُنکا لتی ہیں کوئی آدمی خواہ کیسا ہی کمینہ اور ذلیل ہو اُس سے بھی علم حاصل ہوسکتا ہے۔
غریبوں کے خاندان میں سے بھی ایک اچھی بیوی مل سکتی ہے۔ دشمن سے بھی آدمی نیک چلنی سیکھ سکتا ہے عورت جواہر
علم ہوکاری۔ پاک باطنی شیریں کلامی بہت سے ہنر سب جگہ حاصل ہوسکتے ہیں جب مصیبت پڑی تو برہمن
طالب العلم کو چاہئے کہ وہ رذیل قوموں کے ساتھ پڑھنے لگے۔ عورت۔ جواہر پانی کی فطرت میں کسی طرح
خرابی نہیں بچے سے نیکی کی بات سیکھ لو۔ جب آفتاب روشن نہیں ہوتا تو گھر کو چراغ سے کیا روشن نہیں کرتے۔

(خذ ما صفا ودع ما کدر۔)

(۹۰) مصاحبت

جیسے آدمیوں کی صحبت میں آدمی بیٹھتا ہے ویسا ہی ہو جاتا ہے۔ آدمی جیسا ہونا چاہتا ہے۔ ویسی ہی صحبت
ڈھونڈھتا ہے اور اُسی صحبت سے محبت رکھتا ہے جیسے کپڑے کو جس رنگ میں دیر تک رکھو ویسا ہی رنگ ہو جاتا ہے
ایسا آدمی جس صحبت میں بیٹھتا ہے اُس رنگ کا ہو جاتا ہے۔ نیک آدمیوں کی صحبت میں بیٹھنے سے نیک بُروں کی
صحبت میں چور۔ عابدوں کی صحبت میں عابد ہو جائیگا صحبت کا اثر آدمیوں میں بہت جلد ہو جاتا ہے۔ بُروں کی
ساتھ آمد و رفت رکھنے میں چلن بگڑ جاتا ہے۔ بُروں کی صحبت میں جو نیک آدمی بیٹھتے ہیں اُنکو بھی وہی سزا ملتی ہے
جو بُروں کو جیسے گیلی لکڑیاں سوکھی لکڑیوں کے ساتھ ملکر جل جاتی ہیں اسلئے تمکو شریروں کی صحبت سے بچنا چاہئے
احمق جب بڑے لوگوں کی بُری بھلی باتیں سنتا ہے تو وہ بُری باتوں کو رغبت سے انتخاب کرکے پسند کرتا ہے جیسے
سؤر نجاست ہی کو پسند کرتا ہے۔ مگر دانشمند اُن میں سے نیک باتوں کو انتخاب کرتا ہے اور بُری باتوں کو دور پھینکتا ہے

جیسے ہنس پانی میں سے دودھ کو پیتا ہے۔ انسان جو بھول کی بھول بھلیوں میں پھنستا ہی۔ اور غلطی بدی مصیبت کی چوک سی گمراہ ہوتا ہی تو اُس کا سبب فقط احمقوں کی صحبت ہی ہوتی ہی اور ایسے ہی جب وہ نیکی کی سیڑھی پر چڑھتا ہی تو اُسکا سبب دانشمندوں کی صحبت ہوتی ہی پس جو لوگ اطمینان قلب اور دل کا چین چاہتے ہیں اُن کو چاہئے کہ وہ دانشمندوں کی عمر رسیدوں خوش مزاجوں کی زاہدوں عابدوں نکوکاروں شریفوں کی صحبت میں تربیت پائیں ایسی صحبت کتابوں کے مطالعہ سے زیادہ فائدہ مند ہوگی۔

(۲) کیا وہ خوش آنکھیں ہیں جو خدا پرستوں کو دیکھتی ہیں۔ کیا وہ کان نیک ہیں جو فائدہ مند پند سُنتے ہیں کیا مبارک وہ ہونٹھ ہیں جو نیک اعمالوں کی نیکیاں بیان کرتے ہیں کیسی وہ لوگ سعادت مند ہیں کہ مقدس متبرک بزرگوں کے طریقوں کو دیکھتی ہیں اور اُن پہ چلتے ہیں اور قیام کرتے ہیں برخلاف اسکے کیا وہ کم بخت آنکھیں ہیں جو شریروں پر نظر التفات رکھتی ہیں کیا وہ ناپاک کان ہیں کہ بُری باتیں سُنتی ہیں کیا وہ غلیظ زبان ہے کہ برائیاں بیان کرتی ہی۔ کیا وہ کم بخت بدنصیب آدمی ہیں کہ شریروں کے ساتھ رہتے ہیں اور انکے طریقوں پر چلتی ہیں

(۹۱) زبان کا سدانا۔

بولنے سے زبان کو باز رکھنا بھی دشوار ہی اور ایسا بولنا بھی مشکل ہے کہ جو بات کہی وہ سچی اور فائدہ مند ہو کہ لوگوں کے دلوں پر وہ اثر کرے جس سے وہ اُسکے گرویدہ ہوجائیں

(۹۲) سوروں کے آگے موتی بکھیرنے یعنی اچھی نصیحت بیوقوفوں کو کرنی نہیں چاہئے

جو نادانوں کو دانا بنانا چاہتے ہیں وہ مجھس اڑاتے ہیں اور جو نااہل نکموں میں اپنی محنت و جانفشانی سی لیاقت پیدا کرنی چاہتے ہیں وہ آسمان میں ہل چلاتے ہیں اور اُن کی بھی ہوا کو پانی سے نہلاتے ہیں دریا کی لہروں پر تصویر بناتے ہیں جو نااہل بے حیا ایسے ہیں کہ انکو بری بھلی نصیحت کی سمجھ نہیں اُن کا ناصح بننا گو تیتر کا سریلی آوازوں کا بھروں کو سنانا ہے۔ یہاں سے اور تو مونکی مقولی ہیں جو ٹھٹھا ہنسی کرنیوالوں کو تنبیہ کرتا ہی اپنی لئے ذلت حاصل کرتا ہی اور جو شریر آدمیوں کو ڈانٹتا ہی وہ اپنی نئیں داغ لگاتا ہے ٹھٹھے بازوں کو تنبیہ کر کہیں وہ تیری سی کینہ نہ رکھنی لگیں دانشمند کو تنبیہ کر وہ تجھے پیار کرنے لگے۔ ٹھٹھے باز آدمی بھلا اُس کو کب عزیز رکھتی ہیں جو انھیں تنبیہ کرتا ہی وہ دانشمندوں کی مجلس میں ہرگز قدم نہیں رکھتے ٹھٹھے باز آدمی عقل کی تلاش کرتا ہی اور نہیں پاتا۔ مگر اہل فہم کو

معرفت آسانی سے حاصل ہوتی ہے۔

اگر احمق کو دلے ہوئے گیہوں کے ساتھ اوکھلی میں ڈال کر موسل سے کوٹے تو بھی اُس کی حماقت نہیں جاویگی۔

جن لوگوں کو بدی کرنے کی عادت ہو جاتی ہے اُن کو نیکی کرنا جب ہی سکھا سکتے ہو کہ حبشی اپنی کھال کو اور تیندوا اپنے داغوں کو بدل لے۔

ایک چیز کتّے کو مت دو۔ اور اپنے موتی سؤروں کے آگے نہ پھیکو ایسا نہ ہو کہ وے اُنھیں پامال کریں۔ اور مُڑ کر تمہیں تو ڑیں۔ اگر ناپاک آدمی اول اور دوم دفعہ سمجھانے کے بعد بھی ملحد ہے تو اُسے چھوڑ دو۔ جان لو کہ اُس کی سمجھ اُلٹی ہو گئی ہے۔ وہ کتّے کی طرح اپنی قے کو پھر چاٹیگا اور سور نہلانے کے بعد بھی نجاست ہی پر جائیگا۔

(۹۳) علم حاصل کرنیکے واسطے اہلیت بھی ضرور ہے۔

کودن آدمی یہ نہیں کہہ سکتے کہ کونسا کام صحیح ہے اور کونسا غلط جنکی سمجھ بچّوں کی سی ہے وہ عمر میں بڑے ہونے سے عقل میں پختہ نہ ہوگا۔ جو فہم نہیں رکھتا۔ اگر وہ پڑھنا سیکھ بھی جاے تو کتاب کے مطلب و معنی پر نہیں پہنچیگا اور سو برس اگر مورکھ ہوگا وہ پنڈتوں کی سیوا خواہ کتنی ہی کرے اسکو علم کا مزہ نہیں آئیگا جیسے کہ ڈوئی کو کھانے کا مزہ نہیں آتا۔ مگر جو صاحب فہم و ادراک تھوڑی دیر بھی پنڈتوں کی صحبت میں بیٹھے گا وہ علم کا مزہ ایسا چکھے گا جیسا کہ زبان کھانے کے ذائقہ کو چکھتی ہے اور میٹھے کڑوے کو پہچانتی ہے۔

(۹۴) جراحت لسان۔

بھالے سے جو زخم دشمن لگاتا ہے وہ کچھ مدت میں اچھا ہو جاتا ہے۔ درخت کو جو جنگلی کی کلہاڑی کاٹتی چھانٹتی ہے۔ اُسکی شاخیں ورپتے پھر نکل کر ہرا بھرا اُسکو کر دیتے ہیں مگر جو زبان کے قاتل زہریلے لفظ دل میں زخم لگاتے ہیں وہ کبھی اچھے نہیں ہوتے۔ تیر کیسے ہی جسم میں لگیں اُن کے زخموں کو جرّاح تیر نکال کر حکمت سے اچھا کر سکتا ہے۔ مگر الفاظ کے تیروں کو کوئی نہیں نکال سکتا کیونکہ وہ تو دل کے اندر کلیجہ میں جا کر لگے ہیں جنکے یہ تیر لگتے ہیں وہ ایسے جان کے پار جاتے ہیں کہ مجروح کو ہمیشہ رنج و غم ہی میں رکھتے ہیں۔ نیک عقلمند کو چاہئے کہ وہ کبھی یہ تیر جنکا زخم اچھا نہیں ہوتا نہ چھوڑے۔ وہ شخص بدنصیب ہے جسکا کلام ایسا تیز ہو کہ وہ لوگوں کے دلوں کو تیر کی طرح چھیدے اُس کے ہونٹوں پر موت کی دیبی بیٹھی رہتی ہے بیبت سے آہ ہونگی

باتیں چکنی چپڑی تیل سے زیادہ نرم ہوتی ہیں۔ مگر وہ ننگی تلواریں ہوتی ہیں ان کی زبان تیز تلوار ہوتی ہی ✣

(۹۵) تنبیہ و نصیحت سے بے پروا ہونا۔

جو خود پسند و خود رای ایسا ہے جو اپنے ہوا خواہ نیک دوستوں کی نصیحت تنبیہ کو نہیں مانتا وہ اپنے دشمنوں کا دل خوش کرتا ہی۔ یہ بڑی بدنصیبی کی نشانی ہے کہ جو یار غمخوار نیک راہ بتائیں اُس سے کوئی انحراف کری۔ جو دوست کی نصیحت گو وہ تلخ ہوتی ہی نہیں سنتا ہی وہ مصیبت میں پڑتا ہی اور آخر کو افسوس کرتا ہی کہ میں نے اسکو کیوں نہ مانا۔

(۹۶) دوستی۔

عقلمندوں کا قول ہی کہ جو دوست پریشان حال و مصیبت زدہ کی دستگیری میں کوشش نہیں کرتا۔ اور اسکو تسلی و تشفی اپنے مقدور کے موافق نہیں دیتا وہ بڑا سنگدل بیرحم ظالم ہی۔ اگر کوئی شخص اپنے دوست کو ایک مُجھے کام سے کہنے میں اسکے بال بھی بکھیر کر گھسیٹ لے تو بھی کوئی اُس کو بُرا نہ کہیگا۔ کیونکہ وہ اُس کی بھلائی سب طرح سے اپنے مقدور کے موافق چاہتا ہی۔ لوگ کہتے ہیں کہ دوست کی عمدہ نشانی یہ ہے کہ وہ دوست کی ثروت اور امارت کو کبھی کافی نہ سمجھے۔ اُس کا بڑھنا ہمیشہ چاہے اور اُس کو اپنا افتخار جانے کچھ رشک و حسد نہ کری اور اُس کے گھٹنے سے کڑھے جو شخص تمہاری ساتھ خوشی و رنج میں شریک حال ہو اور وہ تمہاری رنج کو اپنی تکلیف جانے اور تمہاری رنجوں کو دور کرے۔ تمہاری غلطیوں کو درست کری تو ایسے دوست پر تم ایسا اعتبار کرو جیسے کہ اپنے باپ پر یا بھائی پر۔ ثابت جُڑی ہوئی چیزوں کا الگ کرنا مشکل ہی اور ٹوٹی ہوئی چیزوں کا جوڑنا دشوار ہے بس دوستی محکم جب شکستہ ہو جاتی ہی۔ اور وہ پھر جوڑی جاتی ہی تو اُس میں محبت سے جو وابستگی تھی وہ نہیں رہتی ✣

(۹۷) نیک نصیحت کرنا ✣

ایسے آدمی بہت آسانی سے ملجاتے ہیں کہ وہ باتیں ایسی کہیں جو لوگوں کی پسند خاطر ہوں بادشاہوں کے درباروں میں ایسے بھولے درباری بہت ہوتے ہیں

شعر

اگر شہ روز را گوید شب ہست این ✣ بباید گفت اینک ماہ و پروین

مگر ایسے کہنے والے کہ جن کی باتیں ناگوار خاطر ہوں مگر آخر کو فائدہ مند ہوں مشکل سے ملتے ہیں اور اُن کے
سننے والے اس سے بھی زیادہ دشواری سے دستیاب ہوتے ہیں جو نیک صفات اپنے فرض کو سمجھتے
ہیں وہ یہ نہیں خیال کرتے ہیں کہ ہماری باتیں لوگوں کو ناگوار ہونگی یا گوارا وہ ایسی باتیں کہتے ہیں کہ ابتدا میں
تلخ اور ناگوار معلوم ہوتی ہیں مگر مآل کار اُن کا اچھا ہوتا ہے۔ بادشاہوں کو چاہیئے کہ وہ انھیں آدمیوں کو
دوست بنائیں جو تلخ بولتے ہیں اور کانوں کو صدمہ اور دل کو آزار پہنچاتے ہیں اور اُن آدمیوں سے
دور بھاگیں جو بالفعل اپنی میٹھی باتوں سے دل خوش کر دیتے ہیں اور مآل کار میں انکا زہر چکھنا پڑتا ہے
آدمی پر فرض ہے کہ وہ باتیں کہے جو سچی ہوں اور لوگوں کو پسند خاطر بھی ہوں۔ مگر ایسی باتیں نہ کہے کہ
لوگوں پر ناگوار گذریں گو وہ سچ ہی کیوں نہ ہوں اور نہ ایسی باتیں کہے کہ وہ دل پسند ہوں مگر جھوٹی
ہوں بس یہی قانون گفتگو ہے۔

(۹۸) تعریف و ہجو کرنا۔

جو آدمی تمہارے منہ پر تمہاری خوبیوں کی تعریف کرتے ہیں اور پیٹھ پیچھے برائیاں اُن کا
حال اُس کتے کا سا ہے کہ جو سامنے مقابلہ کرنے سے ڈرے اور پیچھے جا کر کاٹ کھائے۔ جو ناحق شناس تمہاری
مدح و ذم کریں اُن کو ایسا سمجھو کہ جنگل میں سیانے کوّے کائیں کائیں کا غل مچا رہے ہیں جو خراب آدمی علی الاعلان
لوگوں میں برا کہتے ہیں اور بہتر سمجھتے ہیں وہ اپنی خطائیں اسی طرح ظاہر کرتے ہیں جیسے کہ سانپ اپنے پھن کو نکالتا
ہے جو شخص ایسے بُرے آدمی سے جو اپنا مقتضاء طبع دکھا رہا ہے عوض لینے کا ارادہ کرے وہ احمق گدھا ہے کہ
جو میل کچیل میں پڑے رہنے کو پسند کرتا ہے۔

(۹۹) عاقبت اندیشی و ناعاقبت اندیشی

(۱) جو ہوشیار دل اور بیدار مغز ہوتے ہیں وہ تمام واقعات کے رخ اُلٹ پلٹ کر دیکھتے رہتے ہیں
اُن پر جو سخت بلائیں آنے والی ہوتی ہیں اُن کے دفع کرنے کے لئے وہ پہلے سے بہادرانہ آمادہ ہوتے
ہیں جب اُن پر مصائب کا ہجوم حملہ آور ہوتا ہے تو وہ متحیر اور مضطر نہیں ہوتے گو ان مصائب سے مغلوب

ہو جائیں مگر وہ اُن کے صدموں سے ایسے ضعیف نہیں ہو جاتے کہ پھر اُن سے مقابلہ کرنے کے لئے اُٹھ نہ سکیں کبھی وہ مایوس ہو کر بیدل نہیں ہوتے۔ وہ اُن کے دفع کرنے کا ارادہ کرتے ہیں آیندہ امید بہبود رکھتے ہیں مگر ناعاقبت اندیش یہ نہیں جانتے کہ ہماری سر پر بلا سوار ہے تو ہم کو اُس کے علاج کی تیاری کرنی چاہیے۔ بلکہ جب بلا میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور وہ اُن کو ستاتی ہے اور گھیر لیتی ہے اُس وقت جانتے ہیں کہ مصیبت سے بالکل تباہ اور خراب خستہ ہو گئے! کوئی چارہ نہیں اور آیندہ بہبود کی امید نہیں

(۲) عاقبت اندیش پہلے سے یہ سوچ لیتا ہے کہ اگر میں یہ کام کرونگا تو کیا میرے آگے پیش آئیگا۔ اور اگر نہ کرونگا تو مجھے کیا امید کرنی چاہیے۔ جب ان دونوں پہلوؤں کو خوب سوچ لیتا ہے اور اُن کی نفع و نقصان کی اچھی طرح جانچ کر لیتا ہے تو وہ ایک پہلو کو اختیار کرتا ہے۔

(۱۰۰) کامیابی

کامیابی کے لئے ضرور ہے کہ جو اتفاقات پیش آنے والے ہیں اُنکے واسطے دور اندیشی کی جاوے۔ اور جو کچھ پیش آئے اُس کا تیزی اور پھرتی سے مقابلہ کیا جاوے اگر اس میں غلطی اور ڈھیل اور سستی ہو گی تو ناکامیابی رہیگی۔ کامیابی کے واسطے حزم اور ہمت کی ضرورت ہے۔ جو شخص نقصان اور زیان کا مقابلہ بہادرانہ نہیں کرتا وہ کبھی فائدہ نہیں اُٹھاتا۔ مگر جو شخص مقابلہ کرتے ہیں اور زندہ بھی رہتے ہیں تو وہ فائدہ اُٹھاتے ہیں۔

کامیابی کے لئے ضرور ہے کہ انسان کو اپنی عقل اور سمجھ پر بھروسہ ہو۔ آدمی کو چاہیے کہ وہ کبھی اپنی تئیں ذلیل و حقیر نہ جانے۔ کیونکہ جو شخص اپنے تئیں ایسا جانتا ہے اُسکو کوئی کامیابی اعلیٰ درجہ کی نہیں حاصل ہو گی۔ اے میری جان اگر تم کسی کام میں اوّل اپنی سعی کے اندر ناکام رہو تو یہ نہ سمجھو کہ ہم نالائق ہیں دُنیا میں بہت سی چیزیں موجود نہیں ہوتیں وہ موجود ہو جاتی ہیں اور جو موجود ہوتی ہیں وہ معدوم ہو جاتی ہیں اس لئے آدمی کو چاہیے کہ وہ اپنی کامرانی کے لئے تا دم مرگ کوشش کئے جاوے اور کبھی اپنی ناکامی سے مایوس نہ ہو! اور نہ یہ سمجھے کہ جس بات کو میں حاصل کرنا چاہتا ہوں وہ نہیں حاصل ہو گی (اس کے متضاد بعض عاقلوں کی یہ رائے ہے کہ جو شخص اپنے تئیں کافی سمجھتا ہے وہ نیک اور

اچھا آدمی نہیں ہوتا جو آدمی اپنے تئیں ناقص حقیر جانتا ہی وہی محنت و کوشش کرتا ہی اور کامل ہوتا ہی

(۱۰۱) نڈر ہونا

جو سچے بہادر ہیں وہ سخت سی سخت آفتوں اور بلاؤں کے اندر پھنسنے کو کچھ نہیں سمجھتے۔ نہ کالی بلاؤں کے منہ میں بھی کود ہی پڑتے ہیں نہ جنگلوں کی وحشت ناکی ان کو ڈراتی ہی۔ نہ وحشی جانوروں کی آوازیں وحشتناک ان کو خوف دلاتی ہیں نہ کوئی ہلچل نہ میدان جنگ میں ننگی تلواروں کا چمکنا تیروں کا اولوں کی طرح برسنا ان کے دل میں خوف و ہراس پیدا کرتا ہے نہ بدن کو لرزاتا ہے +

(۱۰۲) تاخیر

انسان کو چاہئے کہ وہ اپنے خوش حال بنانے میں نہایت مستعدی اور چستی و چالاکی سی اس وقت کوشش کرے کہ جب جسم تندرست ہو ضعیفی بہت دور ہو۔ اور طاقت خوب ہو اور عمر رسیدہ نہ ہو۔ اس سی کیا فائدہ ہے کہ جب گھر جل رہا ہو تو پانی نکالنے کے لئے کنواں کھودا جائے۔ اور جب دریا کا پانی چڑھ کر نکل جائے تو بند باندھا جائے۔ تاخیر اور ٹالم ٹولا کرنے کی عادت نہ کرو۔ جب کسی کام کرنے کا موقع آئے اور وہ اس وقت نہ کیا جائے تو مشکل ہی کہ وہ پھر ہاتھ آئے۔ آدمی کو چاہئے کہ وہ پہلے ہی موقع پر اپنے کام کو حتی الوسع کوشش سے کرے۔ تا کہ پھر اس کو افسوس نہ آئے کہ موقع ہاتھ سی جاتا رہا +

(۱۰۳) غم کا بہتر علاج

انسان کے رنج و غم میں مبتلا ہونے کی بیماریوں کا علاج نہ شجاعت سی نہ دوستوں کی جماعت سے ایسا ہو سکتا ہے جیسا کہ اپنے نفس کو بس میں کرنے سے اور نفس کا انسان کے بس میں کر دینا علم کا کام ہی۔ یہ علم ہی ہی جو قدر رکھتا ہے کہ وہ امراض جسمانی کا علاج دواؤں سے کر دیتا ہی اور روحانی امراض کا درمان دانش و حکمت سی۔ آدمی کو چاہئے کہ اپنے تئیں بچہ نہ بنا ہی کہ ان دونو مرض سی اذیت پائے

(۱۰۴) عاقلوں کی نشانیاں

کوئی دن ایسا نہیں گذرتا کہ سیکڑوں خوف اور ہزاروں غم بیوقوفوں کو تکلیف نہیں دیتے مگر عاقل ان سے ایذا نہیں پاتے اور نہ مصائب اور آفات سے مغلوب ہوتے ہیں وہ آدمی عاقل ہیں جو اپنی تیز

حاصل کرنے کا قصد نہیں کرتے جو حاصل نہ ہوسکے نہ وہ اس چیز کا غم کرتے ہیں جو کھوئی جائے +

(۱۰۵) ظاہری حالت پر ہمیشہ اعتبار کرنا نہیں چاہیے۔

آسمان محدود معلوم ہوتا ہے۔ کرم شب تاب (جگنو) میں آگ نظر آتی ہی۔ مگر نہ آسمان محدود ہے نہ جگنو میں آگ ہی۔ بس ایسی بہت سی چیزوں کی ظاہری حالت ہماری حواسوں کو دہوکا دیتی ہے۔ اس لیے ہمکو چاہیے کہ ان دہوکوں کی خوب تحقیق کرکے کسی بات کو سچ جانیں اُس سے ہم دہوکے میں نہیں پڑینگے۔ اور تکلیف نہیں اُٹھائیں گے۔

(۱۰۶) قناعت

طامع طمع سے کیا فائدہ حاصل کرتا ہی اُسکی کوئی حد نہیں جس پر وہ پہنچ سکے قانع قناعت سے اعلیٰ درجہ کی سعادت اٹھاتا ہی۔ جو شخص علم کی راہ میں ثابت قدم ہی وہ طمع کرکے واویلا نہیں مچاتا ہے۔ بلکہ وہ بڑی سعادت مسرت جاودانی میں رہتا ہی۔ طامع خواہ کیسا ہی دولت مند ہوجاے مگر وہ اُسکی افزائش سے باز نہیں رہتا مگر عاقل قانع ہوتا ہے۔ بہت سے آدمی ایسے ہوتے ہیں کہ جو کچھ اُن پاس ہوتا ہی اُس کو حقیر جانتے ہیں اور اُس سے اُسکے سوا حاصل کرنے کی تمنا کرتے ہیں جاڑے میں موسم گرما کی گرمی چاہتے ہیں اور گرمی میں جاڑے کی برف بعض اپنی پیدائش ہی کے ساتھ بہت سے عیش و عشرت کے سامان رکھتے ہیں بعض بہت سی مصیبت کا مگر کامل خوشی دنیا میں کسی کو نہیں حاصل ہی جب دولتمند ہوجاتے ہیں تو بادشاہ بننا چاہتے ہیں جب بادشاہ ہوجاتے ہیں تو دیوتا بننا چاہتے ہیں جب دیوتا ہوجاتے ہیں تو اندر ہونے کی آرزو کرتے ہیں غرض کوئی حالت ایسی نہیں جس پر بس کریں آرزو پر آرزو اور ہوس پر ہوس کرتے جاتے ہیں قناعت نہیں کرتے جیسے آگ اُس پر گھی کے ڈالنے سے اور زیادہ بھڑکتی جاتی ہی ایسے ہی طامع کی طمع آرزوؤں کے پورا ہونے سے اور زیادہ ہوتی جاتی ہی۔ زمین اور اُن کے جواہر۔ سونا۔ مویشی۔ عورتیں۔ یہ سب کچھ طامع کو ملجائیں تو بھی وہ سیر نہیں ہوتا طمع ایسی بیماری ہی کہ احمق کو تا دم مرگ لگی رہتی ہے وہ ضعیف ہوجاتا ہے۔ مگر یہ ضعیف نہیں ہوتی بلکہ اور قوی زیادہ ہوجاتی ہی طمع پر لعنت بھیجو تاکہ قناعت سے برکت سعادت حاصل ہو +

(۱۰۷) دولت کی بُرائی قناعت کی تعریف

جیسے نیستان میں آگ اُسی سے نکل کر اُسی کو جلا کر بھسم کر دیتی ہے۔ ایسے ہی احمق اپنے دل کی طمع و حرص کی آگ کے بھڑکنے سے جل جاتا ہے دولت مندوں کے پیچھے حاکم۔ آگ۔ پانی۔ چور۔ دل۔ رشتہ داروں کا خوف ایسا لگا رہتا ہے جیسے کہ جانداروں کے پیچھے موت کا۔ اِن میں سے ہر ایک اُس کی دولت چھیننی چاہتا ہے۔ دولت مند کو شکار کرنے کے لئے ہر جگہ لوگ ایسے پھرتے ہیں جیسے گوشت کے پران میں پرندے۔ زمین پر درندے پانی میں مچھلیاں بعض آدمیوں کو دولت کا جمع کرنا مضر ہوتا ہے جو اُس کے حاصل کرنے میں فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں وہ نہیں اٹھا سکتے افزائش دولت حماقت اور طمع۔ کنجوسی۔ غرور۔ خوف بڑھاتی ہے۔ عاقلوں کے نزدیک دولت انسان کے غم و فکر و تردد کو بڑھاتی ہے۔ دولت کے حاصل کرنے میں اُس کی حفاظت کرنے میں اُسکے گھٹنے دینے میں انسان کو بڑی جانفشانی کرنی پڑتی ہے۔ وہ دولت کی خاطر اوروں کو مار ڈالتے ہیں احمق طامع ہوتے ہیں عاقل قانع ہوتے ہیں۔ طمع کی کوئی حد مقرر نہیں اس لئے عقلا کے نزدیک قناعت کی برابر کوئی اعلیٰ درجہ کی راحت نہیں جوانی۔ خوبصورتی۔ زندگی۔ جواہر کا خزانہ۔ شاہانہ حکومت احباب اعزا کی صحبت سب چند روزہ ہیں۔ اسلئے عاقل شوق سے اُنکے ساتھ دل بستگی نہیں پیدا کرتا۔ جو شخص دولت کو نیک کاموں کے واسطے حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ بہتر ہے کہ وہ اُس کو ایسے کاموں کے لئے بھی نہ حاصل کریں اسلئے کہ یہ بہتر ہے کہ گرد کے پاس نہ جائیں بہ نسبت اُس کے کہ گرد آلودہ ہو کر گرد کو دھوئیں

(۱۰۸) دولت کی تعریف۔

آدمی جو محنت و تکلیف اٹھا کر دولت جمع کرتا ہے تو اُس کو اپنی کارروائی کے اسباب حاصل ہوتے ہیں دولت سے آدمی نیک کاموں کے چشمے ایسے جاری کرتا ہے جیسے پہاڑ سے چشمے جاری ہوتے ہیں۔ جب دولت نہیں ہوتی تو ساری کام ٹھہر جاتے ہیں جیسے کہ تالاب قحط باراں میں سوکھ جاتے ہیں دین دنیا دونوں کے کام دولت سے چلتے ہیں یہ دولت مندوں ہی کا کام ہے کہ وہ نیک کاموں کے واسطے زر کو ہاتھ سے دیتے ہیں دولتمند کے پاس دوستوں کا لشکر ہوتا ہے۔ خوشامدیوں کا ایک گروہ اُس کے آگے سر جھکاتا ہے رشتہ داروں کو اپنے رشتہ کا اُسکے ساتھ فخر ہوتا ہے۔ خدمتگاروں کی طرح اُس کی خدمت کرتے ہیں اُس کا نام ہمیشہ تعظیم سے لیتے ہیں

اُسکو امیر۔ عالم۔ عاقل کہتے ہیں اُسکی بات بات کو حکمت کا مقولہ بتاتے ہیں۔ جو آدمی دولت کی گود میں پلتے ہیں وہ غریب آدمیوں کو پھوک جانتے ہیں مفلس اور باجی کو برابر سمجھتے ہیں گناہ گار اور غریب دونوں ایک سے غمگین رہتے ہیں مفلس کو لوگ حقارت سے دیکھتے ہیں خواہ وہ کیسا ہی شریف خاندان کا ہو تو بھی اُسے کمینہ باجی جانتے ہیں غرض دنیا میں مفلس کو سختی اُٹھانی پڑتی ہی۔ وہ ناخوش رہتا ہی۔ وہ عبادت بھی نہیں کر سکتا جس سے اُسکی رستگاری عقبی میں ہو آدمی کی زندگی بغیر دولت کے بے لطف ہے مفلس آدمی اپنے مطلب کے حاصل کرنے میں سخت کوشش کرتا ہی تو بھی وہ کامیاب نہیں ہوتا۔ دولت دولت کو پکڑ کر ایسی اپنے پاس لے آتی ہی جیسے ہاتھی ہاتھی کو پکڑ لاتے ہیں خوشی نیکی۔ صبر۔ غصہ۔ علم۔ غرور۔ یہ سب چیزیں دولت سے پیدا ہوتی ہیں دولت سے دولت پیدا ہوتی ہی۔ دولت سے آدمی اشراف بن جاتا ہے نیکی زیادہ ہو جاتی ہی۔ وہ بے چارہ بیکس جسکے پاس نہ گھوڑے ہیں نہ مویشی نہ نوکر نہ جسکے دسترخوان پر کھانیوالے وہ اصل میں حقیر و لاغر ہے نہ وہ جسکا بدن دُبلا ہی۔

(۲) جو باپ دادا کی دولت ورثہ ترکہ میں ملتی ہے اُسکو بیدردی سے فضول خرچ کر ڈالتے ہیں مگر جو اپنی کمائی کی دولت ہوتی ہے اُسکو مفت نہیں کھوتے اس لیئے کہ اُسکے جمع کرنے میں بڑی محنت و مشقت اُٹھانی پڑتی ہی وہ بہت عزیز ہوتی ہی۔

(۱۰۹) دولت سی اکثر نقصان ہوتے ہیں

میں نے حکومت شاہانہ اور افلاس گدایانہ کا آپس میں خوب مقابلہ کیا ہے۔ اور اُن کو باہم تولا ہے تو تحقیق ہوا کہ افلاس کی خوبیوں کو شاہانہ حکومت پر ترجیح ہے۔ اُن دونو حالتوں میں بڑا فرق یہ ہی کہ دولتمند آدمی ہمیشہ فکر و تردد میں ایسا رہتا ہے جیسے کہ کوئی موت کے مُنہ میں بیٹھا ہوا ڈرتا ہی۔ مگر جب دولت کو چھوڑ بیٹھتا ہی تو وہ آزاد ہو جاتا ہی نہ اُس کو کوئی خواہش ہوتی ہی۔ نہ آگ نہ کوئی اور آفت، نہ موت۔ نہ چوروں کا خوف اُس پر غلبہ کرتے ہیں۔ دیوتا بھی ایسی آدمی کی تعریف کرتے ہیں کہ جہاں وہ چاہتا ہے پڑا پھرتا ہے۔ بچھونے بغیر سو رہتا ہی اور اپنے بازوؤں کو تکیہ بنا لیتا ہی۔ اُس پر سر رکھکر آرام سے خواب کرتا ہے دولتمند آدمی کو غصہ ہوتا ہے۔ حرص کرتا ہے۔ دل میں نیکیوں پر جھاڑو دیتا ہی۔ لوگوں کو ٹیڑھی

لگا ہو سے دیکھتا ہے چہرہ افسردہ رہتا ہے شرارت کرتا ہے چین بجبیں رہتا ہی۔ ہونٹوں کو کاٹتا ہی۔
تند مزاج رہتا ہی۔ نا ملائم الفاظ بولتا ہی۔ اگر ساری زمین وہ کسی کو عطا کرے تو کوئی اس پاس نہیں جاتا ہی
دولت کا برابر پاس رہنا اُس کی سمجھ کو ایسا پراگندہ کردیتا ہے جیسے کہ خزاں کی ابر کو ہوا پریشان کرتی
ہی۔ دولت اور حماقت کا غرور اُسکے دماغ میں سما جاتا ہے وہ یہ خیال کرتا ہی کہ میں شریف زادہ ہوں
میں ایک عاقل ہوں غرض میں آدمی سے بڑھ کر ہوں ان باتوں کے خیال سے فہم و عقل بگڑ جاتی ہی وہ
شخص عیش و عشرت میں ڈوبتا ہے کہ جو دولت کا سرمایہ ورثہ ترکہ میں باپ سے ہاتھ لگا تھا اُسکو خرچ کر ڈالتا
مفلس ہو جاتا ہے پھر وہ اوروں کی دولت کی تاک لگا کے مارنے کو اچھا سمجھتا ہے جب وہ یہ بدمعاشی شروع
کرتا ہی تو حاکم اُسکو وطن سے ایسا نکال دیتا ہے جیسا کہ ہرن کو شکاری اپنے منتروں سے۔ جبتک سب
چیزوں کو آدمی نہ چھوڑے خوش نہیں رہ سکتا۔ نہ سعادت عقبی اُسکو حاصل ہو سکتی ہی۔ نہ وہ بےخوف ہو سکتا
ہی۔ ایسے لوگ بڑے بزرگ ہوتے ہیں دولتمند جو دولت کے نشہ میں مست نہ ہو۔ جو جوان اپنی جوانی کا
گھمنڈ نہ رکھتا ہو۔ جو حاکم آرام طلب و بےخبر نہ ہو۔

(۱۱۰) دولت حاصل کرنیکے لئے آدمی سب سختیاں اُٹھاتا ہی۔

کوئی تکلیف اور محنت ایسی نہیں ہے جو انسان دولت حاصل کرنے کے لئے نہ برداشت کرے وہ اس
لئے کوئی اپنی سعی اور کوشش کا دقیقہ اُٹھا نہیں رکھتا۔ دشمنوں کی ننگی تلواروں کے سامنے بہادرانہ جاتا ہے
سمندروں کی لہروں کے نیچے غوطہ زنی کرتا ہے سونے کی کان کی تلاش میں اپنی جان کو ہتھیلی پر رکھ لئے پھرتا ہی

(۱۱۱) اپنی خودستائی اور اوروں کی عیب جوئی

آدمی یہ نہ سمجھے کہ میں جو اوروں کی عیب جوئی کروں گا تو میری خوبیوں کی بزرگی اُس سے ظاہر ہوگی
بلکہ اُسکی اپنی ذات میں ایسی خوبیاں اور نیکیاں پیدا کرنی چاہیے جس سے وہ اوروں سے زیادہ بزرگ
حقیقت میں ہو جائے۔ جو بے ہنر لیاقت سے خالی ہوتے ہیں وہ اپنے تئیں بڑا سمجھتے ہیں وہ اپنے نالائق ہونے
کے سبب سے اوروں کی برائیاں چھانٹتے ہیں اور عیب اور بدیاں کرتے ہیں جب اُن کو نصیحت کرو کہ تم اپنی
بُری عادت کو چھوڑو تو وہ اور اینٹھتے ہیں اور اور زیادہ تر اپنے تئیں اور آدمیوں سے برتر جانتے ہیں

جو عاقل و نیک کردار ہیں اُنکی شہرت و ناموری بغیر اُسکے ہو جاتی ہے کہ وہ کسی اور خطا کو اعلان کریں وہ اپنی ستائش کی فرمائش کسی پر نہیں کرتے ہیں گو وہ خود نہیں بولتے مگر اُن کی عقل و دانش کی خوشبو دور دور ایسی پھیلتی ہے جیسے کہ آفتاب کی دوپہر کی روشنی آسمان میں بغیر کسی تعبیری بجلی کے دنیا میں ایسے آدمی ہیں کہ وہ اپنی تعریف میں زبان نہیں ہلاتے مگر اُن کی چمک دمک پھیلی ہوئی ہوتی ہے جو شخص عقل سے خارج ہے وہ کچھ خودستائی سے فروغ نہیں پا سکتا۔ جو عاقل علم رکھتا ہے خواہ وہ ایک گڑھے میں کیوں نہ بیٹھا ہو اُسکو دنیا میں فروغ ہوتا ہے۔ خواہ وہ کیسا ہی اپنی تئیں چھپائے مگر چھپتا نہیں۔ بُری بات خواہ کیسی ہی دھوم دھام سے مشتہر کیجائے وہ پھر نہیں سُنائی دیتی۔ مگر عمدہ بات خواہ کیسی ہی باریک آواز سے کہی جائے وہ بہت جگہ سُنائی دیتی ہے اور وقعت حاصل کرلیتی ہے۔ جو مغرور احمق ہنر سے خالی ہوتے ہیں وہ بہت بکواس کرکے اپنی لیاقت کو بالکل دکھاتے ہیں جیسے آفتاب اپنی کرنوں کی آتش مزاجی آگے روشن ہوتی ہے تو وہ کچھ غل نہیں مچاتی آفتاب جب چاپ چپکیتا ہے زمین خاموش تمام بے جان اور جانداروں کا بوجھ اُٹھاتی ہے۔ اس طرح نیک آدمیوں کو چاہیئے کہ وہ اپنی نیکیاں چپ چاپ ظاہر کریں یہ بات تو ملکشوں کے لیے بھی مشکل نہیں ہے کہ وہ اپنی نیک نیتی زبان سے بیان کریں مگر مشکل تو یہ ہے کہ نیک نیتی کے موافق کام کریں سو یہ کرنا بڑے عاقلوں پرہیزگاروں کا کام ہے۔

(۲) آدمی اوروں کے عیب بہت دیکھتا ہے اور خوبیاں تھوڑی۔ مجھے اس میں شبہ ہے کہ دنیا میں کوئی ایک آدمی بھی ایسا ہے کہ اپنے عیب دیکھتا ہے۔

(۱) سقراط کا قول ہے نیک آدمیوں کی شہرت کسی اور طرح سے سوا اُسکے نہیں ہو سکتی کہ جیسا وہ نیک مشہور ہونا چاہتے ہیں ویسا اپنے تئیں کرکے دکھاویں۔

(۲) جو شخص اپنے تئیں نیک بنانا چاہتے ہیں وہ کوئی اُس کا نشان اور علم نہیں بناتے اور پیشانی پر نشانہ نہیں لگاتے بلکہ دراصل وہ نیک ہو جاتے ہیں اس لیئے نیک نظر آتے ہیں۔

(۳) جو نیک ناموں کے بدنام کرنے والے ہیں وہ نیکوں کی نیکیاں بیان کرتی اور انکا سیکھنا پسند

نہیں سکتے۔ مگر اُن کی بُرائیاں بیان کرنی اور سُننی ہی اُن کو دونوں پسند ہیں۔

(۴) بُرے آدمی اوروں کی بُرائیاں سُنکر بڑی خوش ہوتے ہیں اور نیکیاں سُنکر ملول۔

(۵) جو آدمی نالایق ہوتے ہیں وہ بھی نہیں جانتے کہ بُرا بھلا کیا ہوتا ہے اُنہیں خود لیاقت نہیں ہوتی کہ وہ اوروں کی لیاقت کی قدر کریں۔

(۶) اوروں کی عیب گیری میں بہت آدمی بڑے تیز ذہن ہوتے ہیں مگر اپنی قصوروں اور عیبوں کے جاننے میں نہایت غبی و کند ذہن اول تو اپنے عیب جانتے نہیں اور جو جانتے ہیں تو جلدی بھول جاتے ہیں

(۷) اس سے زیادہ کیا کوئی احمق ہوگا کہ وہ اوروں کو اُن عیبوں پر لعنت ملامت کرے جو اُس کی خود ذات میں موجود ہوں۔

(۸) بے شمار آدمی ہیں جو اوروں کے عیب جانتے ہیں مگر بہت تھوڑے ہیں جو اوروں کے ہنر پہچانتے ہیں مگر یہ امر نہایت مشتبہ ہے کہ کوئی شخص اپنے عیب بھی جانتا ہے۔

(۹) اوروں کے ضعف اور عیب پر اگرچہ وہ رائی کے دانہ کی برابر ہو انگلی رکھتے ہو مگر اپنے عیب کو نہیں دیکھتے جو بلوط کے پھل کی برابر ہے۔

(۱۰) بدصورت آدمی جبتک آئینہ نہیں دیکھتا اپنے تئیں اوروں سے زیادہ خوبصورت جانتا ہے جب وہ آئینے میں اپنی صورت کی زشتی کو دیکھتا ہے تو اپنے میں اور غیروں میں فرق جانتا ہے۔

(۱۱) اوروں کی نصیحت کرنے کا ہنر آسانی سے حاصل ہو سکتا ہے مگر خود اپنے تئیں راستبازی کی نصیحت کرنے کا ہنر مشکل سے آتا ہے وہ چند عاقل تجربہ کاروں ہی کو آتا ہے۔

(۱۲) انسان کی فطرت میں یہ امر داخل ہے کہ وہ اور آدمیوں کے معاملات اور مقدمات کو زیادہ عدالت سے فیصلہ کر سکتا ہے۔ بہ نسبت اپنی ذات کے مقدمات کے اسکا سبب یہ ہے کہ اپنے ذاتی مقدمات میں غرض و خودی عدالت سے باز رکھتی ہے آدمی کے حق میں جیسا غیر آدمی منصف ہو سکتا ہے ایسا کوئی خود نہیں ہو سکتا

(۱۱۳) اتفاق

[illegible]

ہوا کے جھکڑوں سے جڑ پیڑ سے اُکھڑ کر جا پڑیگا۔ مگر وہ بہت سے درخت جنکی جڑیں مضبوط ہیں اور آپس میں ملی ہوئی جھنڈ کے جھنڈ کھڑی ہیں وہ کیسی ہی تند ہوا چلے اسکا مقابلہ کرینگے کیونکہ وہ ایک دوسری کو سہارا دیتے ہیں پس ہوا اور اکیلے درخت کی طرح اکیلے آدمی کو خواہ کیسی ہی اُس میں صفات ہوں بہت سے دشمن مغلوب کر لیں گے۔ جن عزیز و اقارب اور رشتہ داروں میں رشتۂ اتحاد مستحکم ہوتا ہی وہ ایسی ہی سرسبز و شگفتہ ہوتے ہیں جیسے کہ تالاب میں کنول کے پھول۔ یا مثل جنگل کے درختوں کے جو یکجا جمع ہوں طاقتور دشمن کو بہت سے کم زور آدمی مل کر اس طرح غارت کر سکتے ہیں جیسے شہد کی مکھیاں شہد کے جمع کرنیوالے کو۔ جس شخص کے رشتہ دار بہت سے نیک و دلیر ہوں تو وہ خوشی سے رہتا ہی اور مصیبت نہیں اُٹھاتا ہی۔ جو لوگ ایک دوسرے کے معاون ہوتے ہیں وہ خوشحال اور طاقتور رہتے ہیں اور اپنے دوستوں اور رشتہ داروں کی خوشی کا باعث ہوتے ہیں۔ تاگے خواہ کتنے ہی پتلے اور لمبے ہوں اگر ایک سی بہت سے ہوں تو وہ سب ملکر ایسا رشتہ بناتے ہوں جو ہاتھی کو باندھ لیتا ہی رشتہ داروں کا حال جلتی لکڑیوں کا سا ہوتا ہی کہ اُن کو الگ الگ رکھو تو دھواں اُٹھتا ہی اور ملا کر رکھو تو شعلہ اگر شیروں کو جنگل پناہ نہ دیں تو شکاری اُن کو کب چھوڑیں اور جنگل کی حفاظت شیر نہ کریں تو لکڑہاروں کی کلہاڑیاں کب جنگل کو رہنے دیں صاف میدان بنا دیں۔ بس یہ اتفاق ہی کا نتیجہ ہے کہ دونو شیر اور جنگل ایک دوسری کو بچاتے ہیں۔ گھر میں سب کا یکدل ہونا اور دشمنی سے بیزار ہونا۔ اتفاق کا منتر ہے۔ ایک دوسرے کو دیکھ کر ایسا خوش ہونا چاہئے جیسے گائے اپنے بچھڑے کو دیکھ کر۔

(۱۱۳) ادنیٰ سے ادنیٰ دشمن کی بھی حقارت نہیں چاہئے

(دشمن نتواں حقیر و بیچارہ شمرد)

ادنیٰ دشمن کو بھی حقیر نہ جانو اُسکو ایسا سمجھو جیسے ایک چنگاری جو بہت سے نیستانوں کو جلا کر خاکستر کر دیتی ہی۔ جب تم کو کسی مکار دشمن سے لڑنا پڑے تو جان لو کہ اُس کے بازو بڑے بڑے ہیں خواہ تم سے کتنی دور وہ ہو تم کو اُس سے غافل رہنا نہیں چاہئے۔ جب دشمن اُن کو کوئی تکلیف دیگا وہ ضرور اُس سے عوض لیں گے۔ جب کسی لائق آدمی کے ساتھ متفق نہ ہو تو اُس سے بے کھٹکے نہیں

رہنا چاہئے جب کسی ایسے شخص سے لڑائی ہو کہ اُسکو بہت مضرت پہنچانے کا اختیار ہو تو بھی اُس سے غافل نہ بیٹھو۔ جب تمہاری کسی زبردست سے لڑائی ہو تو یہ خیال کرکے کہ ہم اُس سے بہت دور ہیں بے خبر نہ بیٹھو وہ تو باز کی طرح دُور سے ہی جب تم کو غافل دیکھے گا آن کر دبوچ لے گا جبتک زمانہ نہ بدلے اپنے دشمن کو کندھے اور سر پہ بٹھاؤ اور جب وقت آجائے تو دشمن کو اس طرح پھیلا کر غارت کردو جیسے مٹی کے برتن کو پتھر پر پھینک کر توڑتے ہیں +

(۱۱۳) بیویوں کو اپنے خاوندوں سے محبت چاہئے۔

سری کرشن کی بیوی سیتا بھاما تھی اور دروپدی پانچ پانڈوں کی بیوی تھی یہ اتفاق سے دونو آپس میں ملیں اور رسمی خوشی باتیں اِدھر اُدھر کی کہنے لگیں۔ ان دو عالی رتبہ نیک بختو میں جو گفتگو ہوئی جو ہم نیچے لکھتے ہیں۔

سیتا بھاما۔ اے میری پیاری دروپدی تم یہ بتاؤ کہ کیونکر تم اپنی خاوندوں کو اپنے کہنے میں رکھتی ہو وہ تمہارے شہزادہ خاوند جو دیوتاؤں کی مانند ہیں اور وہ قوی اعضا مغرور جو کبھی کسی کے آگے سر نہیں جھکاتے تمہارے کیسے وہ فرمانبردار ایسے ہوگئے ہیں کہ تمہارے مُنہ کو تکتے رہتے ہیں کہ کیا اُن کو حکم تم دیتی ہو اور وہ تمہاری حکم عدولی جانتے ہی نہیں مجھے تم بتلاؤ کہ تم کیا جادو منتر اُن پر کرتی ہو۔ کیا من موہنی تدبیر عمل میں لاتی ہو۔ کون سی جڑی بوٹی اُن کو کھلا دیتی ہو۔ کون سی ایسی عبادت ریاضت کرتی ہو کہ ایسے جوانمرد اور خود مختار ہو کر تمہارے زیر فرمان ہو جاتے ہیں مجھے تم کسی نہ کسی طرح یہ بتلاؤ کہ وہ کیا حکمت ہے کہ جس سے تمام سُہاگ بھاگ کی خوشیاں تم مناتی ہو۔ میری بھی یہ دلی آرزو ہے کہ میں اپنے پت کو بھی تمہاری طرح اپنی کہنے میں رکھوں

جب دروپدی نے یہ باتیں سُنیں تو اُس نے نہایت افسوس اور رنج کے ساتھ یہ باتیں کہیں +

دروپدی۔ تم نے جو سوال مجھ سے پوچھے ہیں وہ تمہاری شان کے لائق نہیں ہیں میں تمکو بڑا مقدس اور متبرک جانتی ہوں۔ جن شرارت آمیز باتوں کا تم نے مجھ پر خیال کیا ہے کہ میں خاوندوں کے مطیع کرنے میں اُنکو کام میں لاتی ہوں وہ ایسی ہیں کہ سوائے پاجی

عورتوں کے کوئی بھلی مانس عورت کام میں نہیں لاتی بھلا نیک بخت بیویاں ایسی بیحیائی کی حرکتیں کب کرینگی؟ کہ وہ خاوند پر جادو منتر کرینگی یہ تو پرلے درجہ کی احمق عورتوں کا کام ہے کہ وہ خاوندوں پر جادو منتر کرتی ہیں اور جھاڑ پھونک ٹونے ٹوٹکے ان کو کھلاتی ہیں جب خاوند یہ جانے گا کہ گھر میں بیوی مجھی دوائیں کھلاتی ہے اور مجھپر جادو منتر کرتی ہے تو اپنے گھر سے ایسا ہی وہ ڈریگا گویا کہ اس میں سانپ بیٹھا ہے کیسی وہ عورتیں ہیں کہ جنھوں نے اپنے خاوندوں کو دوائیں کھلا کھلا کر ان کو مستقی مبروص مجنون ضعیف القویٰ بنا دیا ہے کیا تم بھی ایسا کرنا چاہتی ہو۔ کوئی عورت ایسی نہیں ہو سکتی کہ وہ دوا اور جادو کے زور سے اپنے خاوند کو ہم آغوشی سے خوش و خرم کر سکے میں تو ان کاموں میں سے ایک کام نہیں کرتی کہ جس سے یہ سمجھوں کہ خاوند میری بس میں ہو جائینگے۔ بلکہ میں ہمیشہ نہایت تدبیر سے اپنے خاوندوں کی دلداری اور دلسوزی کی کرتی ہوں میں کبھی انکو پھسلاتی اور آنکھ نہیں لڑاتی ہوں نہ ان پر کبھی جادو کرتی ہوں نہ دوائیں کھلاتی ہوں کہ انکی آزاد طبیعتوں کو اپنا مقید بنا لوں۔ میں اپنے جیتے کو بالکل مار کر بڑے شوق سے انکی خدمت کرتی ہوں اسمیں فخر گھمنڈ اور غصہ نہیں کرتی ہوں۔ میں کبھی اپنا شوق نہیں جتاتی ہوں اپنی نیک دلی سے انکی مرضی کے موافق اطاعت کرتی ہوں۔ اپنی شائستہ ادا و انداز و نرم کلامی چھب اور کاموں سے ان کے دلوں کو ہاتھ میں لیتی ہوں میں اپنے خاوندوں کو جو فاضل نگاہیں رکھتی ہیں اپنے ہنر و سلیقہ سے بس میں رکھتی ہوں گو وہ کبھی سختی کی باتیں اور وحشیانہ حرکتیں نہیں کرتے ہمیشہ نرمی اور مہربانی سے پیش آتے ہیں۔ گھر میں ہمیشہ انکا ادب و لحاظ ایسا ہی کرتی ہوں کہ گویا ان سے ڈرتی ہوں جس کام کا وہ ذرا سا بھی اشارہ کرتے ہیں تو میں اُسکو حکم سمجھکر تعمیل کرتی ہوں نہ زمین پر کوئی حسین دولتمند نوجوان سراسر جواہر سے لدا ہوا اور نہ آسمان پر دیوتا میری محبت میں جو خاوندوں کے ساتھ ہے خلل انداز ہو سکتے ہیں میں کوئی خوشی جس میں میری خاوند شریک نہ ہوں پسند نہیں کر سکتی جب میرے خاوند اپنے گھر سے کسی کام کیلئے چلے جاتے ہیں تو میں برت رکھ کر زرد چہرہ بناتی ہوں پھول۔ خوشبو۔ بناؤ سنگار سے کچھ سروکار نہیں رکھتی جب وہ گھر پھر کر آتے ہیں تو میں انکو اپنی نیم نازمست آنکھوں سے دیکھتی ہوں اور ان کو

مبارک باد دیتی ہوں۔ جب تک اُن کے ساری کام پوری نہیں کرلیتی اپنا کام کوئی نہیں کرتی۔
کھانے جو اُن کو بھاتے ہیں وہ سونے کے برتنوں میں خوب دھو دھا اور صاف کر کے اُن کے سامنے
رکھتی ہوں۔ اپنے گھر میں جھاڑو بہارو دیکر خوب پاک صاف کرتی ہوں ساری چیزوں کو قرینے سے
رکھتی ہوں میں بری عورتوں کی صحبت سے بھاگتی ہوں۔ نیک بخت عورتوں سے دوستانہ باتیں کرتی ہوں
جن باتوں اور حرکتوں کو شریف عورتیں ناشائستہ و نامعقول جانتی ہیں میں اُن سے پرہیز کرتی ہوں
ٹھٹھے لگانے ہنسی مسخرے پن کی باتیں ہمیشہ دروازہ پر کھڑا رہنا۔ ان سب باتوں سے مجھے نفرت ہے
جو میرے خاوندوں کی اگیا ہوتی ہے وہ بجا لاتی ہوں انہیں بال برابر فرق نہیں کرتی نہا دھو کر بناؤ
سنگار کرکے اور جواہر کے زیور نفیس پوشاک پہن کر میں اپنے خاوندوں کی آنکھوں کو خوش کرتی ہوں میرے
خاوند کے خاندان میں جو باپ دادا کے وقت سے ریت اور رسم قاعدے سے چلے آتے ہیں
اُن سب کو میں برتتی ہوں۔ اُن کے کرنے میں میں محنت و مشقت سے دل نہیں چراتی۔ میری ساس جو
اُن ریت رسموں کو پہلے سے خوب جانتی ہے وہ جو کچھ کہتی ہے میں اُسی کو کرتی جاتی ہوں میں اُسکی حکم کو
اپنے سر آنکھوں پر رکھتی ہوں میں نیکبخت عورتوں کو بڑا عزیز رکھتی ہوں میں ہمیشہ بڑی سرگرمی۔
چُستی چالاکی۔ ہوشیاری و خوشی سے اپنی خاوندوں کے کام کرتی ہوں جو پاجی کمینہ عورتیں اپنے
خاوندوں کے بس میں کرنے کی تدبیریں کرتی ہیں اُن سے میں کوسوں بھاگتی ہوں مگر خوش تدبیریاں
اور نیک حکمتیں میں کام میں لاتی ہوں جب ہمارے پہلے دن تھے تو آٹھ ہزار برہمنوں کو بھوجن کراتی تھی۔
اور پنڈتوں کو سونے کے برتنوں میں کھانا کھلاتی تھی اور اُن کے سوا بہت سے مہمانوں کی مہمانداری
کرنی پڑتی تھی۔ میں ان سب کا سرانجام کرتی تھی اور گھر میں کوئی کام نہیں ہوتا تھا جس سے میں اول سے
آخر تک بخوبی واقف نہ تھی میں اپنے نوکروں میں سے ہر ایک کو جانتی تھی اور اُن کے کام کو جتنا وہ کرتے
تھے اور جتنا وہ نہیں کرتے تھے پہچانتی تھی خاوندوں کی تھیلیاں مجھے معلوم تھیں کہ کتنی ہیں اُن کی آمد و
خرچ کا حساب معلوم تھا۔ انھوں نے گھر کے سارے کاروبار میرے حوالہ کر رکھے تھے اور اختیار دے رکھا تھا
کہ جو میں چاہوں وہ کروں۔ سوا اُن کے اور بہت سے معاملات میرے سپرد کر رکھے تھے۔ اس تمام

بار کو اپنے سر پر خوشی خوشی لئے ہوئی تھی جبھی وہ کچھ ناگوار نتھا۔ بس اُن کو رات دن کرتی تھی۔ اپنی آرام طلبی کا خیال مجھے کچھ نتھا میری تمام کاموں کا مآل یہ تھا کہ میں پیتوں کو خوش رکھوں میں سب سے پہلے صبح کو نور کے تڑکے اٹھتی تھی۔ اور آخر رات کو سب سے پیچھے سوتی تھی۔ بس یہی بابیں تو یہی خاوند کی تسخیر کا منتر تھا جسکے سبب سے میرے ساتھ محبت کرنے میں خاوند مجبور تھے۔ نیک بخت عورت کو چاہئے کہ وہ یہ سمجھ لے کہ میں اسی لئے پیدا ہوئی ہوں کہ خاوند کو خوش رکھوں۔ اسی خیال در دہیان میں اُسے ڈوبا رہنا چاہئے۔ خاوند کی ہی لو ہر وقت دل میں لگی رہے۔ خاوند ہی کو وہ اپنی ساری امیدیں سمجھے اُسی کو دیوتا جانے۔ اپنے سارے کام خاوند کی التفات کے واسطے کرتے یہ امر دستور کے خلاف ہے کہ کوئی شخص آرام اور آسانی سے عیش حاصل کر سکے۔ عیش بڑی محنت و رنج سے حاصل ہوتا ہے۔ اپنی قدر و منزلت پہلے خاوند کے دل میں پیدا کرو تو یہ ایک نئی محبت اُس کے دل میں پیدا ہوگی +

جب چوکھٹ کے باہر اسکے قدم کی آواز سنو تو اسکی طرف دوڑی ہوئی جاؤ اور اپنے منصوبے سے اسکی ساری خواہشوں کو پورا کرو۔ اُس کے تالو کو میٹھے بھوجنوں سے خوش کرو اُسکے تمام حواس خمسہ کو شادمانی و سرور سے مسرور کرو تو پھر تمہارا گھر بہشت ہو جائیگا۔ اُن کاموں کے کرنے سے خاوند کو یقین ہو جائیگا کہ تم اسکو عزیز رکھتی ہو۔ اور جب وہ تمہاری یہ محبت دیکھے گا تو خود محبت کرنے لگیگا محبت اپنا اثر ضرور رکھتی ہی۔ بس جو طریقے نیکے تم کو بتائے ہیں اگر وہ اختیار کروگی تو تمہاری ناموری ہوگی اور خانہ داری کا حظ اُٹھاؤگی اور شوہر و زوجہ کی باہمی محبت کا تاج سر پر رکھا جائیگا

(۲۲) آدھا آدمی رہتا ہی جبتک بیوی نکرے گھر جب تک سینے بچے نہ بھری ہوئی ہوں وہ سونا اور ڈراؤنا قبر کا سا ہے +

بعض اور قوموں کی برا عورتوں کے باب میں

(۲۳) عاقل اپنی بیوی سے بدچلنوں کو نہیں ملنے دیگا۔ کیونکہ وہ بُرائی سکھاتی ہیں عاقل آدمی اپنی بیویوں کو گھر میں مقید کر کے نہیں رکھیگا کیونکہ آنکھ کا اقتضا یہ ہی کہ وہ گھر سے باہر کی سیر کرنا اور بہت اسی چیزوں کے درمیان رہنا۔ ہر چیز کو دیکھنا۔ ہر جگہ موجود رہنا چاہیے

جب وہ بہت سی چیزوں کو دیکھ کر سیر ہو جاتی ہے پھر کسی چیز کو ترستی نہیں جو شخص اپنی بیویوں کو قفل میں
بند کر رکھتے ہیں وہ قیدخانہ میں ڈالتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ہم عقل کا کام کرتے ہیں مگر درحقیقت یہ کام عقل کے خلاف
کرتے ہیں وہ احمق ہیں جو عورت کا دل گھر سے باہر رہتا ہے وہ تیر سے زیادہ تیز اور پرند سے جلد نکل بھاگے گی
اور کسی کو نظر نہ آئے گی۔

(۱۱۵) ایک چھترانی رانی کی نصیحت اپنے بیٹے کو۔

ایک زمانہ میں ایک مہارانی قوم کی چھتری وجیولا بڑے گھرانے کی تھی۔ عاقلہ ایسی کہ مہمات عظیم کو
سرانجام دیتی تھی۔ چتر اور ہوشیار ایسی کہ بڑی بڑی پیچیدہ معاملات و مشکل مقدمات کو اپنے ذہن رسا کی
تدبیر و سے آسان کرتی تھی تقریر میں اس کے منہ سے پھول جھڑتے تھے۔ کارہائے عظیم میں وہ مباحثے کرتی
تھی۔ علامہ ایسی کہ علوم کا مخزن اسکا دل و دماغ تھا تحصیل و مطالعہ علم اسکا رات دن کا مشغلہ تھا۔ سورما
ایسی کہ اپنے باپ دادوں کے ظفرناموں کو سن کر اور پڑھ کر خوش ہوتی تھی جن بہادریوں سے اسکی قوم کے
سورماؤں نے ملکوں کو فتح کیا تھا۔ ان کے سننے کا سراپا شوق تھا۔ یہ اتفاق زمانہ تھا کہ ایسی سورما
مہارانی کے بیٹے سنجیا کو دشمن نے ایسی شکست فاحش دی کہ اسکا سارا لشکر تتر بتر ہو گیا۔ اور وہ خود شاہ ہو کر
ایسا افسردہ خاطر ہو گیا کہ پھر اسمیں جرأت و ہمت نہ رہی کہ وہ اپنے تئیں سنبھالتا اور دشمن سے پھر لڑتا وہ دوسرے
ملک میں بھاگ گیا اور وہاں رنجیدہ و افسردہ زندگی بسر کرنے لگا۔ اب رانی اس اپنے ہاری ہوئی بیٹے کو
نصیحت کرتی ہے کہ اسکے عزم مردہ میں پھر جان آجائے۔

وجیولا۔ بیٹا تیرے سارے دوست غمگین ہیں اور تیرے سب دشمن خوش و خرم ہیں تو میرا بیٹا نہیں ہے
تو کسی راجہ کے خاندان کا نوجوان نہیں ہے۔ تو چھتری پیدا ہی نہیں ہوا جنگ جو و ننگ ہے۔ معلوم نہیں تو
کس نسل سے پیدا ہوا ہے۔ بد اصل معلوم ہوتا ہے۔ تو نے اپنے تمام بزرگوں کا نام ڈبو دیا ہے۔ کون تیرا
نام عزت سے لیگا تیرا عزم مردہ ہے اور تو کام میں ضعیف ہے۔ تیری آرزو ایسی مر گئی ہے کہ تو اپنی شکستہ
حالت کی درستی کا خیال بھی نہیں کرتا بس تو اپنے تئیں ذلیل نہ کر اٹھ کھڑا ہو مستعد ہو سلطنت کے کاموں کے
لئے بیدار ہو کر تیار ہو۔ کیوں خوف زدہ ہو کر مردہ کی طرح پڑا رہتا ہے کہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ

آہ ـ اس نے تجھے زنجیروں میں کس بے بس کر دیا ہی ـ ہوشیار ہو کر کھڑا ہو ـ شہرت اور ناموری کو پا ـ اور بہادرانہ کام کر کے اپنے تاج اور راج کو حاصل کر ـ جاہ و عزت کے لئے مستعد ہو ـ جلتی ہوئی لکڑی کی طرح روشنی ایسی کھلا جس میں بھس جلنے کی طرح دھواں نہ اٹھے ـ کچے دل کی طرح آدمیوں کو ذلت مشتعل کرتی ہی جس میں سے دھواں گیلی لکڑیوں کی طرح نکلتا ہے ـ جو جوانمرد اپنے دشمنوں کو زیر کرتے ہیں اور ان پر بہادرانہ حملے پہنچاتے ہیں ـ وہ اپنا فرض ادا کرتے ہیں اگر وہ کامیاب بھی نہ ہوں تو وہ اپنی نامردی پر ہاتھ نہیں ملتے جانتے ہیں کہ ہم اپنے فرض کے بجا لانے پر مستعد ہیں ـ بجا آوری فرائض کے سوا زندگی اور کس کام کی ہی و تیری عبادت بھی اکارت ہی ـ اور تیری نکوکاری کی بڑائی دوئی ہی ـ اگر تجھکو اپنی بہبود کا خیال نہیں ہے تو اپنی زندگی میں کیوں پاؤں پھیلاتا ہے اور دکھ رنج میں رہتا ہے ـ جو لڑنے والی لڑائی میں مارے جاتے ہیں وہ ایسے شکستہ دل نہیں ہوئے کہ بالکل مایوس ہی ہو جائیں اگر وہ زمین پر بھی گر پڑتے ہیں تو اٹھتے ہی اپنے دشمن کی ٹانگ ایسی پکڑ کر زور و قوت کرتے ہیں کہ اسے نیچے گرا دیتے ہیں اور اس کو قتل کر کے لڑائی کا خاتمہ کرتے ہیں جو بیٹے عزت کا نام نہیں حاصل کرتے وہ ماں کو بدنام کرتے ہیں ـ شان و شکوہ ـ بہادری و جوانمردی میں علم و فضل میں جو سب آدمیوں پر سبقت لے جاتے ہیں وہی عالی مرتبہ اور بلند درجہ گنے جاتے ہیں جو دل کے کچے اور بودے ہیں اور عورتوں کے سے کام کرتے ہیں وہ نامرد اور پست حوصلہ شمار ہوتے ہیں ـ تو ہماری اس غمگین حالت پر غور کر کہ ہم تباہی اور غارتی کے کنارہ پر کھڑے ہیں اپنے وطن سے بے وطن اور گھر سے بے گھر غم زدہ پڑے ہیں غم میں ڈوبے ہوئے ہیں خوشی کو سپنے میں نہیں دیکھتے ـ اس پر بھی تو خاک مذلت پر لوٹے گا؟ دوسری دفعہ لڑنے کا ارادہ نہیں کریگا؟ میں تجھے پہلے بیٹا کہتی تھی اب میں کال یعنی تمام برائیوں کا اوتار تجھے کہوں گی ـ پھر کوئی عورت ایسا کمینہ ـ ڈرپوک ـ زہریلا بیٹا نہ جنے اطاعت و مسکینی کسی ڈوبے ہوئے کو نہیں تراتی ! اور مصیبت زدہ کو خوشی کے دن نہیں دکھلاتی ـ مستعدی اور آتش مزاجی کے ساتھ جنگجوئی تیرے باپ کا تخت تجھے پھر دلا سکتی ہی ـ اولوالعزمی ـ بیقراری ـ غرور ہی ـ آدمی کو سرگروہ بنا کے سرافراز کر سکتے ہیں +

اب تو اپنے دل کو آہن بنا ـ اور بہادر ـ اور جوانمرد بن ـ اور مغرور گستاخ دشمن سے اپنا

تحت تاج چھین -

سنجیا - بیٹے نے کہا کہ زمین کی کیا حقیقت ہے - اُسکی خوشیاں اُسکی دولتیں اُسکی قوت - اُسکی سلطنتیں اُسکے تمام جھگڑے ہوئے کھلونے کسی قدر و منزلت کے لائق نہیں اگر میں نہ ہوں تو یہ سب چیزیں تیرے کس کام کی ہیں اس لئے تجھکو چاہیے کہ تو اس فائدہ لاحاصل سخت جنگ کے لئے تحریک نہ کر اور اشتعال نہ دے -

وجیولا - دنیا میں سب سے زیادہ کمینہ اور کم بخت وہ ہے کہ کیا زمانہ میں بڑا آدمی ہو - اور پھر وہ اپنی بلندی و پستی میں گم رہے - کیا خود آقا اور مالک ہو - اور پھر اوروں کی مرضی کے موافق کام کرتا پھرے اور وہ غریبی سے اوروں کے آگے سر جھکائے - اور کوئی اُس پر لعنت نہ ہو محتاجی آدمی کو کوئی کام کرنے نہیں دیتی - اور اوروں کی فیاضی پر بسر اوقات کراتی ہے - یہ کمینگی تیری بسر اوقات میں موجود ہے - اب تو زیادہ عاجزی سے سر نہ جھکا - پھر وہ باتیں چھوڑ کہ جس سے تو آقا بنے نہ غلام - تو بہادر بنے گا تو تیری شاہانہ نظر کی التفات کو مشتاق ہونگے اور تیری پوجا ایسی کرینگے جیسی کہ دیوتاؤں کی - جو بادشاہانہ حکومت کرتے ہیں اُن کو مرگ کی سی نعمتیں حاصل ہوتی ہیں جو اطاعت کرتے ہیں وہ زندگی ہی میں تکلیف پاتے ہیں - وہ شاہزادہ جو اپنے قوت بازو سے حکومت حاصل کرتا ہے رشتہ مندوں کے واسطے سامان خوشی تیار کرتا ہے - یہاں تو دنیا میں زندگی کو اور شہرت ہوتی ہے اور وہاں عقبیٰ میں تاج آسمانی سر پر رکھا جاتا ہے مگر تو تو بڑا بزدل اور کمینہ ہے - بہادروں کا سا کام نہیں کرتا ہے - کیونکہ بیان کر جو چھتری اپنی جان کو عزیز رکھتا ہے - اور لڑائی سے دل چُراتا ہے اور اُسکے دل میں شجاعت کی آتش نہیں مشتعل ہوتی تو ایسے نامرد کو باپوں سے قوم ٹھکراتی ہے - اب کہاں تک اپنی تقریر کو طول دوں - میری دلائل خواہ کتنی ہی اُستوار ہوں مگر تیرے متذبذب دل پر حکم نہیں چلا سکتیں - تیرے دل ہی میں کسی مرتبہ بہادری کے کام کرنے کا ارادہ نہیں جسکی موت آجاتی ہے - پھر کوئی دوا اُس پر اثر نہیں کرتی -

اب ایک اور دلیل سن کہ جسکے سبب سے تجھکو ہنگامہ آرائی کرکے پھر اپنی قسمت آزمائی کرنی چاہیے - دشمن نے تجھسے تاج چھینا ہے - اُسکی پرجا اُس سے بہ رغبت نہیں رکھتی - کوئی اُسکا فرمانتا نہیں ساری پرجا اس انتظار میں بیٹھی ہے کہ زمانہ کا انقلاب ہو - جہاں تو لڑائی کے لئے کھڑا ہوا - وہ ادھر اور نزدیک کے

ہمارے دوست جمع ہو جائینگے۔ اُن کی شرکت سے تیری تدبیریں درست ہونگیں تیرا علم فتح بلند ہوگا
تو لڑائی میں مشہور ہوگا جو تیرا دشمن جانی ہے۔ اُسکے پاس کوئی منتر ایسا نہیں ہے کہ وہ موت کو پاس آنے
دے۔ بس اب آگے چل۔ لڑائی کے میدان میں چھلانگیں لے۔ تیری بازو فتح حاصل کرینگے۔ تیری نام میں فتح ہی
(سنجیا کے معنی فتح کے ہیں) تو جنگ میں فتح حاصل کر اور اسم با مسمیٰ بن۔ جب تو بچہ تھا تو ایک پنڈت نے
بتلایا تھا کہ ایک دفعہ تیری حال میں نہایت سخت انقلاب ہوگا۔ (اور تو برباد ہوگا۔ مگر بعد اُس کے تو پھر
سنبھل جائیگا۔ اِس پنڈت کے کہنے کا اعتبار کر کے میں چاہتی ہوں کہ تو پھر فتح حاصل کریگا۔

یہ ہماری زندگی کیا زندگی ہے بھوکے مرتے ہیں ڈرتے ہیں۔ احتیاج کے مارے ڈوبے جاتے ہیں کیا
انقلاب میں نے دیکھا ہے کہ راجہ کے گھر پیدا ہوئی۔ راجہ کے گھر بیاہی گئی مہارانی کہلائی روشن جواہرات میں
غرق رہتی تھی۔ اپنی خاوند کی مسرت اور اپنے دوستوں کی راحت تھی۔ امارت۔ ثروت حشمت و
شوکت میں عمر بسر کرتی تھی مصیبت اور تردد کو جانتی نہتی کہ کیا ہوتا ہے۔ یا اب سوا ریاس کے
کوئی پاس نہیں۔ کیا تو مجھے اور اپنی بیوی کو ایسی بلاؤں میں مبتلا رکھیگا؟ تو بتا کونسی خوشی تیری
زندگی میں ہے؟ تمام نوکر ہماری خیر خواہ دولت خواہ تھے۔ بھوکے مرنے کے خوف سے چلے گئے ہیں
ہماری گرو اور پنڈتوں کو پہلے سے دان پن نہیں ملتے۔ اِس لئے جدا ہو گئے ہیں اپنی اقبال کے دنوں
میں میں نے اور میری خاوند نے کبھی برہمن کا سوال رد نہیں کیا۔ اب مجھ سے محتاج برہمن جب کچھ مانگتا
ہے تو کہتی ہوں کہ میری پاس کچھ نہیں۔ اِس سے میرے دل کے ٹکڑے اڑتے ہیں میری غم کی انتہا نہیں
اب کوئی بات نہیں جس سے میرے دل کو تسلی حاصل ہو۔ کیا پھر ہماری صبح اقبال نہیں چمکیگی؟ اب میں
ایک سمندر میں کھڑی ہوں جسکی انتہا اور تھاہ نہیں نہ کشتی ہے۔ نہ راہ نما ہے سوا تیری۔ تو ہمارا ناخدا
ہے۔ بیڑا پار کر کے خوشی کے ساحل پر اُتار دے میں زندہ۔ تو مردہ ہوں۔ کوئی اُمید نہیں جان ڈال سکتا ہے
مجھے کیا خوشی ہے۔ اگر تو اپنے باپ دادا کا نام خوف زدہ ہو کر ڈبو دیں میں تجھے یہ نہیں دیکھ سکتی ہوں کہ تو
کمینوں کی طرح منہ ملے۔ مانند صبا مندہم کے خوشامدیوں کے سے کام کیا کرے۔ تو ایک جوانمرد چھتری ہے
مردانہ کام کر۔ اِن تمام پاجی کاموں سے نفرت کر کہ کنگلوں کی صورت بنا کر اور عاجزی کر کے۔

گیر گرا کر تو اوروں کی نظر مہربانی کا منتظر ہے +

خیال کر کہ ہماری خاندان کی شان کا کیا اقتضا ہے؟ وہ کونسا دستور ہے جسکو ہماری باپ دادا ہمیشہ برتا ہی۔ ان سب کے دلوں پر وہ دستور خدا کی طرف سے منقش تھا۔ پھر تو کیوں نہیں اپنے دل پر اسکا نقش نہیں کھینچتا۔ ایک چھتری بہادر کتنا دو پنیا نی کمینے آدمیوں کے آگے کبھی نہیں سر جھکاتا۔ کہ ہمیشہ بہادری سے سیدھا کھڑا رہتا ہی۔ بلند مرتبہ۔ معزز۔ دھرماتما۔ رہتا ہے۔ جب وہ سب طرح سے ہار جاتا ہی اور کچھ نہیں رہتا تو بھی وہ اپنے تئیں ڈر سے باز رکھتا ہی۔ سیادھی اسکی ہاری جائے تو بھی وہ خمیدہ نہیں ہوتا۔ صرف برہمنوں اور دیوتاؤں کے آگے تو ایمان سمجھ کہ چھتری سر جھکاتا ہی۔ اور فقط انھیں کا ادب کرتا ہی۔ اور باقی سب پر وہ دیوتاؤں کی طرح حکومت کرتا ہے۔

سنجیا۔ تیرا دل لوہے کا ہی تو میری ساتھ ماں کی محبت کی سی باتیں نہیں کرتی۔ تو بہادر خاندان کی تو سچی بیٹی ہی تیرا دل ایسا کڑا ہی جو مڑتا نہیں چھتریوں کی جو فطرت میں باتیں ہیں وہ سب تجھ میں ہیں مگر محبت کا حق تو نہیں ادا کرتی۔ تو میری جان کی سلامتی نہیں چاہتی۔ یہ نہیں سمجھتی کہ میں تیرا بیٹا ہوں تیری ساری خوشی ہوں۔ تو مجھے ایسی بے رحمی سے دیکھتی ہی جیسے کہ کوئی بیگانے بچے کو پاؤں سے آگے دیکھتا ہے ایسی جنگ میں جسمیں فتح پانے کی امید نہ ہو۔ ناحق جان کو جوکھوں میں ڈالنا ہی تو یہ دنیا۔ اسکی دولت۔ جواہر۔ اسکی طاقت سلطنت۔ اسکے تمام چمکتی ہوئی کھلونے۔ اگر ہمیں نہ ہوں تو یہ سب چیزیں تیری کس کام کی ہیں +

وجیولا۔ عاقلوں کا یہ قول ہی کہ زندگی کے دو مقصد عظیم ہیں۔ جنکی پیروی میں سرگرمی چاہئے۔ اول دھرم۔ دوم دنیا میں جو کام کرنے فرض ہیں یعنی فرائض دنیوی ہیں میں نے ان دونو کاموں کے واسطے تجھکو نصیحت کی مگر وہ بے فائدہ ہوئی۔ اب سن کہ وقت آگیا ہے۔ لڑنے کے لئے بھلے دن آگئے ہیں۔ انکو ہاتھ سے نہ جانے دے۔ ذرا تاخیر نہ کر۔ آگے بڑھ۔ توقف کرنے سے نیکنامی میں فرق آئیگا۔ میں نے تجھے تیری تنزل کی حالت پر آگاہ کیا تیرے گدھے بننے کو سمجھایا۔ تو دعوی محبت کا کرتا ہے تو پہلے اپنی محبت کا حق پیدا کر جب تو میرے دل کا چین آرام ہے کہ تو شجاع و بہادر ہو

اور اُن کے سے کام کر۔ تو پھر میں تجھ کو چھاتی سے لگاؤں اور بیٹا بناؤں چھتریوں کی قوم لڑائی
کے واسطے بنائی گئی ہے۔ وہ میدان جنگ ہی میں خوش رہتی ہے۔ جتنے سپاہی لڑنے والے ہیں خواہ
وہ فتح پائیں یا قتل ہوں دونو صورتوں میں اُن کو سرگ ملتا ہے۔

سنجیا۔ میرے پاس کوئی وسیلہ نہیں کہ ہم جنگ کو اختیار کروں اور کوئی میرا دوست نہیں ہے گھر
اور سلطنت دونو سے محروم ہو چکا ہوں میری سپاہ کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے ہیں۔ اب بتا کہ
میں اپنے فتحمند دشمن سے کیسے لڑ سکتا ہوں۔ اور بے یاوروں کے کس طرح دشمن کو مغلوب
کر سکتا ہوں اکیلا تو دلوپ کی لشکر سے نہیں لڑ سکتا۔ اگر میرے پاس سامان جنگ ہو تو مجھے
لڑائی کی تدبیر اور راہ بتلا۔ میں تیرے حکم کی تعمیل بسر و چشم کروں گا۔ اور لڑائی از سر نو شروع کروں گا

وجیولا۔ بیٹا پہلی شکست فاش سے تو اپنے دل کو پژمردہ نہ کر۔ اپنے اوپر بالکل بے اعتباری
نہ کر۔ پھر دوبارہ اپنے عصا کو تھام۔ بد اقبالی ہمیشہ نہیں رہتی۔ کمزور زور آور اور زور آور کمزور ہوتے
رہتے ہیں اتفاقات پر بھروسہ نہ کر۔ جنگ اور محنت سے پھر تو اپنی کھوئی ہوئی سلطنت حاصل
کر سکتا ہے۔ جوانمرد آدمی جاگتے اور چست رہتے ہیں۔ تمام اپنی قوتوں کو جمع کرتے ہیں اور فتح
پانے کے لئے بڑی شہزوری سے کوشش کرتے ہیں جوکھوں کو کچھ نہیں سمجھتے۔ بیری کا سامنا
کرتے ہیں وہ کبھی آرام سے نہیں بیٹھتے۔ بلکہ جھگڑتے رہتے ہیں۔ جیسا کہ وہ اپنی کاہل بیہودی نہیں
نہال کرتے۔ خوش طالع۔ شاہزادہ۔ مذہب کا پابند۔ دانشمند۔ یقینی اعلیٰ درجہ پر سربلند ہوگا۔
اس پر لچھمی کی کرپا کی درشت ہوگی۔ وہ اس کو ضرور ایسا روشن کریگی جیسا کہ مشرق کو آفتاب
روشن کرتا ہے + اب میں تجھ کو بتلاتی ہوں کہ تو کیونکر اور آدمیوں سے معاملات کر سکتا ہے۔ اور
کس حکمت اور منصوبے ہنر اور سلیقہ سے اُن کو اپنی مرضی کے قالب میں ڈھال سکتا ہے مختلف
ذریعوں سے تو ان کو ترغیب اپنی طرف ہونے کی دے سکتا ہے۔ جس سے تیرے کام کرنے کی اور
تیری تدبیروں کی تائید وہ کریں + انسان کی فطرت وہ محبت کی باتیں بتلاتی ہے کہ جس سے
آدمی اور آدمیوں کو اپنا گرویدہ بنا سکتا ہے۔ زر۔ شان و شکوہ۔ خوشی۔ عشرت۔ شہرت۔

انتقام اور مقصد ایسی باتیں ہیں جو تیری طرف لوگوں کو راغب کرینگی۔ سب پر خود فنائی کے ساتھ تو حکومت کریگا۔ انکی دلی خواہشوں کو اپنے کام میں لگا۔ تاکہ تیرے دشمنوں کو پامال کریں تیرے دوست نہیں۔ ایسے وسائل دانشمند آدمی جانتا ہے کہ دشمنوں میں نفاق و انحلاف کا بیج کس طرح سے بووے۔ اے بہتر خواہ کیسی ہی ہل چل مچے مگر تو لڑائی میں خوف زدہ نہ ہو اور اگر تجھے خوف ہو بھی تو اُسکو ظاہر نہیں ہونے دینا چاہیئے۔ تیرے خوف کا ظاہر کرنا سارے لشکر کو خوف زدہ بنائیگا نہیں سے وہ حیران پریشان سرگرداں ہو گئے۔ میں نے تجھ کو بتلادیا ہے کہ تو کس طرح سے اپنے نقصانوں کا جبر کرسکتا ہے۔ میں نے تجھے راہ دکھادی کہ کیونکر تو اپنی پہلی شرمندگی مٹا سکتا ہے۔ میں نے بڑی ڈھارس بندھائی ہے شجاعت کا شعلہ تیرے سینہ میں بھڑکایا ہے۔ میں نے تجھ سے کہہ دیا ہے کہ تو کس طرح سے آیندہ شوکت و شان کے لئے پیدا ہوا ہے۔ اب کھڑا ہو۔ جس بات پر سند آپس میں ہے اُس کو جیت اب آخر کو میں ایک بھید کی بات بتلاتی ہوں کہ تو اپنی فتحیابی میں نہ شک کر نہ خوف کر۔ میرے پاس اب بھی بڑے خزانے ہیں جو تجھ کو نہیں معلوم مجھی کو معلوم ہیں۔ بہت سے دوست ابھی باقی ہیں۔ وہ ایسے دوست ہیں کہ بداقبالی کو روک دینگے۔ اور ہماری بدقسمتی کی حالت میں بھی وہ ہمکو نہیں چھوڑینگے۔ وہ ہمارے کام کو اور اپنے کام کو ایک ہی جانتے ہیں۔ اقبالمندی تیری پیشانی کو چمکائیگی کوئی اور حالت ہو وہ ہم سے کبھی نہیں منہ موڑینگے اب مجھے زیادہ کہنے کی ضرورت نہیں ہے جلد لڑنے جاؤ۔ فتح بیٹھی تیرا انتظار دیکھ رہی ہے۔

سنجیولا۔ اے ماں تو اپنی نسل کی خوشی اور باعث فخر ہے۔ تو جو امرد ہے۔ رہنما رشی ہے آیندہ کی بہبود کے لئے پیغمبر پیشیں گو ہے۔ تُو نے میرے ڈرپوک دل کو مرد بنا دیا ہے۔ جب تُو نے ارادہ کیا کہ ایک لمبی تقریر سے میری پژمردہ اور مُردہ روح کو زور آور اور طاقت ور کردیوے میں تجھ سے لفظی لڑائی لڑا جسمیں کامیاب نہیں ہوا۔ اور تجھ پر غالب نہ ہوا۔ تُو نے میری تمام دلائل کو کاٹ دیا میں شرمندہ ہو گیا چپکا اور سُن ہو گیا۔ تیرے سہارا دینے اور شائستہ رہنمائیوں نے اور مجھے خوش کیا۔ اب میں کس واسطے ڈروں۔ پہلو تہی کروں۔ میں نے تیرے

لفظوں کا امرت پی لیا ہی۔ انسان سے زیادہ میں اب جوانمردی پر کمر بستہ ہوں۔ اب میں
تجھ کو ناممکن باتوں میں کوشش کر کے نہیں ممکن دکھاؤں گا۔ میں سمندر کے اندر ڈوبنے کو بھی
خاطر میں نہ لاؤنگا۔ میں اب اپنے باپ دادا کی سرزمین کو جو ایسی ڈوب گئی گویا وہ پانی پر بغیر بیڑا جہاز
تیراؤنگا۔ یا لڑائی کے بھنور میں مرجاؤنگا۔ مگر کاہل کبھی نہ رہونگا۔ ماں کی طعن و تشنیع و پند و نصیحت نے دل
پر اثر کیا کہ اپنی بزدلی اور کمزوری سے بھاگا اور اپنے مقصد و مطلب کو حاصل کیا۔

(۱۱۶) عورتوں کی تعریف۔

بیوی وہی ہی جو اپنے خاوند کو اپنی جان سمجھے اور وہ خانہ داری کے کاروبار سے ایسی آگاہ ہو
کہ خاوند کو کچھ گھر کے اندر کی باتوں کی فکر نہ کرنی پڑے۔ اسکے بچے ایسے ہوں جن پر اس کو فخر ہو۔ اور
ان کی بھیڑ اسکے گرد پھرتی ہو۔

بیوی ہی کو ارد ھنگی کہتے ہیں یعنی نصف جسم یا دھڑ مرد کا۔ تمام دوستوں پر وہ فوقیت رکھتی ہی۔ اس کے
سبب سے تینوں نعمتیں دنیا کی یعنی نیکی۔ مسرت۔ دولت حاصل ہوتی ہی۔ دنیاوی سلامتی کی بنا بیوی پر
قائم کی گئی ہی۔ جنکی بیویاں تمام مذہبی رسموں کو ادا کرتی ہیں۔ کاروبار خانگی کو سرانجام دیتی ہیں وہ
خوشی اور آسودہ حالی سے بسر کرتی ہیں یہ شیریں کلام عورتیں تنہائی میں مونس ہیں۔ باپ کی طرح
دانشمندانہ فرائض کے ادا کرنے میں صلاح دیتی ہیں مصیبت کے وقت ماں ہی زیادہ مہربانی کر کے
تسلی او تشفی دیتی ہیں جب خاوند جنگل میں سفر کرنے سے تھکتا ہی تو وہ اسکو آرام دیتی ہیں کہ وہ تازہ
دم اور آسودہ ہو جاتا ہی۔ زوجہ اپنے خاوند کی پرلے درجہ کی مطیع ہوتی ہی۔ وہ اپنی خاوند کے ساتھ
مرجاتی ہی۔ جب وہ خود پہلے مرجاتی ہی تو خاوند کا انتظار کرتی ہی۔ اور بیماری کی اذیتوں میں بیویوں سے
خاوندوں کو وہ مسرت حاصل ہوتی ہی جو پیاسے کو پانی پینے سے۔ جو عورت اپنے فرائض کو ادا
کرتی ہی۔ خوش مزاج۔ خوش گفتار۔ نیک کردار خوبصورت ہوتی ہی۔ وہ اپنی خاوند کو دیکھ کر ایسی
خوش ہوتی ہے۔ جیسے کہ کوئی ماں اپنے حسین اور نیک چلن بیٹے کو دیکھ کر۔ اور اپنے خاوند کو
دیوتا جان کر اسکی اطاعت اور پرستش ایسی کرتی ہی جیسے کہ دیوتا کی کرتی ہی اور اس کو سوا اپنی خاوند کے

اور بات کا خیال نہیں ہوتا۔ جب خاوند اُس سے سخت کلامی کرتا ہی۔ اور غصّہ کی آنکھوں سے
دیکھتا ہی۔ تو وہ بہت حلم و بردباری سے اپنے خاوند سے پیش آتی ہی۔ ایسی بیوی کو خاوند کا مطیع
کہتے ہیں کہ وہ چاند۔ سورج۔ درخت کو اسی سبب سے نہ دیکھے کہ اُن کا نام مذکر ہے۔ ایسی خوبصورت
عورت اس قابل ہی کہ خاوند اُس کی عزت کرے۔ بیویاں جو اپنے خاوند کی فرمانبردار ہوتی ہیں اُنمیں
یہ صفات ہوتی ہیں۔ افلاس۔ بیماری۔ غمگینی۔ سفر کی تھکن میں اپنے خاوند کی خدمت کرتی ہیں جیسا
بھلا لاک ہوشیار اپنے خاوند کو اپنی جان جاننے والی کبھی خاوند کی خدمت سے ناخوش نہ ہونیوالی اپنے
کنبے کو کھانا کھلانے والی۔ اپنی عیش و عشرت و اختیار سے ایسی نہ خوش ہو جیسے کہ خاوند کی صورت سے
اُسکو اپنے گھر کی خدمت کرنیکا دلی شوق ہوا اور ہوا اس کے کسی اور طرف خیال نہ ہو۔ سویرے اُٹھا کرے
گھر کو جھاڑو بہارو دیکے صاف رکھے۔ فرش کو گوبر سے لیپے۔ اگنی کی تمام رسوم ادا کرے۔ پھول پتّی
لائے اپنے خاوند کے مہمانوں کے واسطے۔ نوکروں کے واسطے بموجب رسم و قاعدہ کے ذخیرہ جمع کرلے اور جتنے
آدمی اُس کے پاس ہوں اُن سب کو کھلاکر جو بچے وہ خود کھائے اور خوش رہے۔ جو ساس سسروں
کی مرضی کے موافق کام کرکے اُن کو خوش رکھے۔ اور اُن کے پاؤں پڑتی رہے اپنی ماں باپوں کی فرمانبرداری
کرے۔ اور نفس کشی کی دولت سے دولتمند ہے۔ برہمنوں کو کھلاتی رہے۔ کمزوروں اور بیچارے
لوگوں کو مصیبت زدوں اور مفلوک الحالوں کی مدد کرتی ہے۔ خاوند عورت کا دیوتا ہے رشتہ دار
ہے۔ پناہ ہے۔ کوئی اور دیوتا اسکی برابر نہیں ✲

(۱۱۷) اپنے نر کے لئے ایک فاختہ کا رونا۔

کوئی نامہربانی کی بات تو نے میرے ساتھ نہیں کی۔ تو نے مجھے ہمیشہ چھاتی سے لگایا اور
اپنی باتوں سے میرا دل خوش کیا اب تو مجھ سے جدا ہوگیا۔ میں بیوہ مصیبت زدہ ہوگئی۔ مجھے رشتہ دار
تسلی دیتے ہیں۔ مگر ہر بیوہ خواہ اُس کے گرد کتنے ہی بچے ہوں وہ اپنے خاوند کے لئے روویگی
باپ بھائی۔ بیٹا کبھی خاوند کی برابر دولت نہیں دیتے۔ وہ اعتدال کے ساتھ دیتے ہیں اور یہ
بے انتہا دیتا ہے۔ پھر کیوں نہ وہ اپنے خاوند کی عزت کرے۔ خاوند کی برابر نہ کوئی آقا ہوتا ہی

نہ خاوند کی برابر کوئی خوشی اُسکی ہوتی ہے۔ وہ ساری دولتوں کو چھوڑ کر خاوند کا آسرا لیتی ہے گھر بیٹے پوتوں بھوتوں سے بھرا ہو مگر بیوی نہ ہو تو وہ خالی ہی۔ وہ گھر گھر ہی نہیں جنگل ہی جسمیں بیوی نہ ہو جس شخص کی بیوی ایسی ہو کہ اُس کے خوش ہونے سے خوش ہو اور رنجیدہ ہونے سے رنجیدہ ہوتی ہو۔ جب وہ گھر سے چلا جائے تو مُنہ لپیٹ کر پڑی رہے۔ جب وہ غصہ ہو تو وہ شیریں کلامی کرے۔ اُس کو اپنی زندگی کا مرکز جانے۔ اُس کے کام کرنے اور خوش کرنے کے سوا کچھ کام نہ ہو ہر کاروبار خانگی میں بیوی اُس کی دوست ہے۔ جب وہ باہر جاتا ہی تو اُس پر بھروسا رکھتا ہی۔ خاوند کی بڑی دولت و خوشی بیوی ہی۔ جب اُس کا کوئی ساتھی سفر میں نہ ہو تو وہ اُسکی شریک حال ہے جب آدمی بیمار یا کسی اور مصیبت میں گرفتار ہو تو بیوی کی برابر کوئی علاج و دوا نہیں کوئی رشتہ دار و مددگار بیوی کی برابر نہیں۔ اگر گھر میں شیریں کلام اور نیکبخت بیوی نہ ہو۔ اور راستبازی نہ ہو تو جنگل میں آدمی چلا جائے۔ کیونکہ اُسکا گھر جنگل ہے۔

(۱) استری کو تن من بچپن سے پت چرنوں کے پریم رکھنا چاہیئے یہی اُس کا دہرم۔ برت۔ نیم ہے +

(۱۱۸) عورتوں کی بُرائی۔

مردوں کو یہ ساحرہ عورتیں دہوکے دیتی ہیں۔ جو آدمی اُن کے جال میں پھنس گیا وہ پھر نہ نکلا جیسے گائی ہمیشہ نئی گھاس کی تلاش میں رہتی ہے۔ ایسے ہی وہ ایک نئے آدمی اور نئی چیزوں کی تلاش میں رہتی ہیں وہ ہنسنے والوں کے ساتھ ہنستی ہیں اور رونے والوں کے ساتھ روتی ہیں جہاں اُن کو موقع ملتا ہی۔ وہ دوستی کی باتیں بنا کے دوستی سے الگ ہو جاتی ہیں۔ اُنکی حفاظت کرنی مرد کو نہایت مشکل ہے۔ وہ جھوٹ کو سچ اور سچ کو جھوٹ بناتی ہیں۔ یہ معلوم ہوتا ہی کہ کتابیں جو خوش اخلاقی کے باب میں لکھی گئی ہیں وہ انہیں کی تہذیب اور ترقی فہم کے لئے لکھی ہیں جب آدمی اُنکی عزت کرتا ہی تو وہ اُسکی عقل کو اُلٹا کر دیتی ہیں ایسی حکمت سے وہ جال بچھاتی ہیں کہ مرد کو دکھائی نہیں دیتا۔ وہ اپنے مکر و فریب سے جن مردوں کو پکڑ لیتی ہیں تو اُن میں سے وہ تھوڑی ہی مرد باہر نکل سکتے ہیں جن سے اُنکا دل بھر جاتا ہی۔

(۱۱۹) اچھے راجہ کے اوصاف

سلطنت کا بوجھ ایسا ہے کہ تھوڑے ہی آدمی ہوتے ہیں جو اُسکو سنبھال سکتے ہیں۔ اُنھیں شخص کے سر پر تاج رکھا جا سکتا ہے۔ کہ جو اپنے ملک کی حفاظت کرتا ہے۔ اور حکومت کرتا ہی۔ یہ اُس کا فرض ہے کہ وہ غریبوں کے یتیموں کے ضعیفوں کے آنسو پونچھے اور آدمیوں کو خوش کرے۔ وہ ہمیشہ اپنی رعایا کی بہبود میں کوشش کرے۔ بوڑھوں کی پرورش کا سامان تیار کرے۔ میدان جنگ میں کارزار راست کرداری کیسا تھ کرنی چاہیے۔ ناراستی سے دشمن پر فتح پانا اپنے تئیں ہلاک کرنا ہے جبتک راجہ اپنے نفس امارہ کو نہیں مارتا اُس کا راج سلامت نہیں رہتا۔ پس جو راجہ راج مدتوں تک کرنا چاہے وہ پہلے اپنے نفس امارہ کو مارے۔ جو راجہ اپنے نفس کو محکوم رکھے گا وہ اپنی تمام سرزمین پر حکومت کریگا۔ غصہ۔ شہوت پرستی۔ یہ دو دشمن ایسے ہیں کہ راجہ کو خراب خستہ کرتے ہیں اور نیکی کی حد سے پرے لیجاتے ہیں اور ایسا کرتے ہیں جیسے کہ چھوٹے خانہ کے جالوں میں بڑی مچھلیاں پھنس کر تباہ اور برباد ہوتی ہیں۔ ایسے ہی اُن دو دشمنوں کے ہاتھ میں پڑکر راجہ برباد ہوتا ہے جس راجہ نے اُن دشمنوں کو زنجیروں میں جکڑ لیا پھر وہ دنیا کی برابر سلطنت پر حکومت حاصل کرسکتا ہے۔ اگر کوئی کمینہ اور شریر راجہ اُس جاہ و منصب قدرت کو جسپر رعایا کی قسمت موقوف ہے غصب کر لیتا ہے تو اُسپر خدا کا غضب و قہر نازل ہوتا ہی۔ جو راجہ آسودہ حال ہیں اور بڑی بڑی کام کرنا چاہتے ہیں اُن کو چاہیے کہ وہ اپنی ہوا نفسانی کو دبائے رکھیں۔ جو راجہ ایسا کرتا ہے اُسکی عقل ایسی بڑھتی ہے جیسے آگ ایندھن سے بھڑکتی ہی۔ کیونکہ یہ ہوا نفسانی قابو میں نہ آئیں تو وہ راجہ کو ایسا غارت کر دیتی ہیں جیسے کہ شریر گھوڑے اناڑی رتھ بان کے ہاتھ تلے رتھ کے ٹکڑے سڑک پر اُڑا دیتے ہیں۔ جو راجہ اپنے نفس کو کہنے میں نہیں رکھ سکتا وہ وزرا پر عتاب کرتا ہی۔ بغیر اُن کے مطیع کرنے کے دشمنوں پر فتح چاہتا ہے وہ ضرور بےکس ہو کر شکست پاتا ہے مگر جو دانشمند راجہ اپنے نفس کو دشمن سمجھکر مطیع بناتا ہے اور اُس کو اپنے بس میں کرتا ہی تو وہ اپنے وزیروں کو مطیع اور دشمنوں کو مغلوب کرسکتا ہے سر پر اقبالمندی کھڑی رہتی ہے۔ اپنے پرائے اُس کے حکم کو مانتے ہیں بدکار و نیز

ڈھونڈا چلاتا ہے - نیک کرداروں کی قدر کرتا ہے - وہ اُن جاہلوں پر رحم کرتا ہے جو اپنی بے علمی کے سبب سے خطا کرتے ہیں - وہ جانتا ہے کہ سب سے زیادہ یہ علم مشکل ہے کہ آدمی بُری بھلی کو سمجھے - وہ سیدھے سادے آدمیوں کو نہیں ستاتا - وہ یہ سمجھتا ہے کہ میرا بڑا خزانہ جنہیں زر و گوہر چمکتے ہوئے ہیں وہ سورما سپاہی اور بہادر لشکر ہے - وہ انہیں بہادر سپاہیوں کو اپنا قلعہ استوار جانتا ہے اور سمجھتا ہے کہ جب ہنگامۂ کارزار گرم ہو اور دشمن ملک میں ہل چل ڈال رہے ہوں تو گو حصن و حصار ہوں مگر دشمنوں کا مقابلہ کرنے والے اور اُن کو پرے ہٹانے والے یہ سپاہی ہی ہوتے ہیں - وہ اہل علم اور شاعروں کی بھی قدر کرتا ہے - اور جانتا ہے کہ شاعروں کے بدون کسی کی ناموری باقی نہیں رہ سکتی - بہت سے بڑے بڑے راجہ گذرے ہیں جنکا نام بھی کوئی اب نہیں جانتا - اس سبب سے کہ شاعروں نے اُن کا حال نہیں لکھا +

(۱۲۰) وطن کی محبت -

جو آدمی کو چین و آرام اپنے غریب گھر میں جہاں وہ پیدا ہوا ہے حاصل ہوتا ہے وہ بہشت میں بھی اُسکو نہیں حاصل ہوتا - جہاں سارے اسباب آسمانی موجود ہوتے ہیں - غرض جو مسرت انسان کو اپنے شہر میں اپنے قلعہ میں - اپنے گھر میں حاصل ہوتی ہے وہ کہیں نہیں ہوتی - انسان اپنے وطن کی محبت میں جان کی پروا نہیں کرتا - جب آدمی بہت دنوں باہر رہ کر اپنے گھر میں خواہ کیسا ہی کنگال ہو - آتا ہے جس میں اُسکی آنول نال گڑی ہے اور بچپنے میں کھیلا ہے تو اُس کو وہ آرام اور چین ملتا ہے کہ جنت میں بھی نہیں ملتا +

(۱۲۱) سفر -

جو شخص تمام دنیا میں جسمیں ہزاروں چیزیں ہیں نہیں پھرتا - اور اُنکی تحقیقات نہیں کرتا وہ کنوئے کا مینڈک ہے - راجہ جو لڑنا نہیں جانتا اور برہمن جو سفر نہیں کرتا اُن کو زمین یوں کھا جاتی ہے جیسے کہ سانپ اُن چیزوں کو کھا جاتا ہے جو اُس کے بل میں پڑی ہوں -

(۱۲۲) ضرر رساں چیز خواہ کیسی ہی عزیز ہو اُسے دور کرنا چاہئیے

جو بیگانہ آدمی ہمارے ساتھ بھلائی کرے اور ہمارے مرض کی دوا کرکے دور کردے - اُس کو بیٹا سمجھنا چاہئیے - اور بیٹے کو جو ضرر پہنچائے تو اُسکے ساتھ وہ سلوک کرنا چاہئیے جو امراض مہلک کے

کیا جاتا ہے۔ جو اعضا آدمی کے سارے اعضا کو ضرر پہنچاتی اُسکو کاٹ ڈالنا چاہئے۔ اُس کے ہونے سے تمام جسم ضعیف ہوتا ہی۔ اُسکے قطع کرنیسے پھر قوت حاصل ہوتی ہے۔

(۱۲۳) آدمی کی اپنے مُلک میں عزت نہیں ہوتی

جس آدمی کو لوگ اپنا رشتہ دار جانتے ہیں اُس کو مثل اپنے ایک سانچہ کا ڈھلا ہوا سمجھتے ہیں خواہ وہ اُن سے کیسا ہی برتر اور اعلیٰ تر ہو۔ اور جو اجنبی آدمی عالی خیال ہوتا ہی اُس کو تسلیم کر لیتے ہیں +

(۱۲۴) آدمی کے پیشے و مذاق

انسان کے مختلف پیشے اور مذاق جدا جدا ہوتے ہیں اور اُن کے آمال و مقاصد بھی علیحدہ علیحدہ ہیں۔ ہر ایک اپنی ہی چیزوں کی مرمت کی تلاش میں ہے۔ طبیب اس انتظار میں بیٹھا ہے کہ کوئی مریض آئے تو اُسکا خوشی سے علاج کروں۔ پیرجی اس امید میں بیٹھے ہیں کہ کوئی مرید احمق آئے تو اُسکا سر مونڈوں۔ ہر دستکار اپنی کوئی نہ کوئی چیز اس لئے تیار کرتا ہے کہ دولتمند کے دولت کا کوئی حصہ اُسکے عوض میں لے۔ غرض ہر شخص بکار خود ہشیار ہے۔ کوئی طبیب ہے۔ کوئی شاعر ہے۔ کوئی سنار ہے۔ سب کی آرزو و تمنا یہ ہے کہ دولت حاصل کریں اسی کو اپنا مرجع بنا کے اُسکی طرف مختلف وسائل اور راہوں سے ایسے دوڑتے ہیں جیسے لوگ ان گاؤں کے پکڑنے کے لئے بھاگتے ہیں جو احاطہ سے باہر نکل کر دور گھاس چرنے چلے گئے ہوں۔ گھوڑے یہ چاہتے ہیں کہ ہلکا جو ہمارے کندھے پر رکھا جائے۔ ظریف اپنی ظرافت پر مرتے ہیں۔ خوبصورت عورتیں مردوں کے عشق میں مبتلا ہیں پیاسے مینڈک تالاب کو ڈھونڈتے ہیں کار ہر مرد ہے

(۱۲۵) قمار باز۔

پانسے جو تختے پر پھینکے جاتے ہیں اُن کے دیکھنے سے میرا دل باغ باغ ہوتا ہی سوم کا میٹھا رس مجھے خوشی کے وقت میں خوش نہیں آتا جتنا ان پانسوں کا پھینکنا۔ میری بی بی ایسی نیک بخت تھی کہ جھگڑا و رنج کبھی نہیں کرتی تھی۔ وہ مجھ پر ہمیشہ اشرافوں کی طرح مہربان تھی۔ مگر میں اس جوئے میں ایسا دیوانہ بن گیا کہ میں نے اُس نازک بدن کو ایسا چھوڑ دیا کہ وہ مجھ سے خفا اور صورت سے بیزار ہو گئی۔ میں گھر جاتا ہوں تو وہ مجھے پاؤں سے ٹھکرا کر گھر سے باہر نکالتی ہے۔ اُسکی ماں بھی مجھ پر غصہ نکالتی ہے

یا الٰہی میں کس بلا میں مبتلا ہوا لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلاتا ہوں۔ اُن کی منتیں کرتا ہوں مگر کوئی
میرے حال پر متوجہ نہیں ہوتا۔ سب جگہ دُر دُر پھٹ پھٹ سُنتا ہوں۔ میرا حال تھکلے ہارے بوڑھے
گھوڑے کا سا یا ٹوٹی پھوٹی رتھ کا سا ہو گیا ہے بیوی نے مجھے چھوڑ دیا جسکے خواستگار اور بڑے
بڑے بہادر کھڑے ہو گئے۔ ماں باپ دیوانہ سمجھ کے میرے ہاتھ پاؤں باندھ کے گھر میں رکھتے
ہیں یا باہر نکالتے ہیں۔ دوست مجھ سے نفرت کرتے ہیں میں اس اپنی حماقت کی اصلاح کرتا ہوں
اور آیندہ کے واسطے توبہ کرتا ہوں کہ پھر کبھی اپنے سرمایہ دولت کو داؤں پر نہ لگاؤں گا۔ مگر جہاں
پانسوں کے پھینکنے کی کان میں آواز آئی تو پھر وہی ہڑک اُٹھی اور میری توبہ ٹوٹ گئی اُن کے پاس
ایسا بیتاب ہو کر دوڑا جیسے کوئی عاشق معشوق پاس ہم آغوش ہونے کے لئے جاتا ہے۔ کھیلنے
میں جلدی کرتا ہوں۔ ہر دفعہ جیتنے کی امید بڑھتی جاتی ہے۔ جتنا ہارتا ہوں اوتنی ہی سینہ میں
سرگرمی کی آگ بھڑکتی جاتی ہے۔ اپنی قسمت آزمائی سے کبھی تھکتا نہیں۔ یا پانسوں پر جو آدمی فدا ہوتے
ہیں وہ اُن کے کانٹے پھوتے ہیں۔ چیرتے پھاڑتے ہیں۔ آزار پہنچا دیتے ہیں تو دوسرے دن اُس
سے زیادہ اُنکو نقصان پہنچاتے ہیں۔ یہ پانسے بھی کھلاڑی خود مختار گروہ ہے کہ جو انسان کی قسمت
پر فرمان چلاتا ہے۔ وہ اُن پر ہنستے ہیں جو بڑی غضب ناک پیشانی رکھتے ہیں اور بادشاہ
بھی اُن کے آگے سر جھکاتے ہیں وہ خود تو نیچے گرتے ہیں مگر اور آدمیوں کو وہ اوپر باندہ کے لٹکاتے
ہیں۔ اُن کے خود ہاتھ نہیں مگر آدمیوں کو بیدست و پا کر دیتے ہیں۔ گو خود برف سے زیادہ ٹھنڈے
ہیں مگر آدمی کے کلیجہ کو آگ سے زیادہ جلاتے ہیں۔ قمار باز کی بیوی سر پیٹتی ہے۔ ماں باپ اپنے بیٹے کی یہ
حرکتیں دیکھ کر روتے ہیں۔ آخر کو وہ ذلیل و خوار و محتاج ہو کر رات کو بھیک مانگتا ہے۔ یا ڈرتے ڈرتے چوری
کرتا ہے۔ وہ اوروں کی بیویوں کو دیکھتا ہے کہ بڑی سہاگ بھاگ سے خوش و خرم رہتی ہیں مگر
اُسکی بیوی بیچاری غمزدہ مصیبت کی ماری ہے۔ اُس سے اُسکا دل ٹکڑے ٹکڑے ہوتا ہے اُسکی
تباہی کا آغاز صبح کی روشنی میں شروع ہوتا ہے اور رات کی تاریکی میں بالکل تباہ ہو جاتا ہے
پانسے مہربانی کر کے مجھے کچھ عطیہ اپنا عطا کرتے ہیں۔ تو میں اُن کو شاباش دیتا ہوں مگر اپنے

دوستوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ وہ جوئے کو چھوڑیں اور زمین کو بوئیں جوئیں جس سے اپنی ریاست کا ثمرہ پائیں جو کچھ ہاتھ آئے اُس سے خوش رہیں اب پانسوں کے راجہ کے آگے ہاتھ جوڑ کر اپنی دل کی بات عرض کرنی چاہتا ہوں کہ اے راجہ تو ان پانسوں کو حکم دے کہ وہ مجھ پر مہربانی کرکے اپنی قید سے چھوڑ دیں اور اوروں کو اپنی زنجیر میں جکڑ کر اسیر کریں ؞

(۱۲۶) متفنی آدمی۔

متفنی آدمی وہاں نسکرا کر باتیں کرتا ہے جہاں اُسکی نیت بُری ہوتی ہے وہ ظاہر میں اپنے تئیں مسکین بناتا ہے مگر دل اُسکا ایسا تیز ہوتا ہے جیسے قینچی وہ ہاتھ جوڑتا ہے قسمیں کھاتا ہی صلح کرتا ہے۔ امید میں بڑھاتا ہی۔ غرض پہلے دشمن کو اپنی دوستی کا یقین دلاتا ہی پھر اسکے گلے پر چھری پھیرتا ہی۔ گیروی کپڑے پہن کر فقیر بنتا ہے۔ بالوں کو منڈاتا ہی۔ کھالیں پہنتا ہی۔ یوں دشمن کے دل میں اعتبار پیدا کرتا ہے پھر بھیڑیے کی طرح پکڑ لیتا ہے۔ بیٹا ہو۔ بھائی ہو۔ باپ ہو۔ دوست ہو۔ جو اُسکی مطلب برآری میں حارج ہو اُن کو قتل کر ڈالتا ہی۔ وہ سمجھتا ہے کہ جبتک آدمی دشمن کو قتل نہ کرے جس سے اور لوگ ڈریں اور مچھلی مارنے والے کی طرح جبتک کانٹا نہ لگائے کامیاب نہیں ہوتا۔

(۱۲۷) فیاضی

فیاض نہ کبھی رنجیدہ ہوتا ہے نہ مرتا ہے۔ نہ اسکو رنج اور تردد ہوتا ہے۔ دُنیا اور دُنیا کی ساری خوشیاں اُسی کے لئے ہوتی ہیں عقبیٰ میں اُسی کو نعمتیں ملتی ہیں وہ شاہانہ محل میں بیٹھا ہوتا ہے۔ دیوتاؤں کی شان و شکوہ کے ساتھ رہتا ہے۔ دل کی فریفتہ کرنے والی دلہن جواہر و زر کی اُسکی بغل میں شاد و خرم بیٹھی ہوئی ہے اور اپنی محبت سے اُسکے دل کو مسرور کرتی ہی۔ اُس کے پاس اناج کے ڈھیر لگے ہوتے ہیں۔ غرض عجب راحت جاوید کے ساتھ اُسکی زندگی بسر ہوتی ہی۔ اُس کے رتھ کے گھوڑے باد پا اُچھلتے کودتے کلولیں کرتے ہنہناتے ہیں۔ امداد الٰہی اُس کے دشمنوں کی پامالی کے لئے آمادہ رہتی ہے۔ دُنیا میں جیسے محتاج۔ غریب ضعیف۔ دُبلے۔ پتلے فاقہ مرتے ہیں ایسے ہی موٹے تازے مرتے ہیں۔ پس جس شخص کے پاس بہت کچھ دھن ہو وہ ایسی

سنگدلی نہ اختیار کرے کہ خود غرضی کے سوا اُسے کسی کار خیر میں نہ خرچ کرے اور جو بھوکے
اُسے مانگنے آئیں اُن کے دل کو تسلی و تشفی نہ دے۔ وہ دولت کا ہے کو ہی جو بھوکے دوست کو دُہکا کر کر
ربھوکے اُلٹے چلے جاؤ اور اس سبب سے اُسکو کسی اور فیاض کا گہر تلاش کرنا پڑے مسکینوں غریبوں
کی پرورش کر جہانتک تجھ سے ہو سکے۔ آئندہ زمانہ کی تاریک کتاب میں پڑھتا رہو کہ یہ دولت تیری پاس
سے اُڑ جائیگی تو اُسکی بے ثباتی مہربانیوں پر نازاں نہ ہو۔ اُس کا حال رتھ کے پہیہ کا سا ہے کہ جو حصہ
اُسکا اوپر ہوتا ہے وہی نیچے گر کر زمین پر لگتا ہے۔ دولت ہمیشہ اپنی جگہ بدلتی رہتی ہے۔ جس شخص کی دولت
میں دوست شریک نہیں ہوتے وہ غارت ہو جاتی ہے۔ جو اکیلا کہاتا ہے وہ اکیلا ہی گناہ کی سزا بھگتا ہے۔
(۲) سچے فیاض اپنی نیکی کا عوض ایسا ہی نہیں چاہتے جیسے کہ بادل اپنا مینہ زمین پر برسا کے بدل
نہیں چاہتے۔ فیاض اپنے مال کا مآل اور محنت کا ثمرہ یہی سمجھتا ہے کہ محتاجوں کی احتیاجیں روا کرے۔
او شخصوں کے ساتھ دوستی کرے دنیا و عقبیٰ دونوں میں سخاوت کی برابر کوئی نیکی نہیں۔ جو شخص سخاوت
کرتا ہے وہی زندہ ہی نہیں مُردہ ہے۔ دانشمند اپنی دولت سے ایسا ہی فائدہ پہنچاتا ہے جیسے چھلکتا ہوا
تالاب اہل شہر کو پانی دیتا ہے۔ یا جیسے شہر کے گرد بارور درخت اہل شہر کو متمتع کرتے ہیں۔ جیسا کہ درختوں کی
پتوں پھلوں۔ چھالوں سے بیماریوں کا علاج ہوتا ہے ایسا ہی اسکی دولت سے مریضوں کا علاج ہوتا
ہے۔ سخی کی دولت خواہ کیسی ہی کم ہو جائے وہ اپنی سخاوت کے فرض کو نہیں چھوڑتا۔
(۳) جو شخص دیانت داری و ایمانداری سے تھوڑی چیز بھی خیرات کرتا ہے وہ خدا کے نزدیک دولتمندوں کی
بڑی بڑی چیزوں کی خیرات سے زیادہ وقعت رکھتی ہے +

مضامین متفرق ہندوؤں کی کتابوں سے

(۱) بسنت رُت

بسنت رُت بھی ایک راجہ ہے جسنے اپنے بڑے بڑے خیما و شامیانے کا ہے کے تنے ہیں بڑے بڑے درختوں کے پتوں پر جال دار بیلیں ڈالی ہیں آسنے جھنڈے اور پھریرے کیلوں اور کھجوروں کی درختوں کے قایم کئے ہیں جنکو کوئی بڑا ہی زبردست پہلوان ہوگا جو دیکھکر نہ متحیر ہوگا۔ جو بھانت بھانت کے درختوں پر پھول کھل رہے ہیں وہ اُسکے تیر انداز سپاہی ہیں جو طرح طرح کی وردیاں پہنے ہیں اور ان میں جو کوئی بڑا ہی سہانا درخت کھڑا ہے وہ گویا سور بیر افسر ہے۔ بھونروں کی گونج جو ہو رہی ہے وہ شہنائی بج رہی ہے۔ کوئلیں جو بول رہی ہیں وہ اُسکے مست ہاتھی ہیں۔ بگلے بیل و خچر و اونٹ ہیں۔ مور اور چکور طوطے اُسکے جنگی گھوڑے ہیں کبوتر ہنس اُسکے عربی گھوڑے ہیں۔ ٹیٹر تیتر اُسکے پیادے ہیں ہوا جو مندی مندی خوشبودار چل رہی ہے وہ گویا قاصدی کر رہی ہے غرض بسنت اپنا لشکر لئے ہوئے ان عاشقوں پر دھاوا کر رہی ہے جن سے کہ معشوق جدا ہیں +

(۲) برسات

آسمان میں جو بادل گھمنڈ کر بڑے زور شور سے گرجتے ہیں اُن کے سُننے سے بنا پیاری کے میرا دل ڈرتا ہے بیچ میں بیچ میں چنچل بجلی۔ بادلوں میں چمک کر پھر اُن میں ایسی چھپ جاتی ہے جیسے اوچھے سفلے کی محبت بڑھتی نہیں بادل زمین کی طرف جھوم جھوم کر کیسے جھکتے ہیں جیسے کہ پنڈت ودیا پا کر جھکتے ہیں بھاری مینہ کی بوندوں کی پہاڑ برداشت ایسی کرتے ہیں جیسے کہ نیک آدمی بڑے آدمیوں کی بُری باتوں کو سُنکر سہ لیتے ہیں چھوٹی چھوٹی ندیاں اور نالیاں اور جھیلیں تھوڑے پانی سے ایسی اُمنگ سے چلتی ہیں جیسے کہ سفلے کمینے تھوڑی

دولت سے ابھر کر چلتے ہیں۔ آب باران زمین کے اختلاط سے ایسا مکدر ہو جاتا ہی جیسے کہ سچا دل
دنیا کی خواہشوں سے مکدر ہو جاتا ہے۔ تالابوں میں سب طرف سے سمٹ سمٹ کر ایسا پانی آتا ہے
جیسے سچے آدمیوں کے پاس سب اچھے گن آتے ہیں گھنی گھاس کے اگنے سے زمین ایسی ہری ہو رہی ہے
کہ اسمیں راستہ ایسا سجھائی نہیں دیتا جیسا کہ مقدس کتابیں ناپاک کتابوں کی کثرت میں نہیں پہچانی
جاتیں چاروں طرف مینڈک کی آوازیں دادرے میں ہو رہی ہیں کہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ پنڈتوں کے
گروہ بید پڑھ رہے ہیں۔ خاک دھول تو کہیں ڈھونڈی نہیں ملتی۔ اسکو برسات نے ایسا مٹا دیا ہے
جیسا کہ غصہ دھرم کو مٹا دیتا ہے درختوں میں نئی نئی کونپلیں ایسی بڑھ رہی ہیں جیسے کہ خدا پرستوں کی معرفت
مدار اور جواسہ کے درخت بن پتوں کے ایسے ہو گئے ہیں جیسے کہ عمدہ انتظام کے راج میں۔ چور بٹ مار اور
شریر بدکار نابود ہو جاتے ہیں چاہے جس طرح تلاش کرو کہیں کوئی بیٹھا گرد آلودہ نظر نہیں آئیگی وہ کیسے
چھپ گئی ہیں جیسے غصہ اور دکھ میں مذہب نظر سے چھپ جاتا ہے کھیتوں کے سبب سے زمین وہ زرخیزی
کر رہی جیسے کہ کوئی دولتمند فیاض زرریزی کرتا ہی۔ گھٹا کی راتوں میں جگنو اپنی ایسی چمک دکھاتے
ہیں جیسے کہ کوئی بڑا گروہ ریاکاروں کا اپنی ریاکاری دکھاتا ہے۔ مینہ کی شدت سے کھیتوں کی مینڈیں
جابجا سے ایسی غارت ہو گئی ہیں جیسے کہ عورت اپنی بری عادتوں سے تباہ ہو جاتی ہے جیسے ہوشیار
کسان اپنے کھیتوں کو نرا کر گھاس پھوس ایسا نکال کر پھینک دیتے ہیں جیسے دانشمند عاقل جہالت کے تعلی
غرور کو دور کرتے ہیں چکوا چکئی ایسے غائب ہو گئی ہیں جیسے کہ لڑائی جھگڑے میں دھرم آتما غائب ہو جاتے
ہیں خواہ کتنا ہی شورہ زمین پر مینہ برسے اسپر گھاس ایسی نہیں جمتی جیسے کہ خدا پرستوں کے دل میں شہوات
نفسانی نہیں پیدا ہوتی۔ رنگا رنگ کے کیڑے مکوڑے زمین کے ایسے بڑھتے ہیں جیسے کہ اچھے راج کے
اندر پرجا بڑھتی ہے جابجا تھکے ہوئے مسافر ایسے ٹھہر رہے ہیں جیسے کہ آدمی کے حواس خمسہ ظاہری
بعد معرفت کے ٹھہر جاتے ہیں۔ تند ہوا بادلوں کو ایسا پراگندہ کر رہی ہے جیسے کہ کپوت کے پیدا ہونے سے
کل خاندان پریشان ہوتا ہی۔ کبھی اندھیرا کبھی اجالا دن میں ایسا ہو جاتا ہے جیسے اچھی بری
صحبت سے بھلا برا +

(۳) تالاب

تالاب کیسا گہرا اور چوڑا ہے اسکا پانی ایسا پاک تھا جیسا کہ اہل صفا کا دل اُسکے چاروں طرف گھاٹ بنے ہوئے تھے اُن کے اوپر چاروں طرف سے طرح طرح کے جانور پانی پینے کے لئے ایسے جمع رہتے تھے جیسے کہ کسی سخی دولتمند کے دروازہ پر مانگنے والے اکٹھے ہوتے ہیں اسکے گہرے پانی میں مچھلیاں ایسے سُکھ سے رہتی ہیں جیسے کہ اہل الیقین کا دل چین سے رہتا ہے اسکے پانی پر کنولوں کا بچھونا ایسے بچھا ہوا تھا کہ جس کے نیچے پانی کا دیکھنا ایسا مشکل تھا جیسا کہ آتما کا دنیا میں آئیں کنولوں کے پھول نیلے پیلے لال اجلے پھول رہے تھے۔ اور اُن کے اوپر بھونرے پیاری آواز سے گونج رہے تھے۔ اور اُن میں مرغابیاں ہنس ایسے بول رہی تھی کہ یہ معلوم ہوتا تھا کہ یاد الہی کر رہے ہیں اور خوبصورت خوبصورت جانور اپنی دُھن میں ایسا راگ گا رہے تھے کہ دائیں بائیں طرف مسافر خود بخود اُن کے سننے کو چلے آتے تھے۔ یا وہ بلاتے تھے۔ تالاب کے آس پاس منی لوگوں کے آشرم استھان بنے تھے اُن کے گرد آن کے درخت سوبھا دیتے تھے کہیں چمپا کے درخت کہیں مولسری کہیں کرم کہیں تمال کہیں بڑ کہیں کٹھل کہیں ڈھاکہ کہیں سندرسال اور ایسے ہی اور ہر درخت میں نئی نئی کونپلیں نکلی تھیں رنگ برنگ کے پھول لگ رہے تھے۔ کوئل وہ الاپ رہی تھی کہ جسکی سریلی آواز سُن کر منی لوگوں کے دھیان چھٹ جاتے تھے۔ درخت پھلوں کے بوجھ سے زمین پر ایسے جھک جاتے تھے جیسے کہ فیاض دولت کے بڑھنے سے جھک جاتے ہیں

(۴) برسات کے مینڈک

مینڈک ایسی نچلی ایک جگہہ بیٹھے ہوئے ہیں جیسے کوئی برہمن کسی سنکلپ کے لئے بیٹھا ہو سوکھی ہوئی اور جُھریاں پڑی ہوئی کھال کی صورت میں وہ پڑے ہوئے ہیں بہت دنوں سے گرمی کے مارے ضعیف و خشک ہو گئے ہیں مدتوں سے مینہ کے انتظار میں بیٹھے ہوئے بے فائدہ سوکھ رہے تھے۔ ہوا کی گرمی نے اُن کو مردہ اور پژمردہ بنا رکھا تھا۔ اب برسات آئی مینہ موسلادھار برسنا شروع ہوا زمین کے میدانوں میں پانی پانی ہو گیا۔ دریا بہنے لگے بادل سورج پر چھا گئے ہوا ٹھنڈی ہو گئی۔ تالاب جو مدتوں سے پانی سے خالی سوکھے پڑے تھے وہ سب بھر گئے اب مینڈک اُن میں تیر رہے ہیں۔ اور اُن کا جسم پانی میں ڈوبا ہوا ہے

اُن کے ٹرانے کی آوازیں دور جا رہی ہیں۔ خوب تر بتر ہو کر خوشی خوشی اُچھلتے کودتے ہیں۔
اُنہیں مل مل کر خوب غل مچاتے ہیں ایک دوسرے کی پیٹھ پر اُچھل کر جا بیٹھتا ہے اور ایک دوسرے کی
آواز کے ساتھ اپنی آواز ملا دیتا ہے جیسے کہ پڑھانیوالا ایک لفظ کہتا ہی اور پھر سب پڑھنے والے
لڑکے اُس لفظ کو ایک ساتھ کہتے ہیں اسی طرح یہ مینڈک بولتے ہیں جو ایک غوک بولتا ہی پھر اور غوک
بولتے ہیں اُن کے گلوں سے مختلف آوازیں نکلتی ہیں کوئی گائے کی کوئی بھیڑ کی آواز نکالتا ہی۔ اگرچہ نام
سب کا ایک ہی مگر وہ جدا جدا رنگوں میں جھلکتے ہیں کوئی سبز ہی کوئی بھورا۔ جیسے کہ موسم کی رت میں [illegible]
پیالے کے گرد ایک ساتھ بولتے ہیں ایسے ہی وہ بولتے ہیں۔ برسات میں آجکل تالابوں کو مینڈک گھیرے
ہوئے ہیں اور ہوا کو اپنی آوازوں سے بھر رکھا ہی گویا یہ معلوم ہوتا ہی کہ پنڈت بھجن خدا کی تعریف میں
گا رہے ہیں جیسے کہ کوئی پنڈت ہانڈی کو چولہ پر رکھ کر پسینے پسینے ہو جاتا ہے اور جب دیکھتا ہے کہ وہ بہت
گرم ہو گئی تو جلدی سے آنچ کو بجھا دیتا ہے ایسے ہی مینڈک جب دیکھتے ہیں کہ گرمی کا موسم بہت ستاتا
ہے تو وہ جلدی سے پھر آنکر پانی میں ڈوب جاتے ہیں خدا نے جو قاعدے مقرر کئے ہیں اُنسے وہ کبھی انحراف
نہیں کرتے۔ وہ سب موسموں کے قاعدوں کو برتتے ہیں +

(۵) جاڑے کا موسم۔

برسات گئی جاڑا آیا۔ یہ خزاں کا موسم بھی بہار سے کم نہیں اسمیں بھی طرح طرح کے خوشنا بیل کمل گل کا بیل
پھولتے پھلتے ہیں اناج بھی پیدا ہوتا ہی اُجلے اُجلے پھولے کانس زمین پر ایسے چھا رہے ہیں کہ یہ معلوم ہوتا
ہی کہ برسات اپنا بڑھاپا دکھاتی ہی تمام سڑکوں راستوں پر پانی ایسا خشک ہو گیا جیسے کہ طمع قناعت
سے سوکھ جاتی ہی۔ دریاؤں اور تالابوں کا جل وہ نرمل اُجلا ہے جیسے صاف ضمیروں کا دل مکر و فریب کی
کدورت سے پاک ہوتا ہی ندی تالابوں کا پانی تھوڑا تھوڑا سوکھ کر یوں اُترتا جاتا ہی کہ گیانی لوگ
سبھ سبھ نفسانیت کو چھوڑتے جاتے ہیں اب کہیں کیچڑ ہے نہ دھول ہی۔ ساری زمین ایسی سہانی ہے
جیسے کہ عادل اور منتظم راجا کی پرجا۔ آسمان پر کہیں بادل نہیں اسکا مطلع ایسا صاف ہے جیسا کہ خدا پرست
[illegible] کا دل دنیا کی ہوا و ہوس سے پاک ہوتا ہے پانی کے تھوڑے ہو جانے سے مچھلیاں ایسی بے کل [illegible]

بے چین ہو رہی ہیں جیسے کوئی کنبے والا مفلس دولت اڑا کر بے آرام ہوتا ہی - جاڑی کی موسم مین کبھی
کبھی مینہہ کے چھینٹے ایسی پڑتے ہیں جیسے کہ اُس آدمی کا دھرم کبھی کبھی اپنا جلوہ دکھاتا ہی جسکا دہرم پکا نہیں ہوتا
گہری پانی میں جیسے مچھلیاں بڑی شکھ چین پاتی ہیں ایسے کامل عابدوں کا دل آرام سے رہتا ہی اور
کوئی خوف اُن کو نہیں ہوتا - پانی کے جانوروں کو پانی کے سوکھ جانے کا ایسا خوف لگا رہتا ہی جیسے کہ
کم درجہ کے عابدوں کو دنیا کی محبت کے سبب خدا سے غافل ہو جانے کا ڈر رہتا ہے - اب اس موسم میں
بھونرے جھنڈ کے جھنڈ گونجتے ہیں اور سندر پشو پنچھی آنند سے رہتی ہیں - چکوا چکوی رات دیکھ دیکھ کر
ایسے رنجیدہ ہوتے ہیں جیسے کہ خبیث اوروں کی دولت دیکھ کر آزردہ ہوتے ہیں - پپیہا ماری پیاس کے ایسا
بیتاب ہوتا ہی جیسے کہ کوئی آدمی خدا تعالیٰ سے لڑائی باندھ کر پریشان ہوتا ہی - جاڑی کی راتوں نے گرمی
چاند ایسا اُڑا لیجاتا ہی جیسا کہ سنی درشن سے پاپ جاتا رہتا ہی - چکوروں کے جھنڈ کے جھنڈ چاند کی طرف ایسی
آنکھیں لگا رہے ہیں جیسے کہ خدا پرست خدا کی طرف دل لگاتے ہیں - مچھر ڈانس کا جاڑے نے ستیاناس ملا
دیا ہی جیسا کہ برہمن کے ستانے سے کسی کنبے کا ستیاناس ہوتا ہے - اس موسم میں حشرات الارض کیڑی کوڑی
سے زمین ایسی پاک ہو گئی ہی جیسے کہ مرشد کامل کے پانے سے آدمی کے دل کے وسوسے اور مخمصے دور ہو جاتے ہیں

(۸) بن وبہار

بن بہار پر وہ بہار تھی جسکو دیکھ کر آدمی ایسا خوش ہوتا تھا جیسے کہ کوئی بڑا بھوکا اچھا کھانا دیکھ کر
خوش ہوتا ہی یا کوئی بڑی آفت رسیدہ پرجا اچھے راجہ کو پاکر خوش ہوتی ہی - سہاونا بن ایسا دیس تھا کہ
جسمیں تارک الدنیا ہونا راج کرتا تھا - دانائی وزارت کرتی تھی - نیم اور دہرم جسکے مہا بلوان لڑنیوالے
تھے تسلیم و رضا جسکی پیاری اور حسین شہزادیاں تھیں شاہانہ دانائی نے دہوکہ و فریب مکر کے بادشاہ کو
مغلوب کر لیا - وہ بے کھٹکے راج کرتا ہے اور بالکل اُسی کا راج ہی بن میں جو اکثر جوگیوں کے آشرم بنی ہوئے
ہیں نگر اور گاؤں کہیری معلوم ہوتے ہیں بہت سے رنگ برنگ کے پنچھی - پشو - لنگے - باندری ہیں - خرگوش ہاتھی
شیر - باگھ - سور - بیل بھیسا - بھیڑیا - بیر کو چھوڑ کر ایک ہی ساتھ پھرتے رہتی ہیں - آٹھوں پہر جو جھرنے
جھرتے ہیں اور مست ہاتھی گرجتے ہیں تو یہ معلوم ہوتا ہی سب طرح کے باجے بجتے ہیں - چکوا چکوی

پپیہا - کیسر - کوکلا - ہنس یہ جو سب بولتی ہیں اور مور جو ناچتے ہیں بن کے برکھے - بیل - گھاس - جو سب
بھچے پھیلے ہیں تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ جنگل میں آمنگ منگل ہو رہا ہے +

(۷) بن

بن میں کیا خوفناک تنہائی ہے سب سے الگ ہی کہیں اسمیں راہ نہیں تاریک ہی آدمی کا اسمیں جاتے ہوئی کلیجہ دھڑکتا ہی - فرزندہ چرندہ - پرندہ - جانوروں کی وہ پرورش کرتی ہی - مگر وہ آپس میں ایک دوسرے کو مارتے ہیں وہ بہت سے شیریں میوے پیدا کرتی ہے جنکو مسافر کھاکر سیر ہوتے ہیں پھولوں کے کھلنے سے گلزار بن رہی ہے اُن کی خوشبو سے ہوا مہک رہی ہے - دہقانوں کے ہاتھ سے اس میں زراعت نہیں ہوئی مگر اُسنے خود آسمان سے پانی کو لیکر اپنے تئیں سرسبز کیا ہی -

(۸) برات کی خوشی

خوشبوؤں کی دہونی کا دہواں اتنا اُٹھا کہ یہ معلوم ہوتا تھا کہ ساون کی گھٹا اُٹھی ہی اُمیں جو پھول برسائے جاتے تھے تو یہ معلوم ہوتا تھا کہ بگلوں کی پانت کالی گھٹا میں جاتی ہے سہرے جو لال - زرد - سبز نیلے جواہر کے پڑے ہوئے تھے یہ معلوم ہوتا تھا کہ قوس قزح نکلی ہے چھتوں پر جو عورتیں برات دیکھنے کو جھانک جھانک چھپ جاتی تھیں سو یہ معلوم ہوتا تھا کہ چنچل بجلی چمک رہی ہے - دہونسوں کی ہونہوں بادلوں کی گرج معلوم ہوتی تھی - فقیر جو غل مچا رہے تھے یہ معلوم ہوتا تھا کہ کوئل اور مینڈک اور مور بول رہے ہیں خوشیوں کی بوچھار مینہ کی جھڑی تھی جو نرناری کے کھیتوں کو شاداب کرتی تھی پرنیوں نے سندر پلنگ اطراف سے جڑی ہوئی بچھائی سفید چادر و توشکیں جو دودھ کے جھاگ سے بھی زیادہ سفید تھیں بچھائیں اُنپر سندر تکئے لگائی بہت سندر شامیانے تنے جنکو رتنوں کے دیپک اپنے پرکاش سے روشن کرتے تھے ❊ ❊ ❊ ❊

(۹) بسنت رُت

بسنت رُت رچ رہی ہی نئے نئے درختوں پر رنگ برنگ کے پھول کھل رہی - چاروں طرف بن - باغ - تالاب سہانے ہو رہی ہیں ٹھنڈی ٹھنڈی سگندھ بھری پون مندی مندی چل رہی ہے - عشق کی آگ سلگا رہی ہے مُردہ لوگوں کو زندہ دل بنا رہی ہی - ناچ رنگ کی محفلیں جمی ہوئی ہیں پریاں ناچ رہی ہیں - بہانت بہانت کے

پھولوں کی گیندیں البیلیاں اچھال رہی ہیں مالی تانوں کی ترنگوں میں گا رہے ہیں سب جگہ لاڈ پیار کی باتیں ہو رہی ہیں تالابوں میں سندر کمل کھل رہے ہیں اُنپر بھونروں کے جھنڈ کے جھنڈ گونج رہے ہیں سندر سُندر ہنس اُن میں تیر رہے ہیں۔ کوکلا اور پپیہا رس بھری سُر گا رہی ہیں

(۱۰) باغ۔

راجا کا باغ کیا سُندر تھا۔ یہ معلوم ہوتا تھا کہ بارہ مہینے اُس میں بسنت رُت رہی رہتی ہے طرح طرح کے درخت لگے تھے۔ اُنپر رنگ برنگ کی بیلیں پھیل رہی تھیں اُن میں کوپل بتی ہری ہری نکل رہی تھی میٹھی میٹھی پھل لٹک رہے تھے وہ خوشبودار پھول کھل رہے تھے کہ سارا باغ مہک رہا تھا اُنپر پپیہے۔ کوکلے۔ طوطے۔ چکور بول رہے تھے مور ہنسوں کے آگے مور ناچ رہے تھے باغ کے بیچوں بیچ میں ایک بڑا سہانا تالاب تھا جس کی سیڑھیاں یہ معلوم ہوتی تھیں کہ جواہرات سے جڑی ہوئی تھیں اُسکے ایک ایک بنا ہوئیں ہزاروں سنگار تھے۔ میٹھا ٹھنڈا نرمل جل بھرا تھا جاڑے کے موسم کے کمل طرح طرح کے پھول رہے تھے۔ اُن پر سندر جل پکشی بولتے تھے بھونرے گونجتے تھے۔ کوئی آدمی ایسا نہ ہوگا جسکا دل باغ کو دیکھ کر باغ باغ نہ ہوتا ہوگا اور دماغ معطر نہ ہوتا ہوگا۔

(۱۱) راجہ کی رجدھانی کا بیان

اجودھیا ایسا خوبصورت شہر تھا کہ جسکی صورت دیکھنے سے بیراگی اپنا بیراگ بھول جاتے تھے اُس کی اٹاریاں سونے کی جواہر سے جڑی تھیں اُسکے ستونوں کے فرش میں نگار رنگ کی گچ کی ہوئی تھی۔ اُسکے گرد کوٹ بڑا شاندار اور استوار بنا تھا جسکے کنگورے چمکدار رنگوں سے جگمگاتے تھے۔ اُسکے اندر نئے نئے گھروں کے منڈل ایسے بنے ہوئے تھے کہ معلوم ہوتا تھا کہ ساتوں ستاروں نے مل کر اندر کی راجدھانی امراوتی کو بھیجا ہی جسکی زمین پر رنگین کانچ کا وہ فرش کیا ہی کہ جسکو دیکھ کر منی لوگوں کا من رم جائے۔ اونچے اونچے مندر آسمان کو چھوتے تھے۔ اُن پر روشن کلس لگے ہوئے تھے۔ جن کو دیکھ چاند سورج شرمندہ ہوتے تھے جھرو بڑے دلپسند طرح طرح کے بنے ہوئے تھے۔ گھر گھر میں جواہر نگار چراغدان روشن ہوتے تھے جنکی روشنی میں پھولوں کی دہلیزیں جواہر نگار ستون سونے کی دیواریں جھلک جھلک کرتی تھیں یہ معلوم ہوتا تھا کہ ان مکانوں کو زمرد کا روالماس نگار یہ قدرت نے خود بنایا ہی۔ راج مندروں کے دروازوں میں سونے کے اندر ہیرے جڑے ہوئے تھے۔ ہر گھر میں

چترسال (تصویر خانہ) تھا جسکے اندر وہ اوتاروں کے چرتر لکھے گئے تھے جن پر مینوں کے من غش غش کرتے تھے گھر گھر میں پھلواری جن میں بیلیں اور کلیاں سب طرح کی سدا بہار لگی تھیں جن پر بھونرے گونجتے تھے ٹھنڈی ٹھنڈی مندی مندی پون مہکتی ہوئی چلتی تھی۔ بچوں نے طرح طرح کے پرند پال رکھے تھے کوئی میٹھی بولیاں بولتا تھا۔ کوئی بلند پروازی خوب کرتا تھا کسی کی صورت اچھی تھی گھروں کی چھتوں پر موروں کا ناچ تماشا دکھاتا تھا۔ پپیہے ہنس اپنا عکس آئینوں میں دیکھ کر خوب گاتے ناچتے تھے طوطے مینا ؤں کو بالک رام جن پالک کہنا سکھاتے تھے۔ راج دوار اتنا سندر بنا تھا۔ گلیاں۔ بازار۔ چوک بری قرینے سے بنی تھی۔ بازاروں کی خوبی بیان نہیں ہو سکتی۔ بن دھموں وہاں چیزیں ملتی تھیں جہاں لچھمی رانی خود حکومت کر رہی ہو وہاں کی دولتمندی کا بیان کب ہو سکتا ہے۔ بزاز۔ صراف اناج بیچنے والے دکانوں میں اچھے بنے بیٹھے تھے ہر ایک مرد۔ عورت۔ جوان۔ بوڑھا خوشحال نیک اطوار خوبصورت تھا شمال کو سرجو کا نرمل جل بہتا تھا اُسکے کنارے خوش وضع گھاٹوں کی برابر قطار تھی۔ کیا امکان کہ وہاں کہیں کیچڑ ہو۔ ایک بہت چوڑا سندر گھاٹ تھا جہاں ہاتھی گھوڑے پانی پیتے تھے۔ پنگھٹ طرح طرح کے بہت ہی مسرت افزا بنے ہوئے تھے جہاں کوئی نہا نہیں سکتا تھا۔ وہ آدمیوں کے پانی پینے ہی کے لئے بنائے گئے تھے۔ بڑا سندر راج گھاٹ تھا جہاں چاروں برن کے آدمی اشنان کرتے تھے۔ تمام کنارہ پر مندر بنے ہوئے تھے جنکے چاروں طرف درختوں کے جھنڈ بہت ہی خوبصورت لگے تھے کہیں کہیں سرجو کے کنارہ پر گیانی اور سنیاسی رہتے تھے ان بزرگوں تلسی کے متبرک درخت جا بجا بہت لگا رکھے تھے۔ شہر کے اندر کی سندرتائی بیان نہیں ہو سکتی مگر باہر بھی اُسکا فضا بہت خوش روح افزا تھا۔ اُسکے بن۔ باغ۔ باولی۔ تالاب کے دیکھنے سے پاپوں کا ناش ہوتا تھا۔ تالاب رنگ برنگ کے کنولوں سے بھرے تھے۔ پکشی اپنا اپنا راگ گاتے تھے۔ بھونرے گونجتے تھے۔ طوطے جو دانا کو ٹیں ٹیں مچاتے تھے گویا وہ مسافروں کو بُلاتے تھے کہ یہاں آؤ۔

(۱۲) راجدھانی جنک پور کا بیان

کیا شہر تھا جسکے اندر ہر جگہ ایسی دلکش تھی کہ جہاں بیٹھے وہاں سے اوٹھنے کو اور جہاں کھڑے ہو جسکے وہاں سے چلنے کو جی نہ چاہے۔ شہر کے چاروں طرف کنوئیں تالاب۔ باولیاں ستھری پاکیزہ۔ جن میں امرت سے زیادہ میٹھا

و نرمل جل بھرا ہوا اُن میں صد ہا رنگ کے آبی جانور تیرتے تھے۔ اُن میں کنول طرح طرح کے کھلے تھے اُن پر رس بھری بھونرے گونجتے تھے سیڑھیاں اُن کی جواہر کی ترشی ہوئی نظر آتی تھیں گھاٹوں پر ہر دم آدمیوں کا جمگھٹ لگا رہتا تھا۔ اُدھر تالابوں کا یہ بہار کا عالم اِدھر باغ۔ پھلواری۔ بن۔ آپ بن کا جوبن۔ وہ سدا پھولتے پھلتے رہتے تھے نت ہرے رہتے تھے۔ ان میں سگند بھری پون مندی مندی چلتی تھی۔ باہر کا یہ فضا ایسا مسرت افزا شہر اندر سے اور زیادہ دل چسپ دل کشا۔ بازار چوڑے چوڑے خوش وضع۔ ان میں نقاشی کی کام بنا ہوا۔ کہ جن پر نظر پڑی تو پھر مشکل سے پھرے۔ انمیں مہاجن سوداگر سب طرح کے اسباب حیروں لئے بیٹھے۔ سارے بازار ایسی مہکتے تھے۔ کہ یہ معلوم ہوتا تھا کہ عطر کا چھڑکاؤ ہوا ہی۔ برآمدے پارچے سونے اور جواہرات جڑے ہوئے۔ راج مندر وہ عالیشان جسکے دھن سنکھ کو دیکھ کر دیوتا بھی مہت ہو جائیں کوٹ وہ خوبصورت جسکے کواڑ زر نگار جواہر سے مرصع جنہیں دیکھ کر عقل دنگ ہو۔ یہ معلوم ہو کہ جیسے دہ بھون کی سندرتائی یہیں آکر اکھٹی ہوئی ہی۔ قلعہ وسیع دیواریں اسکی ایسی مضبوط جیسے پہاڑ اُس کے کواڑ وہ بجر اور راہ تو کسی کے توڑنے سے ٹوٹیں نہیں انمیں بڑی بڑی اصطبل رتھ خانے فیل خانے بنی ہوئی تھی جنمیں سدا گھوڑے۔ رتھ۔ ہاتھی بھری رہتے تھے۔ منتریوں۔ سینا پتوں۔ پہلوانوں امیروں کے مکان بھی ایسے ہی عالیشان بنی ہوئی تھے۔ نٹ۔ بھاٹ۔ ہر وقت موجود رہتے تھے۔ نگر باسی سارے بڑے ستھرے اجلے سندر سچے۔ دھرماتما گنی ان کار گیر ہمیشہ خوش۔ رات دن خوشی کے شادیانے بجتے تھے۔ رات کو رت جگے ہوتے تھے +

(۱۳۱) اہل اجودھیا کا حال

وہ اپنی شہوات کو بہ سخاوت۔ راستی سے مغلوب کرتے۔ اپنے ذخیروں کو دیوں کی برابر فیاضانہ تقسیم کرتے کوئی کنجوس نہیں جو اپنی دولت کو دابتا وہاں کی عورتیں حسین ادا و انداز میں سحر کا چہرہ صورت شکل آواز میں ہمشکل عصمت اور ساری خوبیاں انمیں کوٹ کوٹ کے بھری ہوئی۔ خاوند اُن کے وفادار۔ دانشمند ہوشیار نیز مرد میدان جنگ میں شیر دل۔ دشمن کے مقابلہ میں سر دیدیں۔ مگر سر کو نہ جھکائیں۔ مفلس غریب بھی علم و ذہانت و محبت کی دولت سے مالامال۔ اور ہر شخص اپنے حال میں خوش حال کسی دوسرے کی دولت کو دیکھ کر جلنے والا نہیں۔ جھوٹ بولنے سے سب کو نفرت۔ شیخی دنمود کے پاس کوئی نہ جاتا۔ دوسرے پر طعن و تشنیع سے زبان نہ ہلاتا۔ اعلیٰ درجہ کے خیالات کیا اپنا بیوی کے ساتھ ساری زندگی خوشی سے بسر کرتا۔ اس اپنی عصمت کا یہ ثمر پاتا کہ خوش حال بچوں کا لشکر اس کے گرد پھرتا۔ + +

(۱۴) سپاہی

جب سپاہی زرہ بکتر بدن پر سجاتا ہی۔ اکڑ کر چلتا ہی۔ میدان جنگ میں مقابلہ میں آتا ہی۔ اور لڑائی کی ضربیں
اٹھاتا ہی۔ تو یہ معلوم ہوتا ہی کہ بادل میں بجلی چمک رہی ہی۔ بہادر سپاہیوں کے چمکدار ہتھیار اُن کو لڑائی میں بیخوف نڈر بناتے
ہیں۔ انکی کمان مطیع کرنے والی ہوتی ہی۔ دشمن کی لڑائی کو ختم کر دیتی ہی اُسکے گھمنڈ کو مٹا دیتی ہی اور دشمن کو دریا فنا
میں بہاتی ہی۔ اسکو نیچا کرتی ہی فتح پاکر اُسکے تمام مال اسباب و بستی کو چھین لیتی ہی۔ کمان کو کان تک کھینچ کر لے جانا گویا اُس سے
باتیں کرنا ہے اسکی تیروں کی آواز سُن عورتوں کی سی چیخیں ہوتی ہیں وہی سپاہی کو بیخوف و خطر کرتی ہیں سامنے دیکھو
رتھ میں سوار کھڑا ہے۔ کیا اپنی ہنرمندی سے گھوڑوں کو آگے ہنکاتا ہی۔ انکا آگے پیچھے جانا اسکے حکم میں ہے۔ وہ گھوڑوں
کو ہاتھ میں لئے اپنی عجیب قدرت دکھاتا ہی۔ کیا دوڑنے والے گھوڑے ہنہنا رہے ہیں اور مرنے کی لئے آگے دوڑے جاتے ہیں اپنے
دشمنوں میں دشمنوں کو کچلتے ہیں وہ کبھی خون قتل کے ہنگاموں سے پہلو تہی نہیں کرتے + +

(۱۵) ہنگامۂ جنگ۔

میدان جنگ میں سارا برسات کا سما معلوم ہوتا ہی۔ نیزے برچھی تلوار ایسی چمک رہی ہیں جیسے کہ دونوں طرف
بجلی چمکتی ہی۔ ہاتھی گھوڑے چنگھاڑ رہے ہیں جیسے کہ بادل گرج رہے ہیں دھول جو اُڑتی ہی وہ پانی کی جھڑی ہی
جسکی بوندیاں تیر ہیں لشکر دونوں طرف پہاڑ معلوم ہوتے ہیں جنکے اندر سے لہو کے جھرنے جھر رہے ہیں اور ندیاں
بہ رہی ہیں اس ندی میں جو مری ہوئی ہاتھی گھوڑے گدھے۔ پیدل سوار پڑے ہیں وہ اسکے جل جیو ہیں۔ بان برچھی
سانپ کمانیں۔ لہریں۔ کچھوے۔ ڈھالیں بڑے بڑے بہادر جو مارے جاتے ہیں وہ گویا ندی کے کنارہ کے درخت
گرتے ہیں چربی ان کی اس ندی کے کف ہیں بہادروں کے لئے یہ دریا اور بہر کھارت کا تماشا ہی۔ نامردوں کے
لئے وہ خوف کی جا ہی +

(۱۶) چاند۔

آسمان پر پورب میں جاڑوں کی موسم کے اندر پورا چاند کیسا چمکتا ہی۔ یہ معلوم ہوتا ہی کہ وہ ایک شیر ہے جو
پورب کے پہاڑ کی گپھا میں بیخوف و خطر رہتا ہی۔ اسکا ایسا ہاتھی کا سر ہی کہ اپنے زور اور بل سے اندھیری کو پھاڑ ڈالتا
ہی۔ آسمان پر شیر کی طرح چلتا ہی۔ ستارے جو آسمان پر موتیوں کی طرح چمک رہے ہیں وہ رات کی دلہن کے جواہر ہیں

یہ جو چاند کی اوپر سیاہ دھبی یعنی کلف ہی اُسکا سبب کوئی یہ کہتا ہی کہ چاند جل کا مبا ہی۔ اسمیں زمین کی پرچھائیں پڑ رہی ہی کوئی کہتا ہی کہ راہو نے جو اسپر حملہ کیا ہی اُسکی سیاہی چھاتی میں بھر گئی ہی۔

(۱۶) آگ۔

یہی ایک چیز ہے کہ زمین پر نار ہی۔ آسمان پر بجلی ہی۔ آفتاب میں نور ہی یہ تینوں جلوی اپنی دکھاتی ہی وہ عجب ناخلف اولاد ہی کہ جن سے پیدا ہوتی ہی اُنہیں کو پہلے کھاتی ہی جن لکڑیوں کی رگڑ سے وہ پیدا ہوتی ہی اُنہیں کو وہ جلا کر خاک کرتی ہی اور آپ باپ کو مار کر زندہ رہتی ہی۔ ماں اسکے پیدا ہوتی ہی مرجاتی ہی اور اس کی پرورش نہیں کرتی جیسا مائیں کرتی ہیں مگر وہ بنیراں ہی کے پلتی اور بڑھتی ہی۔ وہ دھوئیں کا تاج سر پر رکھتی ہی شعلوں کے بال بنا کر تاریکی کو دور کرتی ہی صبح ہوتی ہی تمام عالم کو روشن کر دیتی ہی۔ ہر گھر میں مبارک مہمان ہی ساری رشتی اُس سے رکھتی ہی۔ بیٹا بھی ہی باپ بھی ہی۔ بھائی بہن بھی۔ دوست بھی ہی۔ غرض گھر میں ساری برکتیں اُسی کی سبب سے ہیں غذا پر ہماری جان کا مدار ہی۔ اُسکی لذت اُس پر موقوف ہی مگر یہ مہربان ماں جب ہم سے خفا ہوتی ہی تو اس کے آتشناک غصے کی سامنے ساری مخلوق بھاگتی ہی مگر وہ اسکو اسی طرح پکڑ لیتی جیسے بھاگتے ہوئے لشکر کو دشمن پکڑ لیتا ہی اور غارت گر دیتا ہی جس چیز کو چھوتی ہی چاٹ کر سیاہ کر دیتی ہی بہتوں کو اس طرح کاٹتی ہو جیسے نائی قینچی سے ڈاڑھی مونچھیں تراشتا ہی اسکے شعلے ہوا میں جو اُٹھتے ہیں وہ سمندر کی لہریں معلوم ہوتی ہیں اور جہاں وہ ہو کر گذر جاتی ہی وہ جگہ دھواں دھار ہو کر تاریک ہوتی ہی۔ مگر یہ کام تباہ کرنے کی کبھی کبھی کرتی ہی نہیں تو ہمیشہ ہم سے مہربان رہتی ہی اور ہماری چولہا اور بھٹی میں دھیمی دھیمی اپنی آنچ نکالتی ہی جو گھر اُسے عزیز رکھتا ہی وہ اُس سے خوش رہتی ہی۔ جو آدمی اُس سے محبت رکھتے ہیں وہ ان سب کو خوش حال رکھتی ہی۔ اُن کو غذا اور خوراک کھلاتی ہی اُسے یہ سوکھی لکڑیاں نہایت پسند ہیں وہ مکھن کے ڈھیر کھانے کے لئے تیار کرتی ہی۔ اگر کسی کے پاس گائے نہ ہو جنگل کاٹنے کی واسطے نہ کلہاڑی تیز ہو کہ جیسے گھی تیار ہو تو بھی چند سوکھے سرکنڈوں سے غریبوں کا کام بنا دیتی ہی۔ وہ ہماری تئیں سب برائیوں سے بچاتی ہی۔ ہماری گھروں کی نوہی کی دیواروں سے زیادہ حفاظت کرتی ہی +

(۱۷) آفتاب

آفتاب جو سب جگہ موجود ہی آسمان پر وہ چڑھا بیٹھا ہی۔ ہر ایک آنکھ اُس کی شان کو دیکھ کر تعجب کرتی ہی۔ وہ

سب کو دیکھتا ہی۔ ستارے جو رات کو چمک رہے تھے۔ وہ اب دکھائی نہیں دیتے۔ چوروں کی طرح چھپ گئے۔ اور اسکی
روشنی کے آگے سب بجھ گئے وہ اپنی شعاعیں آدمیوں کو روشن آگ کی طرح دکھاتا ہی۔ وہی روشنی کا سرچشمہ ہے
وہ ہی ساری آسمان کو روشن کرتا ہی اسی کی روشنی کا نام دن ہے +

(۱۹) - ہوا۔

نسیم و صرصر دونوں میں اُس کی آواز سنائی دیتی ہی۔ مگر اسکی صورت کوئی نہیں دیکھتا۔ کوئی اسکی
طاقت کو روک نہیں سکتا۔ جہاں اُس کا جی چاہتا ہی وہاں جاتی ہے۔ رات دن چلتی ہی کبھی آرام نہیں
کرتی۔ سمندروں پر آسمانوں پر وہ جاتی ہی۔ معلوم نہیں کہاں کہاں وہ پھرتی ہی اُس کے گھوڑوں کو اوپر
چڑھ جانا کوئی بات نہیں۔ وہ گرد کے بادلوں کو اڑاتی ہی اور پانی کے بادلوں کو جہاں چاہتی ہی لیجاتی ہی

(۲۰) مینھ۔

مینھ بھی کیا سرسبز کرنے والا ہی۔ وہی حیات کی جان ہی۔ اس کے آگے پانی کے پیک ایسی دوڑتے پھرتے
ہیں جیسے کہ رتھ رتھ بان کے ہاتھ سے۔ اسمیں آسمان پر دور تک بجلی کے شہر دار نشے ہیں دہشتناک
بجلی کی چمک سے آدمی ڈر کر بھاگتے ہیں جنگل کے درخت نیچے گر پڑتے ہیں۔ آنکی [illegible] وہ اپنے پانی
کی پکھال کو کھولتا ہی جو پیاسے ہیں انکو پانی پلاتا ہی۔ مرجھائی ہوئی سبزہ زاروں پر [illegible] جاتے ہیں
درخت پر اُن کا جلد اثر ہوتا ہی۔ مویشی اپنی پیاس بجھاتے ہیں کیا اس میں قدرت ہی کہ وہ سب جگہوں پر
رونق اپنی پھیلاتی ہی۔ کھیتوں کو اناج کے کپڑے بہت وسعت کے ساتھ پہناتی ہی۔ اُن سے ساری دنیا کو
خوراک کھلاتی ہی۔ دھوپ اُن کو سکھاتی ہے۔ مگر وہ اپنے پانی کے پکھال نہیں بند کرتے +

(۲۱) ایک سجیلے جوان ہندو کی خوبصورتی +

مکھڑے کی ایسی بھلی چھب جیسی کہ جاڑے کے چودھویں رات کا چاند۔ گال بہت ہی سندر۔ ٹھوڑی بہت اچھی دو دنی
سنکھ کی مانند میں خط خوبصورت گلے میں۔ پیارے پیارے ہونٹھ ایسے لال جیسے گلہ [illegible]۔ ناک ایسی اچھی ہے
کند کا پھول اناد سکے سے دانت ایسے جیسے کہ موتی کی لڑیاں۔ ہنسی ایسی دلربا جو [illegible] دل آدمی کو

سڈول لے لے اور جس کی خوبصورتی کے آگے چاندنی بُری معلوم ہو۔ بڑی بڑی آنکھیں ایسی رسیلی خوابصورت جیسے کہ کنول کی کلیاں۔ چتون ایسی کہ من کو لبھائے۔ اُس کی ترچھی بھویں ایسی جیسے کہ کمان اُن کے بیچ میں ننھا ستارا سا چمکتا ہوا روشن اور اُس میں سندر تلک لگا ہوا۔ ٹیڑھے ٹیڑھے گھونگروالے بال بھونروں سے زیادہ کالے شیر کی مانند کندھے اونچے۔ کمر پتلی۔ چال بھی شیر کی سی۔ بازو ایسے سڈول جیسے ہاتھی کی سونڈ لال گلاب سے پاؤں پر ناخن ایسے خوبصورت جیسے کہ کنول کے دلوں پر گجمُوتی پڑے ہوں۔ اُس کی خوبصورتی بیان نہیں کی جاتی۔ زبان جو بولنے کی لیاقت رکھتی ہے وہ آنکھیں نہیں رکھتی جو دیکھ کر کہے اور آنکھیں جو دیکھنے کی قابلیت رکھتی ہیں وہ بول نہیں سکتیں جو بیان کریں

(۲۲) موت

موت بھی کیا زبردست فرمان روا ہے جسکی اطاعت بغیر کسی کو چارہ نہیں ہے وہ بادشاہ ہے جسنے ایک راہ ایسی بنائی ہے جو ہم کو فنا سے بقا میں پہنچاتی ہے پھر یہ وہ راہ ہے کہ کوئی قوت اور قدرت اُسکو بند نہیں کر سکتی اس بادشاہ کے جلو میں اس راہ کے اندر ہم چل کر اپنے مقاصد اقصیٰ پر پہونچتے ہیں۔ ہمارے سب باپ دادا اس رستہ ہی پر گذرے ہیں۔ ہم بھی اُن قدموں پر اُس میں چلیں گے۔ اور جو ہماری نسل آیندہ آئے گی وہ بھی اسی پر اپنے وقت پر جائے گی سب عاقل دانشمند حکیم اُس کے تخت کے گرد جمع ہیں وہ سب کو اپنا ہی ماتحت سمجھتی ہے۔ دنیا سے ہم جدا ہو کر اپنے باپ دادا کے رستے پر چلتے ہیں اور فنا کی راہ میں کہ بقا کی بلندی پر پہنچتے ہیں موت پر سب کا خاتمہ ہوتا ہے۔ اس لئے ہمارے مضامین کا بھی خاتمہ موت پر ہوتا ہے

۶ر نومبر ۱۹۹۱ع

تمت

فہرست مضامین

* نمبر ۸ سے ۱۷ کے مضامین اخیر پر ضمیمہ میں مندرج ہیں ۱۲

فہرست ضمیمہ